UNIVERSAL LIBRARY
OU_222070
UNIVERSAL LIBRARY

ملنے کا پتہ

سب رس کتاب گھر

[illegible] منزل خیریت آباد حیدرآباد دکن

[illegible] ابراہیمیہ مشین پریس

۲۷	۲۱ ستمبر ۱۹۲۲ء	۱۲۱
۲۸	۲۱ اکتوبر ۱۹۲۲ء	۱۲۹
۲۹	۲۴ نومبر ۱۹۲۲ء	۱۳۱
۳۰	۲ دسمبر ۱۹۲۲ء	۱۳۳
	(سنہ ۱۹۲۳ء)	
۳۱	۴ جنوری ۱۹۲۳ء	۱۳۶
۳۲	۱۸ جنوری ۱۹۲۳ء	۱۴۳
۳۳	۲۲ جنوری ۱۹۲۳ء	۱۴۴
۳۴	۱۵ فروری ۱۹۲۳ء	۱۵۴
۳۵	۹ مارچ ۱۹۲۳ء	۱۵۷
۳۶	۳ مئی ۱۹۲۳ء	۱۵۸
۳۷	۱۰ مئی ۱۹۲۳ء	۱۷۱
۳۸	۳۰ اکتوبر ۱۹۲۳ء	۱۷۲
۳۹	۱۳ دسمبر ۱۹۲۳ء	۱۷۵
۴۰	۱۹ دسمبر ۱۹۲۳ء	۱۸۰
	(سنہ ۱۹۲۴ء)	
۴۱	۹ جنوری ۱۹۲۴ء	۱۸۳
۴۲	۲۹ جنوری ۱۹۲۴ء	۱۸۸
۴۳	۲۰ فروری ۱۹۲۴ء	۱۹۵
۴۴	۲۶ فروری ۱۹۲۴ء	۲۰۳
۴۵	۳۰ جون ۱۹۲۴ء	۲۱۲
۴۶	۵ دسمبر ۱۹۲۴ء	۲۱۳
	(سنہ ۱۹۲۵ء)	
۴۷	۳ جنوری ۱۹۲۵ء	۲۱۷

۴۸	۲۴ فروری ۱۹۲۵ء	۲۲۱
۴۹	۲۴ اپریل ۱۹۲۵ء	۲۲۵
۵۰	۸ مئی ۱۹۲۵ء	۲۲۷
۵۱	۱۱ جون ۱۹۲۵ء	۲۲۹
۵۲	۱۳ جولائی ۱۹۲۵ء	۲۳۰
۵۳	۱۰ اگست ۱۹۲۵ء	۲۳۷
۵۴	۲۹ اگست ۱۹۲۵ء	۲۴۰
۵۵	۱ ستمبر ۱۹۲۵ء	۲۴۴
۵۶	۸ ستمبر ۱۹۲۵ء	۲۴۸
۵۷	۱۰ اکتوبر ۱۹۲۵ء	۲۵۱
	(سنہ ۱۹۲۶ء)	
۵۸	۲۲ جنوری ۱۹۲۶ء	۲۵۳
۵۹	۱۰ اگست (بنام احمد علی خاں صاحب) ۱۹۲۶ء	۲۵۵
۶۰	۱۲ اگست ۱۹۲۶ء	۲۵۹
۶۱	۲۴ اگست ۱۹۲۶ء	۲۶۲
۶۲	۱۸ دسمبر ۱۹۲۶ء	۲۷۳
	(بلا تاریخ اور بے ترتیب خطوط)	
۶۳	بلا تاریخ نامکمل خط	۲۷۴
۶۴		۲۷۷
۶۵	بنام صغریٰ بیگم (مسز ہمایوں مرزا)	۲۸۱
۶۶	کسی خط کا تکملہ	۲۸۶
۶۷	۸ ذیحجہ ۱۳۴۲ھ کا ایک خط	۲۸۷
۶۸	ایک قطعہ اور غزلوں کے ساتھ کا خط	۲۹۲

شاد کی شاعری سے متعلق بھی اس عرصہ میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ سب سے پہلے مولانا سید سلیمان صاحب ندوی نے "کلام شاد حصہ اوّل (۱۳۴۱ھ) کے مقدمہ میں نہایت جچی تلی اور بے لاگ رائے ظاہر کی۔ اور بالکل صحیح لکھا ہے کہ:۔

"شاد کی شاعری حسن و عشق کے عامیانہ اور سوقیانہ انداز بیان سے تمام تر پاک ہے۔ پاکیزانہ حسن و عشق، رزم و بزم کی دلکش روداد کے علاوہ ان کی شاعری میں اخلاق، فلسفہ، تصوف، اور توحید کا عنصر بہت زیادہ ہے۔ غزل گوئی کے لحاظ سے شاد میں میر کے بہت سے انداز پائے جاتے ہیں۔ حسن و عشق کی داستان سرائی میں وہی سادگی اور متانت ہے۔ چھوٹے چھوٹے الفاظ میں سادہ ترکیبیں ہیں، بیان میں وہی رقت ہے، میر ہی کے اوزان و بحور ہیں، وہی انداز کلام ہے، وہی فقیرانہ صدا ہے، اس لئے شاد کو اس دور سخن کا میر کہا جائے تو بالکل بجا ہے۔" صفحہ (۴)

یہ تو شاد کے کلام کے متعلق، اس سے قبل لکھا گیا تھا۔ لیکن اب میں یہ خطوط مرتب کر رہا ہوں۔ رسالہ شاہکار لاہور بابت ستمبر ۱۹۳۹ء میں ایک مضمون مولوی سید عابد علی صاحب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) "اصل یوں ہے کہ میں نے بجز حضرت فریاد علیہ الرحمہ کے کسی سے اصلاح نہیں لی۔ علم شاعری کا جو کچھ مادہ حاصل ہوا حضرت ہی کا فیض ہے۔ دیکھو میرے تصانیف کو۔ راقم شاد عفی عنہ" یا ایک جگہ ص ۹ میر انیس کے سلام ۵۰ سبک ہو چلا تھا نفی ترازو نے شعر مگر ہم نے پلہ گراں کر دیا کے حاشیہ پر لکھ دیئے کہ "یہ سلام میر صاحب نے عظیم آباد میں کہا تھا۔ میں بھی حاضر تھا اور شعروں کو لکھتا جاتا تھا۔ راقم سید علی محمد شاد"

ماہ کی تھی۔ اور آخری خط ۱۰ر ڈسمبر ۱۹۲۶ء کو لکھا گیا جس کے بعد شاد صرف دو ہفتے ہی زندہ رہے۔ یہ بیس سال کی مدت اچھی خاصی ہوتی ہے۔

اور سچ تو یہ ہے کہ یہ زمانہ شاد کی زندگی کے بہترین حصہ پر مشتمل تھا جب کہ وہ تحصیل و اکتساب کی منزل سے گذر کر فیض بخشی اور صاحب کمالی کے مرتبہ کو پہنچ چکے تھے۔

یہ تمام خطوط سید ہمایوں مرزا (بیرسٹر) مرحوم یا ان کی رفیق حیات صغریٰ بیگم کے نام لکھے گئے ہیں۔ صرف ایک خط یعنی نمبر (۵۹) احمد علی خاں صاحب کے نام ہے، جس کو خود شاد نے ہمایوں میرزا صاحب کے یہاں روانہ کر دیا تھا۔ ہمایوں میرزا حضرت شاد کے استاد حضرت فریاد کے اکلوتے فرزند اور ان کے بڑے غمگسار و مددگار دوست تھے۔ ان خطوں کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ انھوں نے موقع بموقع شاد کی رقمی امداد کی ہے۔ اور آخر عمر میں ان کے سوا شاد کا کوئی مددگار معاون اور بے تکلف دوست نہیں رہا تھا۔ اسی لئے ان کے نام جس بے تکلفی اور آزادی کے ساتھ انھوں نے خط لکھے ہیں شاید ہی کسی کو لکھے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض جگہ اپنی طبعی خودداری اور آن بان کا بھی خیال نہیں رکھا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:-

"سب سے بڑھ کر میرے لئے آپ ہیں۔ بخدا میں اپنی حالت بھائی اور بیٹے پر تمام ظاہر نہیں کر سکتا الا آپ پر۔ چاہے کامیابی ہو نہ ہو میرے لئے کوئی ذلت

محترمہ صغریٰ بیگم ہمایوں مرزا

نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا کس شخص نے میرے داماد سید جعفر صاحب کو کھیم پور میں میری ان دنوں کی تکلیف کا حال لکھ بھیجا تھا۔ انھوں نے تین سو روپے میرے پاس بلا اظہار کسی امر کے بھیج دیئے۔ اس قدر رنج ہوا کہ کھانا نہ کھایا گیا۔ روپے واپس کئے اور لکھا کہ آپ نے مجھ کو فقیر بے حیا سمجھا۔ آئندہ پھر ایسا نہ کیجئے گا۔" (خط نمبر ۲۵ صفحہ ۲۲۳)

خطوط کی فہرست دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ ۱۹۲۲ء یعنے انتقال سے پانچ سال پیشتر سے ہمایون میرزا مرحوم سے ان کی مراسلت بہت زیادہ ہوگئی تھی کیونکہ وہ اپنے استاد کی سوانح عمری کی تکمیل میں محو ہوگئے تھے اور اس کام کو اپنا مقدس فریضہ سمجھتے تھے۔ یہ عجیب بات ہے کہ جیسا انھوں نے اپنے کئی خطوں میں لکھا ہے[1]) وہ اس کتاب کو ختم کرنے سے پہلے مرنا نہیں چاہتے تھے۔ اور ان کی اس قوت ارادی نے اس کے تکملہ تک زندہ رہنے میں ان کی بڑی مدد کی چنانچہ

---

[1] مثلاً ۵ دسمبر ۱۹۲۴ء کے خط میں لکھا ہے:۔ "سنا بھائی میں جس دن حضرت کی سوانح عمری کو ختم کر کے خاتمہ لکھوں گا اسی دن تم سے رخصت ہو جاؤں گا۔ ...... جب تک آنحضرت کی سوانح عمری پوری نہیں ہوتی اگر میں مرجاؤں تو مجھ پر لعنت ہے۔" دیکھو صفحہ ۲۱۷
اسی طرح ۳ جنوری ۱۹۲۵ء کو لکھا ہے کہ:۔ "یقین کیجئے کہ جب تک اس کی ترتیب نہ ہوگی میں نہیں مرونگا"، صفحہ ۲۱۹

دس نومبر ۱۹۲۶ء کو انھوں نے اس کا کام ختم کیا اور ۱۰ ڈسمبر ۱۹۲۶ء کو اس کے بارے میں آخری خط لکھا اور جنوری ۱۹۲۷ء میں انتقال کر گئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت ہر شخص کو ایک خاص کام اور مقصد کی تکمیل تک زندہ رکھنا چاہتی ہے اور جب وہ مکمل ہوجاتا ہے تو اس شخص کی قوت ارادی بھی ختم ہونے لگتی ہے۔ البتہ شاؔد مرحوم کے دل میں "حیات فریاد" کو چھپا ہوا دیکھنے کی حسرت ضرور باقی رہ گئی۔ کیونکہ یہ کتاب ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند سید حسین خانصاحب کی کوشش اور مولنا سید سلیمان ندوی کے اہتمام سے شائع ہوئی۔ اس کے دیباچہ میں حضرت شاد کے فرزند نے ان کی تصنیفات کے بارے میں لکھا ہے کہ:-

"حضرت والد مرحوم نے اپنی غیر منطبع تالیفات و تصنیفات نظم و نثر کا بہت بڑا ذخیرہ چھوڑا ہے۔ پچاس ساٹھ جز سے زیادہ تو حضرت کا کلیات مشتمل بر غزلیات و مخمسہ جات، ورباعیات، وقطعات وغیرہ ہے۔ ڈیڑھ سو سے زیادہ مرثیے ہیں، اور کوئی مرثیہ سوا سو بند سے کم نہیں ہے، نثر کی کتابوں کا ایک معتد بہ ذخیرہ ہے۔ یہ کل چیزیں انشاء اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ چھپوانی ہیں۔"

لیکن ہماری نظروں میں حضرت شاؔد کے یہ خطوط ان کے کلام کے بعد ان کی جملہ تحریروں سے زیادہ اہم ہیں۔ خطوط کیا ہیں معلومات کا ایک بحر بیکراں ہے جو موجزن ہے۔ ادب اردو کی تاریخ لکھنے والے ان کے مطالعہ سے ایسی ایسی

ضروری اور نایاب معلومات اور مواد حاصل کریں گے جو اردو کے کسی اور ادیب کے خطوط میں نہیں مل سکتا۔ یہ خطوط صحیح تنقید اور ذوق ادب کے ایسے گرانبہا مضامین ہیں جن کا مطالعہ اُردو ادب سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے بے حد مفید ثابت ہوگا۔ بعض خط تو کتاب کے تقریباً ۲۰ بیس بیس صفحات پر مشتمل ہیں۔ اتنے طویل خط شاید ہی اُردو کے کسی اور ادیب کے مجموعۂ مکتوبات میں مل سکیں۔

ان خطوط کے مطالعے سے عظیم آباد کے علمی و ادبی ماحول اور وہاں کے بعض شریف و متمدن خاندانوں کی نسبت بھی بڑی کارآمد باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ چونکہ شاد عظیم آبادی کو تاریخ سے خاص لگاؤ تھا۔ اس لئے جگہ جگہ ان کے قلم نے اہم تاریخی معلومات محفوظ کر دی ہیں۔ مرثیہ نگاری اور لکھنؤ کے مشہور مرثیہ نگاروں کے بارے میں بھی شاد نے جو پتہ کی باتیں ان مکتوبات میں قلمبند کر دی ہیں وہ کسی اور ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتیں۔

سب سے آخر میں لیکن سب سے زیادہ اہم معلومات خود شاد کے متعلق ان خطوط میں ہوتی ہیں جو انھوں نے اپنے متعلق جتنا اپنے ان خطوط میں لکھا ہے شاید ہی کسی اور جگہ لکھا ہو۔ یوں بھی طبعاً وہ اپنی ذات کے متعلق کہنے اور لکھنے کی طرف زیادہ مائل تھے لیکن ان خطوط میں تو بعض جگہ اتنا زیادہ لکھ گئے ہیں کہ وہ خودنمائی کی حد تک پہنچ گیا ہے۔ اور یہ سب باتیں انکے سوانح نگار کیلئے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوں گی کیونکہ صرف ان خطوط ہی کی مدد سے حضرت شاد کی ایک مبسوط و مستند سوانحعمری مرتب کی جا سکتی ہے۔ ان میں انھوں نے اپنے خاندان، ماحول، تعلیم و تربیت، اساتذہ، شادی، آل و اولاد، آمدنی، طرز معاشرت، اخلاق و عادات، دوست احباب، تلامذہ، تصنیفات نثر،

شاعری، مرثیہ نگاری غرض ہر موضوع پر اتنا لکھدیا ہے کہ اور ذریعۂ معلومات پیدا کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

ان مکتوبات کے مرتب کرنے وقت شاد مرحوم کی حسب ذیل تحریر بھی میری نظر سے گذری کہ :-

"ہاں اکثر اہل قلم آپ سے میرے خطوط اردو ضرور مانگیں گے تاکہ پرچوں میں درج کریں مگر امید ہے کہ آپ احتیاط فرمائیں گے۔ خدا جانے میں آپ کو کیا کیا لکھ دیا کرتا ہوں۔ اور آپ پر مجھ کو کیسا بھروسہ ہے جو غیروں پر کیا معنی عزیزوں پر بھی نہیں ہو سکتا۔ کل بھی خبر سنی کہ ایک مولانا صاحب جو پرچہ نکالنے والے ہیں وہ میرے خطوط کی نقل کی خواستگاری آپ سے کرنے والے ہیں"

(۲۰ فروری ۱۹۲۴ء صفحہ ۲۰۳)

لیکن اب کہ کاتب اور مکتوب الیہ دونوں باقی نہ رہے (رہے نام اللہ کا) ان خطوں کو محض اردو ادب کی وسعت اور اہل اردو کے استفادہ کی غرض سے شائع کیا جا رہا ہے۔ ورنہ قوی اندیشہ تھا کہ یہ تلف ہو جاتے اور اردو اپنے ایک بہت بڑے انشاء پرداز، شاعر اور محسن کے رشحات قلم سے محروم رہجاتی۔ ان خطوط کا مطالعہ ظاہر کردے گا کہ شاد عظیم آبادی اپنی تصنیف و تالیف میں کیسی تلاش و جستجو اور سرگرمی سے کام لیا کرتے تھے۔ اسی برس کی عمر ہو چکی تھی لیکن ان کے ایک ایک جملہ سے کام کرنے کا ولولہ، محنت و مشقت کی عادت، اور اپنے مقصد کی تکمیل کی خاطر

مضطربانہ سرگرمی جھلکتی نظر آتی ہے۔ یہی وہ باعظمت شخصیتیں ہیں جن کی زندگی نوجوانوں کے لئے درس عبرت، گمراہوں کے لئے شمع ہدایت، اور بوڑھوں کیلئے سرچشمۂ بصیرت ثابت ہوتی ہے۔

آخر میں ضروری ہے کہ میں صغریٰ بیگم ہمایون میرزا کا شکریہ ادا کروں کہ انہی کی عنایت سے یہ تمام خطوط اشاعت کے لئے حاصل ہوئے۔ اور اس امر کا اظہار بھی نامناسب نہیں کہ یہی وہ خوش قسمت "سرتاج خانونانِ ہند" ہیں جن کا ذکر شاد مرحوم نے اس مجموعہ کے تقریباً ہر خط میں اسی معزز لقب کے ساتھ کیا ہے۔

رفعت منزل
۱۵ اکتوبر ۳۹ء

سید محی الدین قادری زورؔ

خطوط

دوم جولائی ۹۶ء

عظیم آباد

حبیب محتشم عزیز مکرم دام لطفکم بعد سلام شوق و اشتیاق دیدار کے واضح خدمت ہو یہہ خط میرا عزیز از جان مسٹر محمد سلیمان صاحب اور برادر شفیق سید ہمایوں میرزا صاحب دونوں حضرات کے نام نامی سے ہے کیفیت یہہ ہے کہ جب تشریف بری آپ کے مولوی سید نور اللہ احمد صاحب وکیل میری ملاقات کو تشریف لائے اور از راہ عنایت مجھ سے فرمایا کہ آپ حیدر آباد کا ضرور قصد کیجئے اور وہاں آکر میرے گھر میں چند سے قیام کیجئے میں اپنے گھر میں ایک مجلس سید الشہدا برپا کر کے فخر الملک وغیرہ امراء کو آپ سے ملواؤنگا (چونکہ ادھر میں نے بہت سے مرثیے نظم کئے اور مجالس میں خود پڑھے اور ان کی رونق اور تعریف بیحد و حساب ہوئی چنانچہ ایک مجلس عظیم الشان میں اکثر بیرسٹر بھی شریک تھے اور ایک زبان ہو کر بے حساب داد دی اس لئے ہمارے نور میاں کو بہت جوش پیدا ہوا اور یہہ صلاح دی) میں نے اس کے جواب میں اپنے عزیز مسٹر سلیمان صاحب کی رائے ظاہر کی کہ بغیر خط سفارشی بنام مسٹر پلوڈن کے آنا اچھا نہیں معلوم ہوتا بایں ہمہ آج میں صاحب کمشنر بہادر سے ملنے گیا تھا چونکہ چند روز بعد لفٹننٹ گورنر آنے والے ہیں ایک قطعہ

ان کے ورود کے لئے حسب معمول نظم کر کے کمشنر صاحب کو دکھانے گیا تھا مجھ سے بے اختیار خود کہنے لگے کہ آپ کے لئے ہم حیدرآباد جانا بہت پسند کرتے ہیں اگر آپ کہئے تو ہم مسٹر پولوڈن صاحب کو چٹھی لکھ دیں بشرطیکہ آپ جانے پر مستعد ہوجئے میں نے کہا کہ میرے عزیز بیرسٹر بالفعل حیدرآباد میں پراکٹس کرتے ہیں میں ان سے صلاح کر کے آپ کی خدمت میں عرض کروں گا۔

اس وقت یہ خط اسی لئے آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں ذیل کی باتوں کا جواب دیجئے اور خوب سوچ کر میرے حق میں جو مناسب ہو وہ لکھئے۔

(۱) خطِ صاحب کمشنر پٹنہ بنام رزیڈنٹ کافی ہوگا یا اور کچھ بندوبست کریں یعنی کلکتہ جاکر اور انگریزوں سے بھی کہیں۔

(۲) اگر کمشنر صاحب سے خط لکھوائیں تو اس کا کیا مضمون ہو۔

(۳) اپنے لڑکے کو ساتھ لائیں یا نہیں مشکل یہ ہے کہ بغیر لڑکے کے زیادہ قیام میرا ناممکن ہوگا۔

(۴) ایسی حالت میں میرے خرچ آمد و رفت کو پانچ سو روپے کافی ہوں گے یا نہیں۔

(۵) لباس کس قسم کا وہاں درکار ہے مطلب یہ ہے کہ جو لباس کی قطع ہے وہ تو بدلنا

ناممکن مگر تقسیم یا رجہ کیا ہو۔

(۶) مولوی خدابخش خاں صاحب سے امید نہیں شاید حافظ صاحب بھی کچھ معین ہوں تو اپنے وہاں آنے کی خبران کو خواہ مولوی سید حسین صاحب کو دینا چاہئے یا نہیں۔

(۷) رزیڈنٹ کے ذریعہ سے مکان قیام مجھے مل سکتا ہے یا نہیں

امید ہے کہ آپ لوگ خوب سوچ بچار کر اس کا جواب تحریر فرماکر مجھ کو مشکور احسان فرمائے تاکہ اگر میرے ہزار یا پانچ سو خرچ ہوں تو بیکار نہ جائیں۔

یہاں گرمی کی شدت ہے ایک دو پانی برسا ہے مگر کافی نہیں ہے باقی سب خیریت ہے فقط

آپ کا دعاگو

سید علی محمد شاد غفرلہٗ

(۲)

۵ اکتوبر ۱۸۹۶ء

مقام عظیم آباد

اخوی گرامی قدر عزیز از جان فدایت شوم

بعد ادعیہ موفورہ و سلام شوق بصد نیاز واضح خدمت ہو مدت سے

مزاج مبارک کا حال معلوم نہیں اور نہ تفصیل یہہ علم ہے کہ خدا کے فضل وکرم سے پراکٹس کی کیفیت کیا ہے اور حیدرآباد نے پورا آپ کو سمجھا یا ابھی نہیں از راہِ کرم وعنایت مفصل خبر دیجئے ۔

یہاں کی مختصر کیفیت یہہ ہے کہ عزیزی مولوی احمد علی خاں صاحب سلمہٗ کی دو لڑکیاں یکے بعد دیگرے تپ وغیرہ عوارض میں انتقال کر گئیں لڑکا بھی انھیں عوارض میں سخت علیل تھا مگر اب خدا کے فضل سے اچھا ہے ۔ جناب نواب بہادر صاحب اس دفعہ تپاک قلب میں سخت علیل ہو گئے تھے کہ امید حیات نہ تھی مگر الحمدللہ اب اچھے ہیں ۔ ایک عمدہ خبر یہہ ہے کہ اس دفعہ ایک سال سے میں نے مرثیہ کہنا شروع کیا خوب خوب مجلسیں ہوئیں شہر کے سب بیرسٹر اور وکلا اور روساء دو دو ہزار آدمی جمع تھا میر انیس کی مجلسیں تھیں اگر آپ شریک ہوتے تو خدا جانے کس قدر خوش ہوتے اب تک پندرہ سولہ مرثیہ کہہ چکا ہوں۔

میرا قصد حیدرآباد آنے کا مصمم ہے اور گمانِ غالب ہے کہ کمشنر صاحب اور بولٹن صاحب چیف سکرٹری (حسب وعدہ) بنام رزیڈنٹ چٹھیاں بھی لکھ دیں مگر تردد یہ ہے کہ وہاں بجز آپ دو آدمیوں اور مولوی نورالدین صاحب کے میرا کون ہے ۔

کیا رزیڈنٹ صاحب ایسی توجہ کریں گے کہ جلد کوئی کام نکلے اور وزیر و امرائے دکن سے جلد تعارف ہو اور دو چار ہفتوں میں کوئی کارسازی ہو جائے عمرِ نوح و صبرِ ایوب سے ڈرتا ہوں رہنے کے لئے تو شاید عزیزی مسٹر سلیمان صاحب مدعمرہٗ یا مولوی سید نورالدین صاحب کا مکان کافی ہو۔ اس درمیان میں مجھے کلکتہ جانا بھی ضرور ہوگا۔ اب آپ ازراہِ کرم پروری یہہ تحریر فرمایئے کہ کس زمانہ میں حاضر ہوں

میں نے اپنے سوانح معہ نسب نامہ کے اسی خیال سے انگریزی میں لکھوا کر چھپوانے کا قصد کیا ہے۔ اب میں اس خط کے جواب کا منتظر رہوں گا خداوندِ عالم آپ کی حیات اور اقبال میں ترقی عطا کرے آمین

دعاگوئے جناب شما

سید علی محمد شاد غفرلہٗ

(۳)

۱۰ جنوری ۱۹۰۱ء روزِ شنبہ

عظیم آباد پٹنہ

میرے مایۂ ناز برادر نواز بھائی خداوند کریم آپ کو مجھ بوڑھے دعاگو کے سر پر سلامت رکھے آمین تسلیم بالتکریم وادعیہ وافیہ قبول فرمایئے اللہ اکبر نہیں معلوم آپ کا مسرت بھرا خط میں جاگتے میں پڑھ رہا ہوں یا خواب میں۔ آج کی مسرت کے بیان کرنے

کے لئے میرے پاس لفظ ہی نہیں ہیں۔ آپ کی شادی خانہ آبادی اور ایسی حسب خواہ
اللھم لک الحمد حمداً کثیراً الحکر ہے کہ خدا نے جوڑا اچھا ملایا اگر آپ کو اپنی عروس سلمہا کی
لیاقت اور خاندان اور خیالات اور وجاہت ظاہری پر مسرت ہے تو آپ کی
عروس سلمہا اور ان کے عزیزوں کو بھی فخر کرنا چاہئے کہ آپ ایسا جوہر قابل مایۂ ناز
عزیزاں اور اس بڑے باپ کا سعید فرزند رشتہ مند ہاتھ آگیا جس پر خود
کمال اور بزرگی کو افتخار ہے اللہ تعالیٰ یہ پیوند مبارک کرے پھلے پھولے اور یوماً
فیوماً کرسئی جاہ و جلال و اقبال پر ترقی نصیب رہے اللھم آمین۔

ہر چند آپ نے اپنی شادی میں اس غریب بوڑھے بھائی نہیں نہیں بلکہ
اپنے باپ کے ایک ادنےٰ خاندانی کفش بردار کو یاد نہ کیا اور سسرال کی دعوت
تنہا نوش کر لی مگر اس دور افتادہ دعاگو کو تو ضرور یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اپنی بھاوج
صاحبہ کے لئے حسب رواج خاندان کوئی ایسی چیز پیش کروں کہ ہماری بھاوج
کے لئے باعث مسرت ہو انشاء اللہ ویسا ہی کروں گا از راہ عنایات میری دعا
اور مبارکباد فرما دیجئے۔ آپ نے میرے کلیات کا حال پوچھا ہے کہ اگر
میں صراحت اور تفصیل سے اپنے حالات سے آپ کو اطلاع نہ دوں تو کس کو
دوں۔ میرے پیارے بھائی بخدا اب میں وہ علی محمد شاد نہیں ہوں جس کو آپ
اپنی کم سنی سے دیکھتے آئے بقول شخصے ہاتھی پھرے گاؤں گاؤں جس کا ہاتھی اسی
کا ناؤں چونکہ یہ کل ترقیاں آپ کے پدر بزرگوار کی روح مقدس اور دعا کا صدقہ

ہیں اس لئے آپ سے ضرور بیان کر دینا ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضور پرنور اعلےٰ اللہ مقامہٗ نواب بہادر مرحوم کے امام باڑہ میں میر مونس مغفور کے یہنے کو تشریف فرما تھے اور خادم پہلو میں حاضر تھا میر مونس مرحوم نے وہ مرثیہ پڑھا

مجلس افروز ہے مذکور وفاداری حر ۵

حضرت نے بھی بہت کچھ داد دی جب مرثیہ سن کر دولت خانہ پر تشریف فرما ہوئے تو اس خادم کو ہمراہ لیتے گئے میں نے دبی زبان سے عرض کیا حقیقت لاامر ہیں یہ مرثیے جو ہم سنتے ہیں اعجاز ہیں کسی کی قدرت نہیں ہے کہ ایسے مرثیے نظم کر سکے استاد مرحوم نے فرمایا کہ ہاں تم سچ کہتے ہو یہ مرثیئے الہامی ہیں مگر فلاں فلاں امر کی اگر ریاضت کرو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ پچاس برس کی عمر میں (یہی عمر شباب کمال کی ہے) تم بھی ایسے مرثیئے کہہ دو گے بلکہ تمھارے خیالات اس سے زیادہ عالی ہوں گے پھر ٹھہر کر یہ فرمایا کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم منبر پر اپنا کلام پڑھ رہے ہو اور سامعین اسی طرح جیسی میر مونس کی داد دیتے ہیں داد دے رہے ہیں پھر حضرت نے چند ایسے نصائح کئے کہ حرف حرف اس کا میرے دل میں گڑ گیا۔ میں حیران تھا کہ الٰہی حضرت نے یہ کیا حکم لگا دیا حالانکہ میں غزل سرائی کرتا ہوں۔ غرض ایک مدت اس پر گذر گئی ۱۲۹۴ھ میں میں اپنا کلیات نظم مرتب کرنے لگا جس میں فضل خدا سے تین ہزار سے زیادہ غزلیں پانچ سو رباعیاں بہ پچاس جزو میں مارل

وسوشیل پولیٹکل و دیگر دیگر متفرق مضامین وخیالات کی نظمیں ہیں۔ غزلوں میں میرا ایک کا رنگ ہے اس کو تو آپ خوب جانتے ہیں با این ہمہ دو مطلعوں سے سمجھ لیجئے کہ سارا دیوان بلا انتخاب یوں ہی ہے ؎

اگر مرتے ہوئے لب پر نہ تیرا نام آئے گا تو میں مرنے سے درگذرا مرے کس کام آئے گا
مرکار ول کی ہوش ربائے زمانہ ہے وسعت تو کچھ نہیں مگر اک کارخانہ ہے
پس از معشوق مرنا عشق کو بدنام کرنا ہے خدا مجنوں کو بخشے مرگیا اور ہم کو مرنا ہے

رباعیوں کا رنگ ؎

کیا مفت کا زاہدوں نے الزام لیا تسبیح کے دانوں سے عبث کام لیا
یہ نام وہ تھا کہ جس کو بے گنتی لیں کیا لطف جو گن گن کے ترا نام لیا

آپ جانتے ہیں کہ ان شعروں کو خصوص آپ کے سامنے میں نے کیوں مذکور کیا بخدا شیخی سے نہیں بلکہ فقط اس خیال سے کہ حضرت استاد جنت آرام گاہ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ کوشش کرو کہ اردو میں حافظ اور امیر خسرو کا رنگ اور حکمت و فلسفۂ الٰہی کے اعلے مضامین (جو اب تک اردو والوں کے خواب میں بھی نہیں آئے ہیں) کثرت سے آئیں اور رنڈیوں اور بازاری محاوروں اور نازنخروں سے ہمیشہ احتراز کرو اور یہ تاکید تھی کہ شوخ نامہذب مضامین ختّے بوسہ کا لفظ بھی بے محل آنے نہ پائے اگرچہ اگلے اساتذہ نے کہیں کہیں استعمال کیا ہے مگر تم ہرگز اس کی پیروی نہ کرنا۔ الحمد للہ کہ اول سے آخر تک میرے کلام میں

تو کیا میرے شاگردوں تک کے کلام میں ان نامہذب مضامین کا نام تک نہیں ہے جب تو حضرت مولانا مفتی سید عباس صاحب مغفور نے سیکڑوں آدمیوں کے سامنے میری غزلیں سن کر ارشاد فرمایا کہ یہ غزلیں مسجدوں اور جانمازوں پر پڑھنے کے قابل ہیں حالانکہ بظاہر ایک ادنے جاہل بھی اسی طرح سے لطف اٹھاتا ہے چنانچہ سال گذشتہ لکھنؤ میں نو دن تک میں رہا صبح سے دس بجے رات تک عالم و فاضل سے لے کر عوام الناس تک میرے پاس آ آ کر غزلیں سنا کرتے تھے اور خدا جانے تعریف میں کیا کیا کہتے تھے حد یہ ہے کہ جناب میر خورشید علی صاحب نفیس مرحوم نے دو مجلسیں میرے پڑھنے کے لئے کیں ایک اپنے والد حضرت میر انیس کی قبر پر اور ایک عین وہاں جہاں میر صاحب ممدوح کا انتقال ہوا تھا اور کھڑے ہو ہو کر جیسے جیسے کلمات کہے سننے والے جانتے ہیں خیر یہ تو مجلس تھی تکلف یہ ہے کہ میرے پڑھنے کے لئے جلسہ شعر خوانی الگ کیا حالانکہ ان کو غزلوں سے کیا سروکار۔ غرض جب میں کلیات مرتب کرنے لگا تب یہ خیال پیدا ہوا کہ تیمناً و تبرکاً ایک مسدس بطور مرثیہ کہہ کر داخل کر دوں یہی آغاز میری مرثیہ گوئی کا ہے اس خصوص میں جیسے جیسے خواب مجھ کو ہوئے اس کی الگ داستان ہے اس پہلے مرثیہ کو مخدومی مولوی سید خیرات احمد صاحب وکیل نے حسب ایمائے جناب قبلہ اب صاحب مرحوم ۱۸۹۵ء میں انھیں کے امام باڑہ میں پڑھا سارا شہر جمع تھا

اس مرثیہ کی بیحد تعریف ہوئی تب سے مجھ کو مرثیہ گوئی کا شوق بے حساب بڑھ گیا پھر باوجود ضعف کے میں خود اپنا مرثیہ پڑھنے لگا آخر رفتہ رفتہ استاد مغفور کا ارشاد آنکھوں سے دیکھ لیا یعنی بخدا میرے پڑھنے کی مجلس کسی طرح ان مجلسوں سے کم نہیں ہے جن میں میر انیس مغفور اور میر مونس مرحوم پڑھتے تھے اور تعریفوں کی یہی حد گذر گئی ہے زیادہ تر سبب یہ ہے کہ میرے مرثیوں میں خلاف واقعہ خلاف صبر اہلبیت و خلاف تاریخ اور خلاف فطرت کوئی مضمون نہیں ہوتا۔ باوجود اس کے رقت خیز و اثر انگیز ہیں اسی لئے ہر مذہب والے پر پورا پورا اثر ہے اس وقت تک فضل خدا اور برکت روح استاد مغفور سے مولود و مرثئے قریب ساٹھ کے ہیں اور کوئی مسدس ۰ ۵ ۲ بند سے کم نہیں ہے خاص کر ایک مولود کا ذکر کرتا ہوں کہ میں نے ایک مولود جناب رسول مقبول صلعم کا ایسا نظم کیا جس میں تاریخ اور فلسفہ سے ثابت کیا ہے کہ محمد رسول اللہ برحق پیغمبر تھے تعدد ازواج اور جہاد وغیرہ جملہ معرکتہ الآرا بحث کا نہایت تشفی بخش جواب بھی دیا ہے وغیرہ وغیرہ یہ مولود چار سو بند کا ہے جب اس کو نظم کیا تھا تو مجلس میں ہزاروں نئے خیال کے حضرات بھی مشتاق آئے تھے مولود کو سن کر مسٹر سید حسن امام صاحب بیرسٹر نے کھڑے ہو کر کہا کہ مجھ کو اب تک اسلام پر اعتقاد نہ تھا مگر آج پوری تشفی اور پورا اعتقاد ہو گیا۔

تیسرا برس ہے کہ میں اپنے ماموں صاحب سے ملنے پانی پت گیا تھا

مولوی حالی صاحب نے میری دعوت کی وہاں کچھ ایسی صحبت رہی کہ انھوں نے میرے بغیر اطلاع سید احمد خاں مرحوم کو علی گڈھ میں لکھ بھیجا کہ اتفاق سے علی محمد شاد آگیا ہے مرثیہ اور مولود سن لیجئے سید صاحب نے کئی تار بھیجے آخر میں علی گڈھ پہنچا کالج میں یہہ صحبت ۴ ڈسمبر کو قرار دی گئی ایک ہزار سے زیادہ سامعین تھے اور ۲۵ انگریز مثل مسٹر بک صاحب و مسٹر ارنلڈ صاحب پروفیسر کے جمع تھے چھہ بجے شام سے ساڑھے نو بجے تک کھڑے ہوکر میں نے یہہ مولود پڑھا میں نہیں عرض کرسکتا کہ سامعین کا کیا حال تھا ایک بی۔ اے کلاس کے لڑکے کو غش آگیا بعد اتمام ایک گھنٹہ تک برابر مولوی شبلی صاحب مولوی حالی صاحب سر سید احمد صاحب اور مسٹر ارنلڈ صاحب نے اس کی تعریف میں اسپیچیں کہیں ہر چند چاہا کہ یہہ مولود چھاپنے کے لئے میں دیدوں مگر چونکہ میرا اس وقت یہ خیال تھا کہ مولود ہذا حضور نظام کی خدمت میں نذر کروں گا نہ دیا چنانچہ ۴ ڈسمبر کے علی گڈھ گزٹ میں خود سر سید نے یہہ سب واقعات قلم بند کئے اور میری نظم اور خیالات پر حیرت ظاہر کی ہے۔ سال گزشتہ جو میں لکھنو گیا تھا اور جناب میر نفیس مرحوم نے میری دعوت کی تھی تو دبی زبان سے میں نے ان سے یہ گزارش کیا کہ اب چونکہ ملک کے خیالات دوسرے ہیں مرثیوں میں بھی بحسب زمانہ ترمیم مناسب ہے اول تو ایسے مضامین مذہباً کب صحیح ہوسکتے ہیں جن سے بے صبری اہل بیت نکلے دوم عقلاً بھی یہ بات ممنوع ہے بعید خلاف

واقعہ بھی ہے اس کا جواب میر صاحب نے بہت آزردہ ہو کر یہ دیا کہ اول تو اگر محض واقعات تاریخی پر اکتفا کی جائے تو نظم میں لطف کیا ہوگا دوم جو حاصل مجلس ہے یعنی گریہ وہ ایسے مضامین میں کہاں میں نے اس کی تردید کی اور مثالاً اپنے مرثئے کے کچھ بند پڑھے اس پر میر صاحب نے سخت حیرت ظاہر کی اور میرے فرودگاہ پر آکر تمام و کمال میرا مرثیہ سن کر بہ اصرار ایک مجلس اپنے والد کی قبر پر اور ایک مجلس اس گھر میں مقرر کی جہاں میر انیس مرحوم نے رحلت فرمائی تھی مجلس میں حد یہ ہے کہ کھڑے ہو کر انھوں نے لوگوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ حضرات نظم مرثیہ میں یہ صاحب کمال میرے والد سے کسی طرح کم نہیں بلکہ عہد کی خیالات میں زیادہ اور باقی اور اصناف نظم پر جس قدر ان کو قدرت ہے بخدا میرے والد کو نہ تھی جو صاحب ان کو دیکھ لیں وہ فخر کریں کہ ایسے باکمال کو دیکھا میں آپ سے کیا عرض کروں کہ میر نفیس صاحب کس محبت سے پیش آئے مسٹر حامد علی خاں صاحب بیرسٹر نے قیصر باغ میں ایک عام مجلس میرے پڑھنے کی قرار دی تھی مگر دوسرے ہی دن ایک تار پٹنہ سے ایسا پہنچا کہ میں واپس چلا آیا لکھنئو وقت مرثیہ کا ایک بند یاد آگیا سنئے اس سے میرے خیالات کا کچھ پتہ لگ جائے گا۔

بچوں کو تین دن سے جو تھی انتہا کی پیاس بیٹھے ہوئے تھے ماؤں کے پہلو میں سب اداس

بازار موت گرم تھا تھی زندگی سے یاس لیکن یہ کیا مجال کہ ظاہر کریں ہراس

رونے کو اضطراب کو پالے ہوئے تھے وہ　　سیدانیوں کی گود کے پالے ہوئے تھے وہ

ایک بند اور یاد آ گیا ؎

حقا کہ شش جہات میں ہے فرد تیری ذات　　ہنگام قتل کیا متزلزل تھے شش جہات
مولا مگر تھا تیرے قدم کو وہی ثبات
....
رخنہ خضوع میں تو دعا میں خلل نہ تھا　　خنجر گلے پہ تھا مگر ابرو پہ بل نہ تھا

یہ کل داستانیں اس طوالت کے ساتھ بخدا صرف اس وجہ سے لکھیں کہ آپ کو تھوڑا تھوڑا میرا حال معلوم رہے اور آپ خوش ہوجیے کہ میرے باپ کے غلام نے اس فن میں کیا کیا کیا۔

ایک دوسری بات اور بھی سن لیجیے حضور لارڈ لینسڈاون صاحب بہادر سابق ویسرائے کے زمانہ میں گورنمنٹ ہوس کلکتہ میں مجھے اور سرکنتری والس صاحب پرائیوٹ سکرٹری سے مسلمانوں کی تعلیم کے بارہ میں بہت سی دلچسپ باتیں ہوئی تھیں جب ہی سے میرا خیال تھا کہ ہمارے یہاں کا اردو و فارسی و عربی کا نصاب نصاب تعلیم باعتبار زمانہ نہایت قابل ترمیم ہے چنانچہ تین برس برابر شب و روز دردسری کر کے سات کتابیں تعلیمی میں نے تصنیف کیں جن سے بلا مبالغہ ساڑھے تین برس میں ایک لڑکا الف با سے لے کر فارسی و عربی تک کا جید فاضل ہو جاتا ہے پہلی کتاب اردو تعلیم جو چھپ چکی ہے چار مہینے میں ختم ہوتی ہے سارے مرحلے اردو کے اسی میں طے ہیں دوسری کتاب فارسی تعلیم ہے

یہ کتاب دس مہینے میں استعداد کے ساتھ نہایت سہولت سے لڑکے کو فارسی پر اتنا بھر قادر کردے گی کہ گلستان سے لے کر مینا بازار پنج رقعہ ظہوری شاہنامہ قصائد خاقانی وغیرہ سب خوب سمجھ لے گا سمجھا دے گا ایک مفہوم کو سات طرح کی سادہ و رنگین عبارت میں خود لکھ دے گا حال میں جو فارسی دربار ایران میں رائج ہے اور ان محاوروں سے ہندوستان نابلد ہے سب اچھی طرح سے سمجھ لے گا برت دے گا اور کیا چاہئے ۔ پٹنہ کالج کے عربی و فارسی کے پروفیسر اور اکثر اہل علم نے اس کو آکر ملاحظہ کیا اور متحیر ہو گئے بعینہ یہی حالت عربی تعلیم کی بھی ہے ۔ مولوی امجد علی صاحب مشہور ہڈ ماسٹر کالجیٹ اپنے ریمارک میں لکھتے ہیں کہ ہر ایک کتاب اس جدید نصاب کی ایسی ہے کہ کم سے کم پچاس برس کی شب و روز محنت میں بھی کوئی مصنف تصنیف نہیں کرسکتا اردو تعلیم جو چھپ چکی ہے اور جس کی ایک کاپی ابھی آپ کی خدمت میں حاضر کرتا ہوں یہاں کے اسکولوں میں تو جاری ہے مگر چونکہ اب اردو کے پڑھنے والے ہی بہت کم ہیں بعوض فائدہ کے اب تک چھپائی کے دام بھی کھڑے نہیں ہوسکے۔ آپ نے حیدر آباد کی یاد دلوائی افسوس ؎

رسیدن ہائے منقار ہما بر استخواں غالب ۔۔۔ پس از عمرے بیادم داد کاوش ہائے مژگاں را

تو سنئے اور ذرا توجہ سے سنئے جس زمانہ میں ملکۂ معظمہ مرحومہ کی الماس جوبلی کی دھوم دھام تھی تو میں نے اٹھارہ شعر کا ایک قطعہ نظم کیا اس کو چوب

حرفوں سے ایک عمدہ مخمل پر کڑھوایا حرف سب زردوزی اور جواہرات کے تھے ۱۲ سو نگینے سب تھے ۲۲ سو موتی اُن حرفوں کے اندر تھے اور لطف یہ رکھا تھا کہ مثلاً جہاں سرسبزی ملک کا فقرہ تھا اُس میں سب زمرد کے نگینے اور جہاں جوبلی کا لفظ تھا الماس اسی طرح موتی وغیرہ اپنی جگہ قرینہ سے تھے یہ جواہرات کے حرف اور زرنگار پردہ ایسا نظر فریب تھا کہ جس جوبلی والے دربار میں میں نے کمشنر صاحب کے سامنے مع بکس پیش کیا خود کمشنر صاحب اس کو کھول کر کھڑے ہو گئے دو ڈھائی سو میم انگریز بقیہ ہندوستانی جمع تھے ایک گھنٹہ تک بطور نمایش کمشنر صاحب لئے رہے اور تعریف ہوتی رہی ۔ کمشنر صاحب اور اکثر انگریزوں نے یہ کہا کہ اگر آپ حیدرآباد جائیے تو آپ کی بڑی قدر ہو اور یہ کہا کہ اگر آپ جائیے تو میں آپ کو بنام پلوڈن صاحب چٹھی دوں چنانچہ میں نے منظور کیا اور خرچ و زحمت کثیر کے ساتھ تین پردے چار پانچ مہینوں میں طیار کئے عجب اتفاق کہ بمبئی کے طاعون نے اور راہ کی دیکھا بھالی کے خیال نے چند روز یوں روکا اس درمیان میں ہمارے بھائی مولوی سید حسن رضا خاں صاحب نے وہاں حتے الوسع کوشش میری طلب کی حضور تک پہونچائی بھی اور میں نے بھی یہاں روسائے پٹنہ کی طرف سے اپنا ڈپلی گیٹ ہو کر جانے کا بندوبست بھی کیا مگر پھر جو درخواست ڈپلی گیٹ کے بارہ میں بلکہ تار بطلب اجازت خود مدار المہام صاحب اور پرائیوٹ سکرٹری صاحب

وزیرافواج صاحب و نواب محبوب یار جنگ صاحب کی خدمت میں مع نقل
اڈرسں بھیجے گئے تو جواب تک کسی نے نہیں بھیجا۔ میں بھی خاموش بیٹھا رہا
یہاں تک کہ حضور نظام کلکتہ تشریف لائے مجھے کمشنر صاحب ایک چٹھی بنام
سکرٹری فارن آفس اور ایک چھٹی بنام پرائیوٹ سکرٹری حضور وایسرائے
اس مضمون کی لکھ دی کہ حضور نظام تک ان کو پہنچا دیں تقدیر دیکھئے کہ جس دن
میں کلکتہ پہونچا اس کے دوسرے دن حضور نظام حیدرآباد روانہ ہونے کو تھے
فارن آفس کے سکرٹری نے تو بالکل بداخلاقی سے انکار کیا مگر پرائیوٹ سکرٹری
نے افسوس کے ساتھ عذر کیا کئی دن بعد حضور ویسرائے سے البتہ ملوا دیا اس
بکھیڑے میں سب ملاکر قریب تین ہزار روپیہ کے صرف ہو گئے وہ تینوں
چاروں پردے بھی کسی قدر دھرے دھرے میلے ہو گئے دنیا اسی کا
نام ہے کہ میاں داغ تو باوجود جہالت اور محدود غزل گوئی کے اس رتبہ کو
پہنچیں اور ہم باوجود ان کاوشوں اور خرچ کے اور باوصف اس کے کہ
ہمارے لوگ اور عزیز اس شہر میں موجود ہوں محروم رہ جائیں حد ہے کہ
اپنے تصانیف چھپوا نہ سکیں اور حسرت زندہ باد بیٹھے رہیں فاعتبروا یا اولی
الابصار میں نے جو حضور ملکہ کی خدمت میں وہ ہدیہ ارسال کیا تھا حضور ممدوحہ
نے اپنے قلم سے اس کی شکرگزاری لکھی تھی۔ میں نے اپنے تصانیف کے
چھپنے کے بارہ میں بے سبب تردد ظاہر نہیں کیا ہے ادھر میری حالت

زمانہ نے عجب افسوسناک بنادی ہے کیفیت مختصر یہ ہے کہ نصاب تعلیم کی کتابیں
جو میں لکھنے کو بیٹھا تو سترہ مہینے کامل اسی میں غرق رہا ہمارے پاس ایک
لالہ نوکر تھا اور ایک مسلمان مختار اور ان دونوں کو بسبب قدامت کے میں نے بچپن
سے نوکر رکھ کر خود تعلیم کیا تھا مختار اسی زمانہ میں دفعتہً فصلی عارضہ سے مرگیا
یہ لالہ رہ گیا چونکہ بچپن سے میرے پاس تھا مجھکو اپنے بیٹے اور بھائی سے کم
اعتبار اس پر نہ تھا تاہم حساب وکتاب وغیرہ خود جانچ لیا کرتا تھا جب میں
ان مشکل تصنیفوں میں پھنسا تو سارا گھر اسی پر چھوڑ دیا اور سترہ مہینے تک مطلق
گھر کو دیکھا تک نہیں جب کوئی ضرورت پیش آئی کنجی اس کے حوالہ کی جہاں سے
آمدنی آئی اُسی کے ہاتھ میں رہی اسی درمیان میں میرے لڑکے کی شادی
مقام بھاگل پور میں پیش ہوئی سارا انتظام اسی کے متعلق رہا اس وقت تک
وہ خائن نہ تھا یہاں تک کہ ایک چالاک کہارنی سے اس سے تعلق ناجائز
ہوگیا اور شب و روز شراب میں غرق ہوگیا مجھ کو اپنے تصانیف سے یہ بھی فرصت
نہ ملی کہ اس کی طرف توجہ کرتا یہاں تک کہ نقد و جنس سب ملا کر رفتہ رفتہ قریب
سولہہ ہزار روپیہ کے اس نے تصرف کر لیا اور میں بالکل مطمئن بے خبر رہا یہاں
تک کہ مجھکو تصنیف سے کچھ فرصت ملی اور اس پر بھی یہ ثابت ہوگیا کہ اب یہ
حساب وکتاب کے دیکھنے پر ضرور متوجہ ہوں گے گھبرا کر ایک دن یعنی اسی جون
گزشتہ میں دریا میں جاکر ڈوب گیا اور ایک عرضی میں مفصل اپنے غبن کی حالت

اور شرم کے سبب سے ڈوبنے کی کیفیت لکھ کر میرے ملازم کو دے گیا کہ چار گھنٹہ
بعد سرکار کو دے دینا جب اس کے ڈوب جانے کی شہرت ہوئی تب وہ عرضی بھی
ملی علاوہ نقد و جنس کے کمبخت نے اکثر ضروری کاغذات بھی خدا جانے کیوں اور
کہاں پھینک دیئے کہ اب تک کہیں پتہ نہیں ملتا ٹھیکہ داروں سے جعلی رسیدیں بنا
بنا کر پیشگی سال بھر مالگذاری وصول کر کر لی اب اُس نقصان کی بدولت میں چودہ
ہزار روپیہ کا قرض دار اور پریشان ہو رہا ہوں ایک روپیہ سیکڑے کے حساب
سود دینا ہوتا ہے اس لئے روزمرہ کے خرچ میں اس پیرانہ سالی میں تکلیف
ہے ایسی حالت میں کلیات وغیرہ کیوں کر چھاپا جائے اور وہ نصاب تعلیم جس
کا چھپنا سب پر مقدم ہے کیوں کر چھپے ایک اور نہایت ہی مفید ستر جزو
کی کتاب میں نے گویا مدت العمر میں جمع کی ہے جس میں ادب و شاعری کے
متعلق کوئی ایسی بات نہیں ہے جو چھوٹ گئی ہو عروض و قوافی و معنی و بیان
و تاریخ فن شاعری و ضرورتِ شاعری و اقسام نظم و موازنہ شاعری فارسی
و زبان ہائے یورپ و اردو وغیرہ غرض یہ کتاب ۱۹ ابواب پر مبتوب ہے اور
بہت دلچسپ او مفید ہے گر چھپے کیونکر اور کہاں سے - ایک کتاب اور بھی
بہت ہی مفید اور دلچسپ چالیس جزو کی مرتب ہے - اس میں ساڑھے تین سو
امرا و روسا و کملائے عظیم آباد کا تذکرہ اور بعض کا پورا لائف ہے اس کتاب
میں یہ التزام ہے کہ انہیں بزرگوں کا ذکر ہے جن کی زیارت سے بہرہ ور

ہوا ہوں مقدمہ کتاب میں بطور عام میں نے تین طبقے قائم کئے ہیں طبقہ اول میں ساٹھ برس سے اسی برس کی عمر والے ان کے رسوم اخلاق وضع طرز معاشرت طرز لباس وغیرہ طبقہ دوم میں چالیس برس سے ساٹھ برس تک والے طبقہ سوم میں بیس برس سے چالیس تک کی عمر والے ان کے اخلاق طرز معاشرت وغیرہ وغیرہ اور ہر زمانہ کا تفاوت وتغیر۔ جبر کر کے پہلا حصہ اس کا آج چھپنے کو بھیج رہا ہوں عجب نہیں ہے کہ بعض لوگ اس کے پیشگی خریدار ہو جائیں اس میں فوٹو دینے کا بھی قصد ہے۔

اب دوسری بات سنئے شروع شعبان میں اس شہر میں پلیگ کا آغاز ہوا پہلے ہی دفعہ سید محمد میر ابھتیجا یعنی سید امیر حسن خاں صاحب کا لڑکا جو سب طرح سے ہونہار لائق اور سب رجسٹراری کی سند پا چکا تھا دفعتہً مر گیا اس حادثہ سے جملہ اہل خاندانی تتر بتر ہو گئے میں بھاگلپور میں تین مہینے رہا اور برادر سید جعفر حسین صاحب مع عیال بنارس میں اور خود سید امیر حسن صاحب شیخپورہ میں۔ پھر تو پٹنہ کی جو حالت گذری آپ کو بذریعہ اخبار معلوم ہوا ہوگا یہ حالت شائد کسی زمانہ میں اس شہر کی نہیں ہوئی تھی ہماری غیبت میں بھی بقیہ جو کچھ میرے گھر میں تھا چوری ہو گیا۔ بعد تین مہینے کے جب کسی قدر امن ہوا تو میں شیخپورہ ہوتا ہوا یہاں آیا جس شب کو میں شیخپورہ وارد ہوا میرا اٹیچی کیس جس میں میری طلائی گھڑی و زنجیر طلائی بھی تھی جو گورنمنٹ نے خلعت خطاب میں میرا نام کندہ کر کے

عنایت کی تھی اور حضور ملکۂ معظمہ کی وہ شکریہ والی چٹھی جس پر حضور ممدوحہ کا خاص دستخط تھا وہ بھی تھی اور خدا جانے کتنی چٹھیاں اور کتنے حساب اور رسیدیں تھیں مع اشرفی و نوٹ و زرنقد وغیرہ وغیرہ چور اٹھا لے گیا سارا شیخوپورہ پولیس نے چھان مارا کہیں پتہ نہ لگا اب آپ اے میرے دل سوز بھائی ذرا دل میں سوچئے کہ میں کس حالت میں گرفتار ہوں کبھی اپنی تصانیف کے ڈھیر کی طرف دیکھتا ہوں کبھی قرض کی طرف کبھی بڑھاپے اور ضعف کی طرف۔ شہر بھر میں اب آشنا کوئی باقی نہ رہا کہ اس سے بیٹھ کر دل خالی کروں چار چار مہینے ایک ہی جگہ پڑا رہتا ہوں۔ اس وقت فضل خدا سے شہر اور اطراف شہر میں پچاس ساٹھ اچھے اچھے میرے شاگرد بھی ہیں مگر کس کام کے۔ حضرت استاد جنت مکاں کی وصیت یہ تھی کہ اس فن شریف کی آبرو کا ہمیشہ خیال رکھنا مگر مجھ کو تو دو طرح کی آبرو کے رکھ رکھاؤ کا سامنا ہے ایک اس فن کی آبرو دوسرے خاندان کی قدامت اور گورنمنٹ سے روشناسی اور آنریری مجسٹریٹی کا لئے دئے رہنا۔ ایسی حالت میں حیدرآباد ہو یا کسی اور جگہ کس قدر مجھ کو دوڑ دھوپ اور کوشش کی حاجت ہے لیکن آپ خود خیال فرمائیے گا میں کیونکر بلا کسی طلب یا ذریعہ کے جنبش کر سکتا ہوں فرض کیجئے کہ آنے کو چلا بھی آؤں تو صرف آنے جانے میں میرے سے آدمی کے ایک ہزار روپے صرف ہو جائیں گے بالفرض یہ روپے صرف بھی کروں مگر وہاں کی حالت جو سنی ہے اس سے تمام تر اندیشہ ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو یہ

محنت وزر بھی رائگاں جائے اور کسی امیر تک رسائی نہو بالفرض ہو بھی تو نتیجہ کچھ نہو اس میں تو شک نہیں ہے کہ کسی اہل علم با مذاق سے چند روز صحبت رہی خواہ میرا مولود یا مرثیہ اس نے سنا تو کیونکر کہوں اس پر اثر نہ ہوگا مگر خدا جانے ایسا اتفاق ہوگا بھی یا نہیں ۔ آپ خود جوہر قابل ہیں اور سب طرح سے خدا نے آپ کو ممتاز کیا ہے اور وہاں کے کل اُمرا اور ارکین سلطنت سے اور آپ سے ضرور ربط ہوگا اگر اب تک آپ کوشش سے کام لیتے اور یہ سب حالات اور مرثیوں اور مولود اور دیگر ضروری تصانیف کی کیفیت صراحت سے آپ کو معلوم رہتی تو اب تک میرے وہاں پہنچ جانے کی ضرور کوئی صورت نکل ہی آتی میری جس قدر کامیابی ہے وہ عین آپ کی اور آپ کے پدر بزرگوار جنت مکاں کا نام ہے خداوند کریم آپ کو اور آپ کے گھر کے لوگوں کو صد وبیس سال زندہ رکھے اور روزانہ روز افزوں ترقی دے آمین

میرے عزیز بھائی قبل اس کے کہ میری رحلت کا حال معلوم ہو اتنا تو کیجئے کہ حیدرآباد والے اتنا دیکھ لیں کہ عظیم آباد میں بھی کوئی ایسا باکمال تھا جسکی تعلیم کا ایک نمونہ علی محمد شاد ہے ۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ امیر مینائی اور داغ کے اکثر شاگرد اڈیٹر بعض اخباروں کے اور اکثر مضمون نگار ہیں پھر یہ بھی معلوم ہے کہ اہل دہلی و لکھنو کیسے متعصب ہیں کہ دوسری جگہ کے باکمال کو ابھرنے ہی نہیں دیتے اس پر بھی اُمرا ان دونوں کے شاگرد اور ہر طرح معاون

یہاں نہ کوئی اخبار اپنا دولت نہ کوئی امیر نہ مضمون نگار اس پر وطن عظیم آباد ۔
کسی گلدستہ میں بھی باوجود طلب وتقاضا محض اس خیال سے آج تک ایک شعر
بھی چھاپنے کو نہ دیا کہ گلدستوں میں ایک تو اپنے طور پر شعر انتخاب کر کے چھاپتے
ہیں دوسرے حفظ مراتب نہیں کرتے تیسرے رنڈیوں تک کے کلام چھپتے ہیں اور
میں پیرو اپنے استاد کا ہوں پھر بتائیے کہ میری ویسی شہرت کیوں کر ہو سکتی تھی
با ایں ہمہ جو کچھ ہوئی شکر ہے اب میں اس خط کو تمام کرتا ہوں اور معافی چاہتا ہوں
کہ فضول آپ کا وقت ضائع کیا اللہ تعالیٰ کوئی ایسی صورت کرے کہ میں حیدرآباد
میں حاضر ہوں اور مجلس یا مولود پڑھوں اور آپ وہاں اس بات کو دیکھ کر
خوش ہوں کہ میرے باپ کا ایک غلام اس فن میں کہاں تک پہنچ گیا اور مجھ
کو عین مجلس میں آپ کے شکریہ کا موقع ملے ۔ میرا لڑکا سید حسین سلمہ آداب عرض کرتا
ہے اور چچی صاحبہ کی خدمت میں بھی تسلیم بجالاتا ہے پھر بھی التماس ہے کہ مجھ کو
اب تو نہ بھولئے گا میں برابر منتظر آپ کے عنایت نامہ کا رہوں گا۔

مکرر التماس آنکہ نسبت پہلے کے آب وہوا کسی قدر درست ہوتی جاتی ہے
اللہ تعالیٰ رحم کرے ۔

دعا گو خاکسار
سید علی محمد شاد غفرلہ

۷ر نومبر ۱۹۰۳ء

—————(۴)—————

برادر بجان برابر فدایت شوم   مدتوں کے بعد آپ نے مجھ کو یاد
فرمایا اس کا کیا شکریہ ادا کروں ۔

ع جز این کہ بصدقِ دل دعائے بکنم

آپ شکوہ کرتے ہیں کہ میرے اخیر خط کا تو نے جواب نہ لکھا میں خفا ہو کر بیٹھ رہا کس کم بخت کو یاد بھی ہو کہ میں نے اس قدر خلاف قاعدہ کیا ہو گا میں برابر آپ کے حال کا جویا رہا کیا ہوں۔ حیدر آباد سے جو شخص پلٹ کر آیا میں نے سب کے پہلے آپ ہی کی خیریت اُن سے پوچھی۔ البتہ میرا گمان ہے کہ شاید آپ نے ایسا نہ کیا ہو گا ورنہ میرے تفصیلی حالات کی مجھ سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ آپ کا خط ایسے وقت مجھ کو ملا کہ مجھ کو چند دنوں سے تپ اور اور بھی کئی قسم کے امراض تھے۔ میں اپنی حالت ہی میں نہ تھا۔ اس پر بھی بیحد خوش ہوا اور سچ دا ایسا خوش ہوا جیسے برسوں بعد کسی کا مفقود الخبر بھائی مل جائے۔ برابر قصد کرتا رہا کہ جواب لکھوں مگر مزاج ہی درست نہ ہو تو کیا کروں۔ بس میں ایسا بیمار تھا کہ ایک ڈاکٹر ہر وقت میرے پاس رہتا تھا اور یوں مختلف اوقات میں کئی ڈاکٹروں کے مشورے سے نسخہ لکھا جاتا تھا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ بچ گیا وہ کم ساٹھ برس کی عمر ہے اور صرف ایک وقت آدھ پاؤ سے کم غذا ہے پھر ضعف نہو تو تعجب ہے۔

اب میری مختصر کیفیت سنئے کہ آج ۲۰ برس کا زمانہ گذرا کہ میر انیس مغفور یہاں جو آخر دفعہ تشریف لائے اور مولوی محمد یحییٰ صاحب وکیل بھی مجلس میں شریک ہوئے تو مولوی صاحب ممدوح نے بنظرِ طعن مجھ سے یہ کہا کہ میر انیس کی شاعری

کا کیا کہنا ہے مگر حیرت ہے کہ اس قدر نا مہذب اور بے صبری کے مضامین میر صاحب کیوں نظم کرتے ہیں اگر امام حسینؑ و اہلِ بیت ایسے ہی بے صبر تھے تو اس مذہب کو میرا سلام ہے وغیرہ وغیرہ۔

میں نے بہت سے جواب تو دئے مگر سچی بات تھی دل پر اثر کر گئی میں نے اپنے حضرت استاد مغفور جنت آرام گاہ سے عرض کیا کہ حقیقت میں یہ اعتراض کیسا ہے جب حضرت نے بھی تصدیق فرمائی تو ناچار خود میر مونس مرحوم سے بہ تفصیل عرض کیا کہ آپ حضرات تاریخ و حدیث سے کیوں تجاوز فرماتے ہیں انھوں نے میر انیس مرحوم سے یہ اعتراض بیان کیا میر صاحب نے جواب میں فرمایا کہ جو صاحب مجھ پر اعتراض کرتے ہیں خود چند بند نظم کر کے دکھائیں تو البتہ ورنہ میرے نزدیک تو ایک قصہ بے لطف باقی رہ جائے گا نہ اثر انگیز ہو گا اور نہ مبکی ہو گا پھر ایسے کلام کا کیا نتیجہ ہو گا غرض کہ یہ جواب پا کر مجھکو ہمیشہ کد رہی کہ کسی طرح سے میں حسب خواہ مرثیہ کہہ کر سنا دیتا مگر میں سچ کہتا ہوں کہ ۲۵ برس کامل روزانہ میں کچھ نہ کچھ نظم کرتا رہا مگر جب دیکھا تو پوچ لچر اس پر بھی دو چار بند سے زیادہ کبھی نظم نہ کر سکا آج بارھواں برس ہے کہ میں اپنے دیوان کی ترتیب دینے لگا حسب قاعدہ ایک مسدس بطور مرثیہ دیوان میں داخل کرنے کو کہنے لگا اس کے ایک سو بیس بند نظم ہو گئے میں نے یہاں کے بڑے بڑے مینا کاروں کو یہ کہہ کر

سنایا کہ میر انیس کا مرثیہ ہے سب نے تصدیق کی بلکہ یہ کہا کہ ان کے عمدہ مرثیہ کے بند ہیں تب اطمینان ہوا جب سے فضلِ خدا سے اب تک پچاس مرثیوں سے زیادہ نظم کر چکا ہوں اور کئی مولود بھی حسبِ خواہ نظم کئے چنانچہ سنہ ۱۸۹۶ء میں جب میں نے حسبِ قرار داد مجلس علی گڈھ مدرستہ العلوم میں مولود پڑھا ہے تو یوں جس قدر اس کی تعریف ہوئی غالباً نظم کی شاید ہی ایسی تعریف ہوئی ہو مولوی حالی صاحب مولوی شبلی صاحب خود سر سیّد نے پکار پکار کر کہا کہ آپ پر نظم کا خاتمہ ہے اور یہی اپنے اخبار انسٹیٹیوٹ گزٹ میں بھی چھاپا مسٹر ارنلڈ صاحب نے کہا کہ میں نے کئی ہزار کتابیں اسلام کے بارہ میں چند زبانوں میں پڑھی ہیں مگر یہ عمدہ مضامین آج تک نہیں دیکھے غرض جب یہ سب دیکھ لیا تو پھر میں لکھنؤ گیا وہاں میر خورشید علی صاحب مرحوم نفیس سے وہی باتیں کیں جو قبل میں میر مونس مغفور سے کی تھیں ابتدا میں حضرت بھی برہم ہوئے اور فرمایا کہ ممکن نہیں کہ تاریخی حالات میں یہ اثر ہو سکے جو ان مرثیوں میں ہے حضرت ممدوح یہ تو خوب جانتے تھے کہ میں شاعر ہوں اور کہنہ مشق مگر چونکہ دو ہی برس سے مرثیے کہنے لگا تھا ان کو یہ حال معلوم نہ تھا غرض میں نے چند بند یہ کہہ کر سنائے کہ اگر اسلوب یوں ہو تو کیسا ہے پہلے تو میر صاحب کو سخت حیرت ہوئی کہ کلام کس کا ہے جب یہ معلوم ہوا کہ میرا کلام ہے پھر تو جو کیفیت ان کی ہوئی بیان سے باہر ہے ہر چند میں نے قسمیں دیں ہاتھ جوڑے اور کہا کہ عدیم الفرصت ہوں

مگر پھر بھی ایک مجلس میر انیس مرحوم کی قبر پر اور ایک ان کے خاص گھر میں جہاں میر صاحب نے رحلت کی تھی زبردستی مجھ سے پڑھوائی کسی کو اطلاع نہیں دی تھی کیونکہ میں نے ہزاروں قسمیں دی تھیں اس پر لوگ جمع ہو گئے میر نفیس مرحوم ہر بند پر کھڑے ہو کر بلاتصنع کہتے تھے کہ والد مرحوم کی زبان سے بخدا کوئی فرق نہیں ہے اور پھر یہ بھی فرماتے رہے کہ والد مرحوم صرف مرثیہ فرماتے تھے اور یہ حضرت جملہ اصنافِ شاعری کے مالک ہیں اور سامعین سے مخاطب ہو کر بار بار یہ کہتے تھے کہ حضرات فخر کیجئے کہ ایسے باکمال کی زیارت آپ کو نصیب ہو گئی وغیرہ

میرے عزیز بھائی سید! یہ میں نے شیخی سے نہیں لکھا ہے بلکہ یہ مقصود ہے کہ محنت کا پھل انسان کو ضرور ملتا ہے ایسے وقت اگر میرے استاد مغفور زندہ رہتے (میں نے کئی مرتبہ دیکھا ہے کہ میر مونس مرحوم کی مجلس میں سے جب جب میرے استاد مغفور اٹھے اور میں ہمراہ چلا تو فرمایا کہ یہ کلام اعجاز ہے) اب فرمائیے کہ اگر حضرت ہوتے تو ان کی مسرت کس درجے ہوتی افسوس اس وقت تک نثر چھوڑ کر دو لاکھ شعروں سے زیادہ بعد تلف ہونے کے میرا کلام موجود ہے اگر میں تفصیل سے اپنے تمام تصانیف کا تذکرہ کروں تو ایک جزو سے زیادہ میں بھی نہ آئے گا اس سے قطع نظر کر کے دوسری بات عرض کرتا ہوں ۔

سال گزشتہ کسی نے ڈاک میں ایک کارڈ بید بادشاہ نواب صاحب کو
لکھ بھیجا کہ پورب والے شاعری کیا جانیں ساتھ اس کے چھ طرحیں ابھی درجے کی بھیجیں
کہ ان طرحوں میں غزلیں کہیں تو معلوم ہو۔ حضرت کو جلال آ گیا دھوم دھام کا
مشاعرہ کیا چار دن رات برابر مشاعرہ رہا اطراف وجوانب کے شعرا بلائے
گئے۔ میرے اوپر جو اصرار ہوا اس کا کیا بیان ہو خود برابر دو وقتہ آٹھ دن
آیا کئے کہ میں بھی شریک ہوں اگر میں انکار کرتا تو غالباً نہایت عداوت ہو
جاتی غرض عین مشاعرہ کے دن میں نے دو غزلیں طرح میں اور ایک قطعہ جس میں
فن شاعری کو بیان کیا ہے نظم کیا اور سب کے آخر میں پڑھوایا گیا دو ہزار سے
زیادہ خلقت جمع تھی خدا جانے کس قدر اثر ہوا مشاعرہ بھر نے اعتراف کیا
اور جس نے کارڈ لکھا تھا اس نے بھی ڈاک میں برابر چاروں مشاعروں پہ
ریویو کر کر کے بھیجنا شروع کیا چنانچہ اس نے لکھا کہ میں نے رامپور رحیم آباد لکھنؤ
دہلی سب جگہ کے اساتذہ کو سنا اور مشاعروں میں شریک رہا بخدا علی محمد شاد کا
جواب نہیں ہے مگر افسوس آپ حضرات کو قدر نہیں ہے خلاصہ یہ کہ میں روزانہ
طرح میں غزلیں کہتا اور آخر مشاعرہ میں پڑھتا رہا خدا نے بڑی آبرو رکھ لی اور
اسی مشاعرہ نے سب کے دانت کند کر دئے اور اب سب معترف ہو گئے
بید بادشاہ نواب صاحب نے سر مشاعرہ جوش میں آ کر فرمایا کہ اگر میں لطف علیخاں کا جنا
ہوں گا تو میر علی محمد صاحب کے ساتھ وہ سلوک کروں گا کہ لوگ دیکھیں گے غرض یہ

مشاعرے رجب میں ہوئے تب سے حضرت کا اصرار ہوا کیا کہ میرے کیان مجالس محرم پڑھئے میں نے کہا کہ میں ادنٰے غریب گھر میں پڑھتا ہوں آپ سے کیا عذر ہے اور شاید بنا صاحب سلمہٗ سے بھی عرصہ سے یہی کہتے آتے تھے کہ علی محمد شاد کو میرے مکان پہ پڑھنے پر راضی کر دو انھوں نے ان سے کہا تھا کہ اگر روپیہ دے کر پڑھوانا ہو تو آٹھ ہزار روپیے سے ہرگز کم نہیں گے کیونکہ ہم لوگ ان کو نیر سے ہرگز کم نہیں جانتے اور حضرت دو ہزار روپئے دیا چاہتے تھے مگر بخدا مجھ کو اس کی کچھ بھی خبر نہ تھی۔ اسی زمانہ میں میرا ایک موضع باقی مال گزاری میں نیلام ہو گیا تھا اور خریدار نیلام سے یہ طے ہوا تھا کہ ایک ہزار نفع اور دو شنبہ کو ملے تو البتہ واپس کریں گے انوار تک کوئی سبیل روپیے کی نہیں ہوئی تھی آج دو برس سے ہر اتوار کے دن صبح کو خدا بخش خاں صاحب اپنی بی بی کی غزلیں لایا کرتے ہیں کھانا وغیرہ یہیں کھاتے اور سہ پہر کو جاتے ہیں حسب معمول غزلیں پڑھنے لگے میں نے کہا کہ خاں صاحب آج معاف کیجئے میں متردد ہوں جب ان کو یہ حال معلوم ہوا تو چلے گئے اور بغیر میرے استمزاج کے بادشاہ نواب صاحب سے میری ضرورت ظاہر کی اسی دن بادشاہ نواب صاحب ایک ہزار کا نوٹ لے کر آئے اور ہزار اصرار کے ساتھ خلوت میں لیجا کر وہ نوٹ میرے قدم پہ رکھ دیا ضرورت بری بلا ہے میں نے لے لیا پھر بادشاہ نواب صاحب کلکتہ گئے اور وہاں سے مجھ کو لکھ بھیجا کہ میں نے اور میرے باپ نے اب تک مفت کسی سے نہیں پڑھوایا

ہے اگر آپ میری غربت کا خیال کر کے جو کچھ میں قدم پر رکھ دوں متوجہ کریں تو امام باڑہ حاضر ہے یہ خط پڑھ کر مجھ کو سخت ملال ہوا اور صاف لکھا کہ میں نے اور نہ میرے باپ نے آج تک ذاکری کے روپیہ لئے ہیں مجھ کو معاف کیجئے اور اسی دن کسی تدبیر سے دو ہزار روپیے کلکتہ روانہ کر دئے اتفاقاً میرے بھائی سید امیر حسن خاں صاحب مرحوم کا انتقال ہوا تھا پھول کی مجلس تھی سید خورشید نواب صاحب اور میر سید علی صاحب نے مجھ سے کہا کہ کیا آپ بادشاہ نواب صاحب کے مکان محرم میں پڑھیں گے میں نے کہا کہ پہلے قصد تھا مگر اب نہ پڑھوں گا تب خورشید نواب صاحب نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ اپنا امام باڑہ چھوڑ کر وہاں پڑھنا چہ معنی دارد میں نے کہا کہ مجھ کو عذر نہیں ہے بشرطیکہ اہتمام کیجئے اب سارے شہر میں یہ مشہور ہو گیا کہ علی محمد شاد خورشید نواب صاحب کیاں اس سال پڑھے گا جب اس کی خبر بادشاہ نواب صاحب کو ہوئی تو بتا صاحب کو تار پر تار دئے کہ آٹھ ہزار روپیہ حاضر ہیں جس طرح سے ممکن ہو علی محمد شاد کو میرے کیاں پڑھنے راضی کر دو اور خورشید نواب بھی گھبرائے کہ ایسا نہ ہو روپے کا لالچ کر کے میں راضی ہو جاؤں مگر میں نے قسم کھائی کہ اگر اب آٹھ لاکھ بھی دیں گے تو نہ پڑھوں گا تب سید بادشاہ نواب صاحب نے دولھا صاحب کو منتخب کر کے لکھنو سے بلایا دولھا صاحب کے پاس ایک تو سرمایہ میر نفیس صاحب کا دوسرے دو مرثیئے علی میاں صاحب کامل تخلص سے ایک ایک سو روپے کے خرید کر کے

یہاں ہمراہ لائے اور خود بادشاہ نواب صاحب دیوان محلہ مغل پورہ حاجی گنج
باقی پور گلزار باغ غرض کوئی ایسا نہ تھا جہاں روزانہ نہ گئے اور شرکت مجلس
اور دودھا صاحب کی تعریف میں دریا نہ بہائے ہوں تکلف یہ ہے کہ دس
پندرہ شخص تعریف کرنے اور رونے کے لئے مقرر ہوئے فی کس پندرہ روپے
دئے گئے ان میں ایک میرے شاگرد بھی تھے ساتھ اُس کے عین وقت پر
یعنی ٹھیک دو بجے مجلس کا وقت مقرر کر کے مجلس کو لڑا دیا پہلی اور دوسری
تاریخ کی مجلس تو میرے پڑھنے کی ایسی ہوئی کہ اللہ دے اور بندہ لے یعنی بجز
خورشید نواب صاحب اور ان کے اتباع کے اور کوئی نہ تھا مگر فضلِ خدا سے
تیسری تاریخ سے جو شروع ہوا اور اہل انگریزی دانوں اور مولویوں نے
جو تعریف شروع کی تو پھر خدا کے فضل سے نویں تک برابر یکساں رنگ رہا اور
وہ وہ مجلسیں ہوئیں جیسے میر انیس کے زمانے میں آنکھوں نے دیکھی ہیں الحمدللہ۔
میرے عزیز بھائی خیال کرو کہ ایک تو مجھ کو ذاکری سے کیا علاقہ
دوسرے ضعیف سنی، طرفِ مقابل جوان زور آور دوسرے ان کے گھر میں
کئی پشتوں سے یہ کام ہوتا آیا اسی پر معیشت منحصر پھر بادشاہ نواب صاحب
کی یہ تدبیریں اس کے ساتھ خورشید نواب صاحب کی بالکل خاموشی روپے
کے لالچ کے علاوہ وہ دودھا صاحب سنتے لائے ہوئے اگر خدا نے آبرو میری
رکھ دی تو کتنی بڑی بات ہے ہزار ہزار تدبیریں کیں مگر دودھا صاحب کا

وزن نہ ہوا یا این ہمہ روپیہ تو ان کو مل گیا مجھ کو بجز زبانی واہ واہ کے کیا نصیب ہوا۔ مئی کے مہینے میں بہ اصرار حضرات کلکتہ کلکتہ گیا تھا ایک مجلس نواب احمد علی خاں صاحب کے صاحبزادہ نواب یوسف علی خاں صاحب کیاں ایک مجلس مٹیا برج میں نواب بیگم مرشد آباد اور مرزا شجاعت علی صاحب کیاں ایک مجلس حاجی کربلائی کے امام باڑہ میں پوروں کیاں یہ تینوں مجلسیں بھی ایسی ہوئیں کہ آج تک لوگ یاد کرتے ہیں پھر مدرسہ عالیہ میں انسٹیٹیوٹ کی طرف سے ایک جلسہ بتقریب پزیرائی و خیر مقدم میرے ہوا وہاں ایک نظم پڑھی وہ چھپ گئی ہے ڈاکٹر راس صاحب پرنسپل صدر انجمن تھے بہت خوش ہوئے یہاں کی آمد و رفت میں بھی تین سو روپے اپنے پاس سے صرف ہو گئے حال میں ۱۹ رجب کو بنارس میں ایک مجلس کی گئی ایک پیش نماز صاحب میرے گھر کئی دنوں تک رہ کر باصرار مجھ کو لے گئے بنارس والی مجلس تو حقیقت میں یادگار تھی چار ہزار آدمی جمع تھے سن رسیدہ لوگ وہاں کے معترف تھے کہ میر انیس مرحوم کی مجلس بھی ایسی نہ ہوئی پھر وہاں ایک مشاعرہ بھی کیا گیا الحمدللہ اس میں بھی ایسی آبرو رہی جیسے کنور سکھراج والے مشاعرہ میں اس آمد و رفت میں بھی دو سو روپے خرچ ہو گئے سبب یہ ہے کہ سید حسین سلمہ کو اختلاج قلب کا عارضہ ہے ایک لمحہ میری جدائی گوارہ نہیں کرتا لطف یہ ہے کہ جب یہ چلا تو کھلائی وغیرہ سب ہمراہ ہوئے پھر سکنڈ کلاس خاص درجہ

لینا ہوتا ہے اور بالفرض وہاں پہنچکر دل نہ لگا تو جلد واپس ہونا پڑتا ہے ہزار
تدبیر کی کہ یہ عارضہ دفع ہو اب تک تو ممکن نہ ہوا بغیر اس شاہانہ سفر کے ناممکن
ہے کہ میں کہیں نقل وحرکت کر سکوں اب حالت میری معیشت کی سنئے تین سو
روپے ماہانہ جائداد بیچ رہی ہے وہ مدتوں قبل میں نے اسی لڑکے کے نام سے
لکھدی تھی بھاگلپور میں عمدہ بیگم ایک زردار نامی صاحب معاش عورت ہیں
ان کی دو بیٹیاں ہیں بڑی بیوہ ہے اس کی دو بیٹیاں تھیں دونوں کو واجد علی شاہ
مرحوم کے پوتوں یعنی قمر قدر اور آسمان جاہ کے لڑکوں سے بیاہ دیا چھوٹی
بیٹی کی چار پانچ بیٹیاں ہیں ایک کو معتمد الدولہ آغا میر کے پوتے سے کانپور
میں دوسری کو پورینہ کے راجہ کے بھائی سے بیاہا ایک کی نسبت میرے لڑکے
سے سید مہدی کشمیری جوہری لے کر آئے اور لڑکے اور کھلائی پر خوب روغن
قاز مل کر راضی کیا ہر چند میں نے سمجھایا مگر لڑکا اور یہ کم بخت کھلائی کسی طرح
سے ممتنع نہ ہوئی آخر وہیں شادی ہوئی عمدہ بیگم بال بال قرض میں گرفتار اب
جائداد برائے نام ہے غرض اس تقریب میں نو ہزار سے زیادہ میرے
خرچ ہوئے اور سب قرض لیئے ہوئے یہ امید موہوم وہاں سے کوئی نفع
بجز نقصان کے نہ ہوا بعد اس کے میرا لالہ بیس ہزار روپے کھا کر دریا میں
ڈوب کر مرگیا غرضکہ ان دو نقصانوں کے سبب سے اٹھارہ ہزار روپیہ
کا میں سودی قرض دار ہو گیا ہوں جان پر نوبت ہے کوئی صورت ادا کی

نہیں ہوتی ہے بجز اس کے کہ ایک عمدہ موضع فروخت کروں اس فروخت سے آمدنی بہت گھٹ جاتی ہے اس وقت میں آنریری مجسٹریٹ ہوں اور سب طرح کا پوزیشن بھی سنبھالنا ہے گاڑی گھوڑا خانسامان خدمتگاروں کے علاوہ زنانہ خرچ' اور آمدنی سود میں کٹتی ہے میری افسوسناک حالت کو کیا پوچھتے ہیں اس پر مرتبہ کہنا پھر صبح سے شام تک غزلوں کی اصلاحیں نواب سرفراز حسین خانصاحب وپس چیرمن سید خورشید نواب صاحب بنا صاحب مولوی بدرالحسن صاحب غرض سب ماشاء اللہ ۲۵ آدمی شاگرد ہیں سب کی غزلیں بنانا اور پھر آپ جانتے ہیں کہ ان سب صاحبوں کی غزلیں کیسی بنانی ہوں گی۔ چار پانچ برس ہوئے کہ بتقریب جوبلی ملکہ معظمہ میں نے ایک قطعہ نظم کر کے مخمل پر کارچوبی حرفوں میں اس کو بنوایا اور دو ہزار سے زیادہ سچے نگینے اور موتی اس میں لگائے وہ پردہ کے طور پر تیار ہوا عجب نظر فریب بنا بورڈلن صاحب کمشنر نے اور اور سب انگریزوں نے بیحد تعریف کی اور بورڈمن صاحب نے مجھ سے کہا کہ آپ حیدرآباد ضرور جائیے اور دنیا کو اپنے کمالات دکھائیے مگر اتفاق نہ ہوا یہاں تک کہ خود نظام حیدرآباد کلکتہ آئے تو بورڈمن صاحب نے پھر اصرار کیا میں نے جلدی جلدی ویسا ہی ایک خیر مقدم بنوایا اور کمشنر صاحب نے تین چٹھیاں سفارشی لکھیں ایک ویسرائے کے پرائیویٹ سکرٹری دوسرے فارن آفس کے سکریٹری تیسرے

لفٹنٹ گورنر کے نام اور یہ لکھا کہ علی محمد شاد ایسا ہے کہ گورنمنٹ کو اس پر ناز ہے میں نے اس خیر مقدم اور اس کے غلاف وغیرہ میں پندرہ سولہ سو روپیہ صرف کیا اور جلد کلکتہ روانہ ہوا مگر افسوس کہ نظام دوسرے دن حیدرآباد جانے والے تھے انگریزوں نے عذر کیا اور مجھکو جو غصہ آیا تو پھر کسی انگریز کے گھر نہ گیا وہ خیر مقدم وغیرہ سب پڑا سڑتا ہے۔ ان سب نقصانات کو ملاحظہ فرمائیے۔ نصاب تعلیم عربی و فارسی بطرز جدید ایسا جمع کر دیا ہے کہ بلامبالغہ تین ہی برس میں ایک لڑکا الف با سے صدرا تک پڑھ قادر اور عبارت عربی و فارسی بطور اہل زبان کے بےتکلف لکھ دے اس میں سات کتابیں ہیں کتاب مردم دیدہ کی آٹھ جلدیں ہیں اس میں اب تک کئی ہزار شخصوں کے (جن سے مجھسے صورت آشنائی ہوئی ہے) حالات درج ہو چکے ہیں اس کے مقدمہ میں ایک انقلاب عظیم کا بیان ہے۔ معین الشعرا ایک اور کتاب ہے ۱۹ بابوں میں جس قدر ضرورت شاعر کے لئے ہے سب علوم بہ صراحت و دلچسپی بیان کئے ہیں پھر یہ دکھایا ہے کہ اصل مذاق زبانِ اردو کا بہ مقابلہ زبان ہائے یوروپ و دیگر السنۂ مشرقیہ کیا ہے وغیرہ وغیرہ اور اور چند ضروری کتابیں ہیں۔

اب دیوان کو ملاحظہ فرمائیے کہ روز زمانہ بھر کا اصرار ہے کہ بہت جلد چھپنا چاہئے پھر مرثیہ اور مولود الگ ہیں اب فرمائیے کہ یہ سب کیوں کر چھپے اور کیا

ہو لوگوں پر اپنی حالت تمام ظاہر کرتے شرم آتی ہے۔

خیال کرنے کی بات ہے کہ داغ کے تو یہ مراتب ہوں اور میں اس حالت میں پڑا سڑا کرتا ہوں افسوس زمانے افسوس زمانے سال گزشتہ ایک دن یہی سوچ کر اتنا صدمہ بڑھا کہ خودکشی کر لی مگر رشتۂ حیات ایسا مضبوط تھا کہ بمجرد پھانسی کی رسی فوراً ٹوٹ گئی یہ تھی مختصر سی کیفیت۔

عزیز بھائی میں جب مر جاؤں گا تو خوب جانتا ہوں کہ سارے ہندوستان میں میرا ماتم ہوگا مگر مجھ کو کیا نفع آج کون میرے کام آتا ہے قصور معاف ہو آپ سے زیادہ میرا کون ہے حیدرآباد میں آپ سے اکثر امرا سے ربط بھی ہے اگر آپ چاہتے تو اتنا ضرور ہوتا کہ میں وہاں کے لوگوں کے خرچ سے حیدرآباد پہنچا ہوا ہوتا پھر جب میں وہاں پہنچ جاتا تو میرا کلام وغیرہ آپ کوئی صورت نکال لیتا مگر آپ پر بھی ابھی وہ اثر میرا نہیں ہے کیونکہ اتنے زمانہ میں جو ترقی میں نے کی ہے آپ اس سے کیا واقف ہیں لکھتے لکھتے جی گھبرا گیا خط کو تمام کرتا ہوں۔

لڑکی کے رحلت کرنے کا حال پڑھا قلق پر قلق ہوا اللہ تعالیٰ جلد نعم البدل عطا کرے بھائی میرے سات لڑکے پہلے مر چکے ہیں یہ آٹھواں ہے خدا اس کو زندہ رکھے صبر کیجئے صبر کیجئے اپنے گھر میں میری دعا کہیے اور یہ کہیے کہ سب سے بڑھ کر عورت کے لئے یہ ہے کہ شوہر اس سے رضامند ہو الحمد للہ خدا نے

یہ بات آپ کو دی ہے میرا بھائی وہاں تن تنہا ہے اس کی دلبستگی صرف آپ سے ہے اللہ تعالیٰ آپ کو زندہ و صحیح رکھے اور ایک فرزند دلبند جلد مرحمت فرمائے آمین۔

نورچشم سید حسین اور ان کی دولھن آپ کی خدمت میں تسلیم اور آپ کے گھر میں آداب عرض کرتے ہیں اس کے جواب کے بعد انشاءاللہ پھر جو خط لکھوں گا مفصل ہو گا۔

خاکسار
سید علی محمد شاد

(۵)

عظیم آباد — ۲۱ جنوری ۱۹۰۵ء

برادر بجان برابر روحی فداکم

گرامی نامہ پہنچا خداوند کریم آپ کو مع عیال عمر طبعی تک پہنچائے غنیمت ہے کہ آپ کبھی کبھی مجھکو یاد فرما لیتے ہیں۔ بخدا اب مجھ کو (اپنی قوم پر کیا موقوف ہے) خود اپنے آپ سے نفرت ہو گئی ہے۔ چالیس برس ہوئے جب میر انیس مغفور اس شہر میں آئے تھے اور مجلسیں پڑھی تھیں۔ مجھ سے مولوی محمد یحییٰ صاحب وکیل نے یہ کہا تھا کہ میر صاحب کی شاعری و کمال میں تو کسی طرح کا شک ہی نہیں ہے مگر خلاف صبر و استقلال و خلاف روایات صحیحہ اور لکھنؤ کی عورتوں کا بین وغیرہ کیوں نظم کرتے ہیں اگر زبان حال کہی جائے تو بھی ایسی زبان حال کب مقبول ہے۔ غرض میں نے میر مونس مغفور سے اس کو بیان کیا دو برس بعد میر مونس مرحوم زبانی

میر انیس مرحوم کے یہ جواب لکھ بھیجا کہ اگر محض تاریخ پر اکتفا کی جائے تو ہرگز موثر نہیں ہو سکتا بلکہ جو صاحب ایسا کہتے ہیں دس بند کہہ کر سنا دیں تب یہ کہنا قابل خیال ہو سکتا ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے میر انیس کی قدر دیکھی تھی کہ مجلسوں میں علماء و شعراء و رؤسا سب کے سب ان پر قربان ہوا کرتے تھے اور بڑے بڑے امرا و علما ان کی جوتیاں سیدھی کر دیا کرتے تھے۔ چار پانچ برس سے تو مجھ کو اپنی شاعری کی تکمیل کی دھن تھی ہی اور یہ چاہتا تھا کہ جس طرح سنسکرت و بھاکھا اور انگریزی اشعار مفید اور با اثر ہیں اسی طرح اردو اشعار کہے جائیں ایک انگریزی داں ذی علم اور ایک پنڈت کو نوکر رکھ کر روز ترجمہ عمدہ انگریزی اشعار اور سنسکرت و بھاکھا کے عمدہ مختلف مضامین کے ڈھیروں کا لکھ لیا کرتا تھا دن بھر تو درسی عربی علوم کی کتابوں کے مطالعہ میں مشغول رہتا تھا شب کو یہ ترجمے اور فارسی و عربی کے دیوان وغیرہ لے بیٹھتا تھا اور ان سب طرزوں میں طبع آزمائی کرتا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ اردو میں یہ طرز دل پسند کسی طرح حسب خواہ پیدا ہو جائے چنانچہ اس وقت تک بہت کچھ کامیابی ہو چکی تھی غرض پانچ چھ برس تک شاید ہی رات دن میں دو گھنٹہ سے زیادہ نہ سویا ضعف معدہ اور اختلاج قلب میں سخت طرح علیل رہا حتے کہ معالجوں نے صاف کہہ دیا تھا کہ اب اگر یہ کچھ نظم کریں گے یا کتاب کا مطالعہ کریں گے تو زندہ نہیں رہ سکتے مگر میں اپنی ہی دھن میں تھا اس پر مزید یہ کہ مرثیہ کی بھی دھن بندھی غزلوں اور اور تصنیفوں کے علاوہ

روزانہ دو چار بند بطریقہ خاص کہہ لینا ضرور تھا۔ غزلوں اور دوسری نظموں میں تو خیر ایک اندازِ خاص میں کسی قدر پختگی آگئی لیکن بیس پچیس برس تک مرثیہ کے بند اس قابل نہ ہوسکے کہ کسی کو سناؤں مگر کوشش سے باز نہ آیا چودہ برس ہوئے کہ ایک مرثیہ ڈھائی سو بند کا حسب خواہ نظم ہوگیا میں نے آغا مرحوم و علی مرزا صاحب وغیرہ احباب کے سامنے میر انیس کے نام زد کر پڑھا جب کسی نے نہ پہچانا تب نواب بہادر مرحوم نے اس کے لئے مجلس مقرر کی مولوی سید خیرات احمد صاحب وکیل نے مجلس میں اس کو پڑھا سننے اور پرانے خیالات والے ذی علموں اور عام و خاص نے خدا جانے کتنی تعریفیں کیں اور مولوی محمد یحییٰ صاحب میری پچیس برس کی جان فشانی اور کامیابی سے دنگ ہوگئے جب سات آٹھ مرثیے اور موزوں نظم کر چکا تو میر انیس زندہ تھے نہ میر مونس مگر میر نفیس مرحوم زندہ تھے لکھنؤ گیا اور میر صاحب کو سنایا گلے سے لپٹ لپٹ گئے میر انیس مرحوم کی قبر پر ایک مرثیہ مجھ سے پڑھوایا اور خود پیش خوانی پر مستعد ہوگئے جب میں مرثیہ پڑھ رہا تھا تو میر نفیس دو تین دفعہ کھڑے ہو گئے اور حاضرین کو مخاطب کر کے کہا کہ حضرات میرے والد مرحوم فقط مرثیہ میں کامل تھے آپ حضرات دیکھئے کہ مرثیہ میں علی محمد شاد نے بھی وہی زبان وہی کمال حاصل کر لیا ہے اس کے علاوہ تمام اقسام نظم پر ایسے حاوی ہو رہے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے آپ حضرات فخر کیجئے کہ ایسے باکمال اعجوبۂ زمانہ کو آپ حضرات نے دیکھا کہ

شاید اب دنیا ایسا باکمال پیدا نہ کر سکے گی وغیرہ وغیرہ ۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میر نفیس
مرحوم پر میرے کلام کا کیسا اثر ہو گیا۔ ۱۸۹۰ء میں مولوی حالی صاحب کے اصرار
سے میں علی گڈھ گیا اور سر سید کی طرف سے جلسہ مولود کالج میں قرار پایا۔ چھ
بجے شام سے دس بجے شب تک میں نے مولود پڑھا ان حضرات نے تو جو کچھ تعریف
کی اس کو کیا بیان کروں خاص کر مسٹر آرنلڈ صاحب نے اپنی اسپیچ میں یہ کہا کہ میں
نے سیکڑوں کتابیں حقانیت اسلام پر مختلف زبانوں میں پڑھی ہیں آج تک یہ
تازہ دلیلیں اور ایسے عمدہ فلسفیانہ مضامین نہیں سنے تھے وغیرہ وغیرہ ۔ یہ کچھ
کم فخر کی بات نہیں ہے کہ جناب مفتی صاحب اعلی اللہ مقامہ نے متفرق صحبتوں میں میری
غزلیں اور کلام سن کر بلا میری استدعا کے یہ عبارت میرے دیوان میں تحریر فرمادی
کہ "چنیں کلام فصیح بلیغ در زبان اردو دیدہ ونشنیدہ فخر ہا دارم کہ چنیں کاملے را بچشم
خود دیدم غزلیات را بر منابر در مساجد تواں خواندن"۔ اگرچہ یہ تعریفیں میرے
فخر کے لئے کافی ہیں مگر افسوس جب اپنے نزدیک میں اس قابل ہوا کہ ان تمام
ریاضتوں کا پھل کھاؤں تو کس نمی پرسد کہ بھیا کون ہے ۔ چار پانچ برس خوب
ہاتھ پاؤں ہلائے بہت کچھ خرچ کیا دوڑ دھوپ بھی کی مگر کوئی فائدہ نہ دیکھا تنگ آگر دو
کے پیچھے بھی محنت تمام کر دی آج بھی ماشاءاللہ چالیس پچاس موجود ہیں مگر کس
کام کے ۔ کلیات نظم غزلیات وغیرہ کلیات مراثی مولود ۶۵ مرثیے دو دو ڈھائی
ڈھائی سو بندوں کے دس مثنویاں پندرہ سو رباعیاں قومی منظومات بھاشا

فارسی عربی وغیرہ زبانوں میں نظمیں تین تاریخی ناول ایک نصاب تعلیم عربی و فارسی وار دو جس میں سات کتابیں ہیں ساڑھے تین برس میں لڑکے کو عربی و فارسی کا جید فاضل زبان داں بنا دیتی ہیں۔ ذخیرۃ الادبا جس میں ۱۹ ابواب ہیں عروض و قوافی معنی و بیان بطور جدید موازنہ مذاق شاعرانہ یورپ فارسی و عربی و اردو وغیرہ اہل زبان کی تعریف متروکات کی بحث اور خدا جانے کتنے فوائد اس میں ہیں کتاب مردم دیدہ کی سات جلدیں جس میں قریب بارہ سو ملاقاتیوں کا ذکر ہے اور کس کس کا نام لوں علاوہ اگلی تصنیفوں کے یہ سب ذخیرہ پڑا سڑ رہا ہے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ پہلے ہزار ہا روپے صرف کر چکا ہوں اور کتابیں مفت بانٹ بانٹ دیں اب سولہ برس سے جو کچھ کہتا ہوں چھپوانا کیسا چھپاتا ہوں۔ کسی کی محنت رائگاں نہیں جاتی ایک وقت ضرور ان چیزوں کی قدر ہو گی گر میں نہ ہوں گا۔ داغ کی طرف دنیا ٹوٹی ہوئی ہے دیوان اول ملاحظہ فرمائیے ؎

حوروں کا انتظار کرے کون حشر تک — مٹی کی بھی ملے تو روا ہے شباب میں

جب سوال وصل پر کرتا ہوں ضد — ڈر کے کہتے ہیں کہ ہم اچھے نہیں

شیطان بھاگتا ہے محمد کے نام سے — کیا ذکر اس ذلیل و پلید و خبیث کا

وغیرہ وغیرہ ایسے فحش مضامین کے بجز زنڈی بازیوں اور فسق و فجور کے اور کیا ہے مگر اچھے اچھے فہمیدہ با مذاق بھی ادھر نظر نہیں کرتے استعداد علمیہ

وشاعری کی حالت ظاہر۔ ذہانت طبع وکثافت نسب وبدی اخلاق عیاں۔
مگر حیدرآباد بھی کیا جگہ ہے جب ان امور پر غور کرتا ہوں تو میرے دل کی جو حالت ہوتی ہے میں ہی جانتا ہوں۔ میں ناشکری نہیں کرتا ہوں پندرہ برس اُدھر جب تک میں زندہ تھا فضلائے یورپ وسخن سنجان ہند نے ایسی ایسی داد مجھے دی کہ شاید ہی کسی کو نصیب ہو سکے بااین کہ پندرہ برس ادھر کے تصانیف سے اور اب سے زمین وآسمان کا فرق ہے اگر ان تمام ذخیروں کو شائع کیا جاتا تو خدا جانے انصاف طبع کیا کچھ مجھکو نہ سراہتے مگر ہندوستان کا رنگ دیکھکر اب مطلق یہ دل نہیں چاہتا کہ کسی چیز کو شائع کروں جب میں مرثیہ کہنے ریاضت ہائے شاقہ کر رہا تھا تو بخدا میرے دل میں ہرگز یہ بات نہ تھی کہ میں اپنے کمال کو اوزاص کر کے مرثیوں کو ذریعہ معیشت بناؤں گا بلکہ یہ سوچ لیا تھا کہ اگر مجھ کو حسب خواہ مرثیوں میں کامیابی نصیب ہوگئی اور دو تین گھنٹہ تک ممبر پر حسب خواہ پڑھ بھی سکا تو مختلف شہروں میں بشرطیکہ وہاں کے ارکین نے اشتیاق ظاہر کر کے مجالس کا اہتمام بھی کیا تو جا جا کر مجلس پڑھوں گا اور ان تازہ ترکیب کے فلسفۂ مذہبی کو پھیلاؤں گا ایسے موقع میں اگر خرچ سفر چندہ کر کے یا اور کوئی معقول ترکیب سے کوئی دے گا تو لینے میں مضائقہ نہ کروں گا کیوں کہ ہر دفعہ اپنے ہی پاس سے برابر یہ خرچ بھی کروں گا تو کیوں کر نبھ سکے گا مگر یہ بھی مجھ کو گوارا نہ ہوا۔ جب مجھ پر یہ ثابت ہوگیا کہ اب مرثیے حسب خواہ ہیں اور بعض دو دو تین تین

مجتہدین نے بھی یہ فرمایا کہ اب ان مرثیوں کو مختلف بلاد میں خود جاکر شائع کرنا تم پر واجب ہوگیا ہے ورنہ گنہ گار ہو گے تو صاحب گنج میں مولوی سید خیرات احمد صاحب اور کلکتہ میں نواب بیگم صاحبہ مرشد آباد نے اور وہاں کے حضرات بوروں نے اور بنارس کے نواب صادق علی خاں صاحب نے بڑے بڑے اہتمام سے مجالس مقرر کئے اور میرے لانے کو لوگ روانہ کئے میں ان سب جگہ گیا مجلسیں خوب خوب پڑھیں چار چار یا پانچ پانچ ہزار آدمیوں تک مجمع ہوا ان صاحبوں نے خرچ سفر کے نام سے ہزار ہزار روپیہ تک دینے کا قصد کیا اور میرے ہر سفر میں معمولی سے کہیں زیادہ خرچ بھی ہوا کرتا ہے کیوں کہ بغیر سکنڈ کلاس رزرو کئے میں نہیں جا سکتا اور دو چار احباب ایسے ہیں کہ مجھ کو چھوڑتے نہیں ہیں ان سب امور کو پیش نظر رکھ کر مجھ کو خرچ دیا گیا مگر مجھ کو شرم آئی اور بڑے اصرار سے واپس کر دیا۔ مگر ادھر چار برس ہوئے کہ مجھکو تصانیف میں بیحد مشغول پاکر رام بہادر لال میرا کارندہ ہزار کا غبن کر کے خود جاکر دریا میں ڈوب کر مر گیا۔ ایسی سخت زیر باری ہوئی کہ اب ایسے سفروں کا متحمل نہیں ہوں لاہور سے خدا جانے کس قدر اصرار ہو رہا ہے دہلی سے احباب مصر ہیں مگر میں حیران ہوں کہ کیا کروں اگر جاتا ہوں تو ایک ہزار روپیہ آمد و رفت میں خرچ ہوں گے مانگنا مجھ سے ممکن نہیں اور لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ میں قبول نہ کروں گا اسی گو مگو میں ہوں اور یہ سمجھتا ہوں کہ جب تک خود

ہر جگہ جا کر اپنے آپ کو نہ دکھاؤں کوئی کیونکر مجھ سے پوری طرح آگاہ ہو سکے گا علاوہ اس کے ان مرثیوں کو پھیلانا مجھ پر شرعاً واجب بھی ہے۔ بورڈلین صاحب سابق لفٹنٹ گورنر بنگال اور بولٹن صاحب سکرٹر نے مجھ سے خود کہا تھا کہ اگر تم حیدرآباد جاؤ تو میں خطِ سفارش لکھ دوں گا اسی خیال سے میں نے کئی سو روپیہ خرچ کر کے ایک مخملی پردہ پر جواہر نگار حرفوں کے تہنیت نامہ کو مرتب بھی کیا مگر ناگفتہ وجوہ سے وہ قصد رہ گیا۔ اور اب ویسے روشناس اور میرے اچھی طرح سے پہچاننے والے حکام یہاں نہیں رہے پھر بغیر کسی کی تحریک کے خود چل کھڑے ہونا اور کم سے کم پندرہ سو روپیہ اس سفر میں خرچ کر دینا درآں حالیکہ حیدرآباد کا حال ظاہر ہے کون سی عقل کا کام ہے ہاں یہ ممکن تھا کہ وہاں کے چند اعزہ و روشناس مجھ کو بلاتے آپس میں دو چار سو روپیہ کا چندہ کر لیتے تب بھی میں اپنے پاس سے بقیہ خرچ گوارا کر کے دو چار ہفتوں کے لئے چلا جاتا۔ کہنے کے لئے یہ بات ہوتی کہ وہاں کے اراکین اور قدر شناسوں نے چندہ کر کے سفر خرچ بھیجا ہے یہ بات میرے اور ان سب صاحبوں کی وقعت اور نام کی ہوتی ایسے موقع میں میں وہاں کے خطوط حکام کو دکھاتا اور مستدعی ہوتا کہ آپ بھی (جو کچھ مجھ سے واقف ہیں) خطوط میں درج کر دیجئے اور یوں بلاوجہ نہ اس قسم کے حکام ہیں اور نہ میں استدعا کر سکتا ہوں۔ تیسرے سال کلکتہ مدرسہ کے مسلم انسٹیٹوٹ کے سالانہ جلسہ

میں میں بلایا گیا میری پذیرائی کا اہتمام بلیغ کیا گیا ڈاکٹر راس صاحب پرنسپل صدر انجمن تھے سید محمد خاں صاحب ڈپوٹی کلکٹر نے میرے انٹرڈیوز کروانے کے لئے ایک طویل اسپیچ کیا اور کہا کہ علی محمد شاد وہ شخص ہے کہ جو لوگ اس باکمال سے ناواقف محض ہیں ان کو اپنی قسمت پر رونا چاہیئے آج نہ فقط سرزمین بنگالہ بلکہ سارے ہندوستان کو اگر کسی باکمال پر فخر ہو سکتا ہے تو وہ علی محمد شاد ہی ہیں۔ میں ہندوستان کے ناموں سے خوب واقف ہوں ان کے مقابلہ میں آفتاب اور ستارے کی بھی مناسبت نہیں ہے وغیرہ وغیرہ ایسی ایسی تقریریں نہ فقط ہندوستان ہی کے باوقعت بزرگوں نے مختلف جلسوں میں کی ہیں بلکہ بعض یورپین واقف کاروں تک نے بہت کچھ کہا ہے مگر نتیجہ کیا ہوا۔

اب میں ایک سال سے گویا گوشہ نشین ہوں شہر میں ایک شخص بھی ایسا زندہ نہیں رہا جس سے مل کر دل خوش ہو سکے اصلاح کے لئے بیشتر سید خورشید نواب صاحب سرفراز حسین خاں صاحب نظیر میاں میر عنایت حسین وغیرہ وغیرہ آیا کرتے ہیں اور مجبوراً اصلاح بھی دیا کرتا ہوں سید خورشید نواب صاحب کی فرمایش جان مارتی ہے ہولی ٹھمریاں جیت وغیرہ تک کی نوبت آتی ہے اب چونکہ شہر میں مارواڑیوں کا دور دورہ ہے ان کی شادیوں کے رقعہ انھیں کی اردو زبان میں لکھ کر تصنیف کر دیا کرتا ہوں مگر اب یہ حالت ہے کہ جب مرثیے کے لئے قلم اٹھاتا ہوں تو برائے چہ اور برائے کہ" کہہ کر قلم رکھ دیتا ہوں۔ اپنی حالت

یہ ہے ؎

پیری کی اک امید بندھی تھی وہ آ چکی　　موت آکے اپنی شکل بھیانک دکھا چکی
افسوس چشم شوق بصارت گنوا چکی　　طاقت مرے بدن سے ہمیشہ کو جا چکی
چپ ہو کے ہوں گا زمزمہ پرداز حشر میں　　سن لو کہ پھر سنو گے یہ آواز حشر میں

اس عمر کے اب ساٹھ برس ہو گئے کامل　　ہر چیز ہے اب اپنی نظر میں خط باطل
اب عمر رواں کاٹ چکی اپنے مراحل　　کہتا ہے جرس چونک کہ نزدیک ہے منزل
بستر بصد اندوہ ہمارا کہیں ہو گا　　بیشک اسی جنگل میں اتارا کہیں ہو گا

آج کی غزل کا یہ مطلع بھی حسب حال ہے ؎

خضر کیا ہم تو اس جینے میں بازی سب سے جیتے ہیں
دم اب اکتا گیا اللہ اکبر کب سے جیتے ہیں

میں نے یہ خط آپ کو نہیں لکھا ہے بھائی سمجھ کر جو کچھ دل میں آ گیا گھسیٹ دیا ہے معاف فرمائیے گا۔

سنتا ہوں کہ حضور نظام خلد اللہ ملکہ کلکتہ تشریف لائے ہیں مگر مجھ کو کیا۔ اگر میری کچھ بھی رسائی ہوتی تو میں ادرس و تہنیت نامۂ خیر مقدم حاضر کرتا۔ آپ نے جس پرچہ کے لئے مجھ کو خبر دی ہے وہ اب تک میرے پاس نہیں آیا۔ ہر چند دل سخت کبیدہ ہے لیکن آپ کے ارشاد کی تعمیل بھی ضرور ہے سید سلمہ آداب عرض کرتے ہیں اپنی دلہن سلمہا کو دعا اور صاحب زادی سلمہا کو دیدہ بوسی۔

بہ پایاں آمد ایں دفتر حکایت ہمچناں باقی بصد دفتر نشاید گفت حسب الحال مشتاقی

خاکسار
سید علی محمد شاد

(۶)

۲۳ جنوری ۱۹۰۶ء عظیم آباد۔ پٹنہ

برادر صاحب گرامی قدر مکرم برلوران دام عنایاتکم

تسلیم و دعائے ترقی عمر و اقبال مدت سے آپ کے مزاج مبارک کا حال نہیں معلوم ہوا نہایت جی لگا ہوا ہے اور سنجداب دیکھنے کے لئے دل تڑپتا ہے میں بافصل کلکتہ گیا تھا وہاں ایک مجلس مولود پڑھنے کو عزیز از جان سید نصیر حسین خاں سلمہٗ نے بلایا تھا خدا کے فضل سے ایسا مولود ہوا کہ لوگ کہتے ہیں کہ کلکتہ میں کبھی ایسا مولود نہیں ہوا میں نے تین گھنٹہ اپنا نیا کہا ہوا مولود پڑھا ہزاروں آدمی جمع تھے جن میں ڈیڑھ سو بی۔ اے وام۔ اے تھے لوگ بہت پریشان کرتے ہیں کہ حیدرآباد جا کر وہاں مجلسیں پڑھو اور محرم بھی قریب ہے مگر جب تک کوئی دل سوز تحریک نہ کرے خود جانا نہایت برا معلوم ہوتا ہے افسوس ہے کہ جب بورڈلن صاحب نے سفارش کر دینے کو کہا تھا نواب صاحب مرحوم نے جانے نہ دیا۔ آپ اتنے دنوں سے وہاں تشریف رکھتے ہیں کیا کسی تدبیر سے مجھ کو نہیں بلا سکتے افسوس ہے کہ آپ نے میرے مرثئے اور میری مجلسیں پڑھنا نہیں سنا تین سال تک عشرہ بھر میں سید خورشید نواب صاحب کے یہاں پڑھا کیا اس سال بالکل قصد نہیں ہے ہمارے ان کے

صفائی نہ رہی یہ مجلسیں یادگار ہوئیں جیسی مجلسیں آپ نے میر مونس مغفور کی دیکھیں ہیں اس سے کم نہیں ہوئیں کاش محرم میں حیدرآباد آنا ہو اور مجلسیں پڑھوں کوئی تو تدبیر کرنا ضرور ہے خدا آپ کو تندرست اور زندہ رکھے۔ میری بہو اور لڑکا تسلیم کہتے ہیں اپنے گھر میں میری دعا فرماویں بچے عمر کم طویل وعدہ کم ذلیل۔

مکرر میں ان دنوں میر انیس مرحوم کی سوانح عمری لکھنے میں مشغول ہوں اگر آپ ایسے کا نام بتائیں کہ اس سے مدد ملے تو نہایت احسان ہوگا۔ فقط

دور افتادہ دعاگوئے شما
سید علی محمد شاد

(۷)

اخوی گرامی قدر والا دودمان روحی فداکم

تسلیم با تکریم و شوق دیدار و دعائے ترقی حیات۔

قاصد رسید و نامہ رسید و خبر رسید ۔۔۔ در حیرتم کہ جان بہ کدامی کنم نثار

عزیز تر از جان اہلبیت نشان مولوی احمد خان اسسٹنٹ کمشنر پٹنہ آپ کے لفافہ کے پہنچنے کے تھوڑی ہی دیر قبل میرے پاس دیر سے بیٹھے ہوئے تھے افسوس ہے کہ آپ کا لفافہ تھوڑی دیر قبل نہ پہنچا ورنہ وہ بھی فائض بہ مطالعہ ہوتے۔ میرا خدا جانتا ہے کہ اس کے پہلے جو میں نے آپ کو خط لکھا ہے تو محض خلوص اور محض شوق دیدار کے جوش میں اور سبب یہ ہوا کہ میں میر انیس مغفور کی سوانح عمری لکھ رہا ہوں یہ ایسا دریا ہے کہ بیان میں نہیں آسکتا اور آپ سے اس کے مشکلات

اور وسعت کو بیان کرنا بھی بے سود ہے کیونکہ مجھ سے کہیں زیادہ فضلِ الٰہی سے
آپ اُس کو جانتے ہیں۔ بہرکیف میں اُس مقام کو لکھ رہا تھا کہ میرے اُستادِ اعلیٰ اللہ
مقامہ میر مونس مرحوم کی مجلس میں تشریف رکھتے تھے اور میر صاحب ممدوح
حضرت کی طرف متوجہ ہو کر بار بار مخاطبت کرتے جاتے تھے اور مرثیہ پڑھتے
جاتے اور حضرت حسبِ معمول ذرا زیادہ متلذذ ہوتے اور رعمدہ تر مضمون پاتے
تو واہ میر صاحب کا کلمہ ارشاد فرماتے اور میر مونس مرحوم اُس مختصر تعریف کو
بھی اپنا سرمایۂ ناز جان کر برخلافِ عادت سلام کرتے اور "حضور کی مرحمت
اور حضور کی تعریف میرے لئے آرزو" وغیرہ الفاظ کہتے جاتے تھے
میں دست بستہ حضرت اُستاد علیہ الرحمہ کے سامنے حاضر تھا مجھ سے حضور لفظوں
اور مضامین کے محامد آہستہ آہستہ ارشاد کرتے جاتے تھے جب مجلس تمام ہو گئی
اور حضور ممدوح وہاں سے چلے تو میں ہم رکاب تھا راستہ میں چونکہ میرے
اوپر مرثیہ کا بیحد اثر تھا میں نے جراءت کر کے عرض کیا کہ ایسا کلام حدِ اعجاز کو
پہنچا ہوا معلوم ہوتا ہے اور ناممکن ہے کہ دوسرا ادا کر سکے سن کر خاموش رہے
جب دروازہ تک میں نے پہنچایا اور حضور کوٹھے پر تشریف لے جانے لگے اور
میں آداب بجالا کر اپنی گاڑی پر سوار ہو چکا تھا تو آدمی سے ارشاد ہوا کہ دیکھ لڑکا
کدھر گیا پکار پکار کہ ضرورت ہے میں اُتر پڑا اور حضور کے ہمراہ کوٹھے پر گیا تو
حضور چوکی پر سے فارغ ہو کر آ بیٹھے اور ارشاد کیا کہ ہاں تم نے ابھی کیا کہا تھا

میں نے اعادہ کیا تو فرمایا کہ کیا تم کو مرثیہ کہنے کا بہت شوق ہے میں نے نہایت ہی یاس سے عرض کیا کہ حضور یہ دولت کیوں کر نصیب ہو سکتی ہے دل تو جانتا ہے کہ سلطنت ملے تو نہ لوں اور یہ ملے تو مقدم جانوں ٹھنڈی سانس لیکر فرمایا کہ افسوس ہے اس وقت میں زندہ نہ رہوں گا مگر جو لوگ زندہ رہیں گے وہ دیکھیں گے خدا نے چاہا تو میں چند ایسی صورتیں تم کو بتاؤں گا کہ تم اگر مشق کروگے تو ضرور یہاں تک پہنچو گے اس کے بعد سے حضرت نے ایسی ایسی باتیں تعلیم فرمائیں کہ وہ آج میرے لئے اکسیر کا کام دے رہی ہیں۔ میں نے اس سوانح عمری میں گو کہ یہ کل مضامین تو نہیں لکھے مگر بعض حصہ اس کا جب لکھا تو حضرت کے ذکر میں آپ کا ذکر ضروری سمجھ کر لکھنے لگا خدا جانتا ہے کہ آپ کی تصویر سامنے کھڑی ہوگئی وہ جوانی کی صورت زیبا وہ رنگ صبیح وہ چہرہ کی بشاشت وہ طرز کلام وہ جامہ زیبی غرض سب چیزیں یک دفعہ سامنے آگئیں اسی کے بعد میں نے آپ کو خط تحریر کیا البتہ میں نے ضرور یہ جراءت کی کہ آپ کو اپنے حال پر متوجہ کیا اور غالباً یہ بھی لکھا کہ اگر ایک بھائی کسی جگہ موقع پاتا ہے تو اپنے پیرانہ سال بھائی اور اپنے باپ کے نام لیوا کی جس نے ایک ہی کام میں عمر گزار دی ہو اور عزت و جان و دولت و صحت سب کچھ اس کے نذر کیا ہو کیونکر بھول سکتا ہے میں نے کھرنی کا درخت بویا تھا اور آپ کے پدر بزرگوار نے پانی سینچا تھا اب وہ کھرنی کا درخت

اتفاقات روزگار اور محض خدا کی مہربانی سے بڑا ہوا اور پھلا تو پھل کھانا نصیب نہیں ایک جگہ حیدرآباد البتہ تھی مگر وہاں میرا بجز تم ایسے نوزگاہ کے اور کون ہے وغیرہ۔

میں البتہ یہ ضرور طبعی طور پر متمنی ہوں کہ ایک دفعہ حیدرآباد جانا اور اگر محرم کے عشرہ میں ہو تو کیا کہنا میرے وہاں جانے آنے میں ایک ہزار روپیہ سے کم خرچ نہیں معلوم ہوتا اس لئے سخت مجبوری ہوتی ہے۔ رزیڈنٹ صاحب کے نام چٹھی ممکن ہے کہ کمشنر صاحب موجود گو کہ مجھ سے اور ان سے صرف ایک ملاقات ہے لکھ دیں۔ کئی مہینے ہوئے کہ موجودہ لفٹنٹ گورنر صاحب یہاں آئے ہوئے تھے اور مجھ کو ایک دوست نے مرشدآباد سے یہ لکھا تھا کہ نواب بہادر مرشدآباد باصرار آپ کو بلایا چاہتے ہیں اور واقعی یہ بات سچ بھی تھی میں نے لفٹنٹ گورنر صاحب سے یہ ذکر کیا کہ غالباً مرشدآباد جانا ہو مگر نواب بہادر میرے شناسا نہیں ہیں اور لفٹنٹ گورنر نے ایک چٹھی بنام نواب بہادر اسٹرڈیوزکی لکھ دی گو کہ جب میں اس دفعہ کلکتہ گیا اور دربار وغیرہ میں مرشدآباد کے ولیعہد صاحب کو دیکھا تو سخت نفرت ہوگئی کہ اگر دس کرور روپیہ ملیں تو میں نہ جاؤں عجب بے ترکیب اور نامہذب ہیں اور نواب بہادر شخص معطل ہیں میں ڈرا کہ ایسا نہ ہو بے لطفی ہو۔ لکھنو وغیرہ کے قدیم و جدید جتنے مرثیہ گو تھے اور ہیں سب نے بعوض اظہار صبر اہل بیت و نشانِ اہل بیت و صحت

واقعہ کے نفس بیان میں ایسی باتیں رکھی ہیں کہ غیر مذہب والے اگر اخلاقی طریقہ سے دیکھیں بجز تعجب کے اور کیا کہیں کہ امام حسین جب بے صبر تھے تو پھر تعریف کیا ہوئی میں نے یہ التزام رکھا ہے کہ مذہبی فلسفہ اور واقعہ اصلی سے تجاوز نہ کروں کیونکہ گناہ و شماتت ہے اسی لئے ہر طبقہ کے اہل علم خصوص نئے تعلیم یافتہ حد سے زیادہ پسند کرتے اور ترجیح دیتے ہیں مگر افسوس اس کا ہے کہ اگر میرا کوئی مددگار ہوتا اور جو موقع مرزا داغ کو ملا اگر مجھ کو ملتا تو میں غزلوں میں ہو یا مرثیوں میں بقدر اپنے حوصلہ کے محنت کرتا کتابوں اور تصانیف کا ڈھیر اور غزلوں اور مرثیوں کا انبار ہے اور میں ہوں اللہ اللہ

آپ نے اپنے گھر میں کی دوراز حال علالت کا حال لکھا ہے میں جب میاں بی بی میں ماشاء اللہ یہ درجہ پاتا ہوں جو خدا کے فضل سے آپ میں پاتا ہوں تو نہایت شکر کرتا ہوں کیونکہ میاں بی بی کے یہی معنی ہیں کہ من تو شدم تو من شدی الخ۔ اللہ اور زیادہ کرے لیکن بظاہر اسباب مجھ کو یقین ہے کہ آپ کی دلہن ماشاء اللہ ہوشیار باسلیقہ اور آپ کی آرام دینے والی اور نہایت ہمدرد ہیں ورنہ آپ کے مزاج میں اور اتنا اثر پیدا ہو کبھی گمان نہ تھا جو شخص لاڈ میں پلتا ہے وہ خود نازک مزاج اور معشوق طبع ہوتا ہے اور آپ بھی یوں ہی پلے ہیں اللہ تعالے دونوں میاں بی بی اور بچہ کو عمر طبعی کو پہنچائے اور عافیت و نشان و شکوہ سے رکھے آمین۔

میں آج کمشنر صاحب کیاں گیا تھا رستہ میں عزیز از جان مولوی احمد علی

خان صاحب سے ملاقات ہوئی تو آپ کے لیکچر کا حال بیان کر دیا ابھی پورا میں نے دیکھا نہیں ہے مگر جہاں تک دیکھا ہے ہر بن مو سے دعا نکلتی ہے اور ناز کرنے کو جی چاہتا ہے دیکھنے کے بعد تفصیل سے التماس کروں گا۔ اگر حیدرآباد میں آپ مجھ کو بھول گئے تو اتنا یاد رکھئیے کہ آپ کے والد ماجد رضوان اللہ علیہ کی روح پرفتوح کو صدمہ ضرور ہو گا اتنا جانتا ہوں کہ آپ کو موقع بہت ہے اور وہاں شیعہ مذہب امراء بھی قدر شناس بھی ہیں اور آپ اتنے دنوں سے ہیں کہ ذریعہ معقول نکل سکتا ہے اس سے زیادہ کیا تکلیف دہ الفاظ عرض کروں۔

نور چشم سید حسین خاں اور ان کی دلہن آپ کی خدمت عالی اور دلہن صاحبہ سلمہا کی خدمت میں آداب بجالاتے ہیں میری طرف سے دلہن صاحبہ مدعمرہا اور صاحب زادی کو دلی دعا پہنچا دیجئے اللہ تعالیٰ آپ تینوں صاحبوں کو عافیت سے رکھے برادر سید جعفر حسین خاں صاحب نہایت شوق ملاقات کے ساتھ سلام و نیاز کہتے ہیں۔

مکرر سید حسن رضا خاں صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں ہے کہ کیسے ہیں تکلیف فرما کر ازراہ عنایت ان کی خیریت سے ضرور اطلاع فرمائیے گا۔

از پٹنہ یکم فروری ۱۹۰۶ء

خاکسار

سید علی محمد شاد

۸

اخی محتشم روحی فداکم

آپ کا خط اور تار ایسے وقتوں میں میرے پاس پہنچا کہ میں اپنے حواس میں نہ تھا اور نہ اب تک ہوں اور نہ امید ہے کہ اب اپنی حالت میں آسکوں۔ آپ جانتے ہیں کہ وہ متبذل عورت جس نے نورچشم سید حسین خاں عمرہٗ کو جب ایک دن کا تھا گود میں لے کر اتنہائے محبت و ہمدردی غایت شفقت و محنت سے پال لکالا اور چوبیس برس تک ایک منٹ کے لئے بھی مجھ سے جدا نہ ہوئی معاش ملکیت گھر بار سب اس کے سپرد کر کے میں اپنے ریاضات میں مشغول رہا اور گھر کو الٹ کر نہ دیکھا دفعتہً وہ مجھ سے ہمیشہ کے لئے چھوٹ گئی ہو مالن کا مرنا میری موت اور مصائب کا پیش خیمہ ہے بخدا اب مجھ کو بجز موت کے کچھ نہیں سوجھتا دوسری بات غم انگیز اور حد سے مصیبت و حسرت افزا یہ ہے کہ نورچشم سید نصیر حسین خاں مدعمرہٗ کی بہن سل و دق میں مبتلا رہی اور پرسوں دنیا سے چل بسی۔ ایسی ذی علم و ادیب و شاعرہ اور مذہبی لڑکی میں نے فی عمرہ نہیں دیکھی جس قدر مصائب اس نے مردود محمد نواب اپنے نالائق شوہر کے ہاتھوں برداشت کئے کیا لکھا جائے جب میں اس کو دفن کر رہا تھا آپ کا تار پہنچا واللہ میں ہرگز اس قابل نہ تھا کہ قلم ہاتھ میں لوں مگر آپ کا بارہ تھا کیا کرتا ہرچند مجھ کو نہ تاریخ پسند ہے اور نہ قطعہ مگر آپ کی جلدی سے مجبور ہوں ابھی نظم کر کے ارسال کرتا ہوں اگر کوئی اور مضمون بھی داخل کروانا منظور ہو تو لکھ بھیجئے گا ورنہ میرے نزدیک کافی ہے۔ عزیزی مولوی عبدالمجید خاں صاحب

کی خدمت میں سلام و دعا خداوند کریم آپ کو کامیاب کرے میرا دیوان اب غالباً چھپ جائے گا ہر چند مجھ کو نہ اپنی شہرت سے غرض ہے اور نہ شیاع کلام سے مگر خدا جانے شائقین کا کس قدر اصرار ہو رہا ہے مجبور ہوں۔

اپنے گھر میں میری دعا اور مبارکباد تصنیف کہہ دیجئے۔

سید حسین ان کی دلہن اور لڑکی آپ کی اور آپ کے گھر میں کی خدمت میں بصد ادب تسلیم بجا لاتے ہیں۔ عمر کم طویل و عدو کم ذلیل۔

بستم جولائی ۱۹۰۶ء (از ٹینہ)

خاکسار

سید علی محمد شاد

قطعہ

اخی سید ہمایون میرزا نام
نگہدارو خدا اُورا بہ عزت

ادیب و فاضل و بیرسٹر ایٹ لا
گلے از گلبن باغ سیادت

ہمایوں یادگار اوستادم
چہ اُستادے کہ او خضر طریقت

جناب حضرت فریاد مغفور
ملک در شکل انسان فی الحقیقت

محقق منتہی چوں او نایاب در دہر
ہمانا در ادب سعدی سریرت

ہزاراں بہ ز من تلمیذ اُورا
فزائی شان او یا رب بجنت

کسی محشور با آباش اُورا
ز تربت چوں برآید در قیامت

غرض خاتونِ آں آخِ گرامی — کہ آمد حجلہ پرداز سعادت

ادیب و شاعر و انشا نگارے — الٰہی برخورد از عمر و دولت

عجب زیبا کتابے کرد تصنیف — کہ باشد مایۂ صد گونہ حیرت

گرامی نسخۂ تعلیم نسواں — ہمایوں نامۂ پند و نصیحت

چو شد مطبوع عالم گشت مطبوع — جہاں را تازہ شد نورِ بصیرت

مرا اے شاد در دل حال آمد — ازیں تصنیف صد فخر و مسرت

بگفتم سال طبعش از سرِ جاں — فزودہ از پئے اخلاق زینت

ف ز و د ہ ا ز پ ی ا خ ل ا ق ز ی ن ت

۸۰ ۷ ۶ ۴ ۵ ۱ ۷ ۲ ۱۰ ۱ ۶۰۰ ۳۰ ۱ ۱۰۰ ۷ ۱۰ ۵۰ ۴۰۰

سنہ ۱۳۲۱ + ۳ = سنہ ۱۳۲۴ ہجری

(۹)

۷ جولائی سنہ ۱۹۰۶ء۔ پٹنہ

اخوی مخدومی من ارفع اللہ شانکم

بعد ادعیہ وافیہ و شوق ملاقات (جس کو میں اپنے لفظوں میں ادا نہیں کر سکتا) واضح خدمت ہو ایک مہینے کے قریب عرصہ ہوا کہ میں نے بجواب آپ کے مسرت نامہ کے ایک مفصل خط روانہ کیا اور امید تھی کہ آپ جواب سے شاد کام فرمائیں گے مگر اب تک آپ نے جواب سے مسرور نہ کیا حالانکہ اس میں بعض امور جواب طلب تھے خداوند عالم موانع بخیر کرے کل ۶ جولائی کو پرائیوٹ

انڈیا یو ہیں لفٹنٹ گورنر بہادر سے میں نے عرض کیا کہ میرے بعض احباب حیدرآباد سے مجھ کو بلاتے ہیں اور میرا ارشاد ہے کہ حضور نظام تک بھی میری رسائی ہوگی یہ ممکن ہے کہ گورنمنٹ مجھ کو بذریعہ رزیڈنٹ کے روشناس کردے اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ جب آپ کا صمم قصد جانے کا ہو تو میں اس کے لئے موجود ہوں میں اگست تک برابر دورہ میں رہوں گا اور ستمبر میں دو ہفتہ کے لئے کلکتہ آؤں گا اگر واقعی آپ جانا چاہتے ہیں تو کلکتہ میں آئیے میں بندوبست کردوں گا"

اب آپ ارشاد فرمائیں کہ مذکورۂ بالا امر کے واقع ہونے پر یعنی لفٹنٹ گورنر کی چٹھی کا کیا اثر ہوگا اور مضمون چٹھی کا کیا ہونا چاہیئے۔ میں بار بار یہی سوچتا ہوں کہ اس سفر میں پانچ سو روپے مجھ غریب کے صرف ہو جائیں اور کوئی کام نہ نکلے تو اور بھی آخر عمر میں صدمہ پہنچے اور اگر یہیں وپیش سوچکر خاموش بیٹھا رہتا ہوں تو اوّل تو پچاس برس جس کام میں محنت کی ہے اس کی نشو نما سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے دوسرے جو چند نہایت ضروری فرائض اپنی گردن پر ہیں۔ خصوص کلکتہ والی لڑکی کی شادی اس کا سرانجام بغیر بالائی فتوح کے کیونکر ہوسکے غرض یہ خلجان شب و روز سوہان روح ہے۔ اب آپ فقط اس پر غور ہی نہ کیجئے بلکہ جو جو امور مناسب ہوں خود اس کا کما حقہٗ بندوبست کیجئے اور مفصل جواب لکھئے۔ ستمبر میں انشاءاللہ میں کلکتہ اس صورت میں جاؤنگا

جب آپ مجھ کو یہ لکھیں گے کہ گورنمنٹ کی چٹھی مفید ہوگی کئی دن ہوئے کہ حافظ احمد رضا صاحب نے کئی مہینے کی علالت میں رحلت کی آج ان کا چہارم ہے۔ سید حسن رضا خاں صاحب کا حال معلوم نہیں کیسے ہیں۔

میں ہی فیصلہ اردو میں لکھا کرتا تھا ہائی کورٹ اور لوکل حکام نے اردو کو ناجائز قرار دے کر مجھ کو حکم دیا تھا کہ ہندی میں لکھوں میں نے نہ مانا آخر لفٹنٹ گورنر نے یہ فیصلہ کر دیا کہ جب تک علی محمد شاد زندہ ہے اُردو میں فیصلہ لکھا کرے باقی لوگ ہندی میں لکھیں بعد علی محمد شاد کے پھر کوئی مجاز نہ ہوگا نہایت صدمہ ہے لہ مجھی تک عدالت میں اُردو ہے۔ ان دنوں ایک شغل یہ ہے کہ ہز نواب سرفراز حسین خاں صاحب کے گھر میں تاریخ پر لکچر دیا کرتا ہوں اور مجمع ہوتا ہے اور جو نعمت مجھ کو میرے استاد اعلیٰ اللہ مراتبہ سے ملی ہے میں اس کو پھیلاتا ہوں زیادہ عمرکم طویل و عدوکم ذلیل

اپنے گھر میں میری طرف سے دعا اور لڑکوں کی طرف سے آداب و بندگی قبول کیجئے۔

خاکسار

سیّد علی محمد شاد

(۱۰)

۵ ستمبر ۱۹۰۷ء

اخی محتشم روحی فداکم

تسلیم و سلام شوق و دعا۔ عین انتظار بعید میں گرامی نامہ پہنچا۔ نہ تو مجھ کو

مشیر نسواں ملی اور نہ بجز پہلے خط کے آپ کا کوئی خط۔ تعجب ہے کہ کیوں ایسا ہوا یہاں کے ڈاک خانہ میں ممکن نہیں کہ میرا خط یا پارسل تلف ہو سکے۔ بہر کیف مشیر نسواں ایک دوست سے مجھ کو مل گئی اور پندرہ دنوں سے شب کو میری لڑکی اور کبھی سید سلمہ پڑھ پڑھ کر مجھ کو سنایا کرتے ہیں۔ جہاں تک میری نظر سے حال کی نسوانی تعلیم کے متعلق کتابیں گزری ہیں یہ سب سے مفید تر اور اچھی ہے اب میں تمام کر لوں تو غالباً اس کے کثیر محاسن کو قلم بند کر کے حاضر کروں گا۔

بھائی ایک تو بخدا مجھ کو فرصت بہت کم دوسرے اس پیرانہ سالی میں کمی مقدرت اور کثرت خرچ اور بعض تردّدوں نے ایسا ضیق میں کر رکھا ہے کہ بیان سے باہر ہے حد ہے کہ میں اپنا دیوان تک چھپوا نہیں سکتا۔ تمام دنیا تقاضا کرتی ہے کہ دیوان چھپواؤ اور مجھ سے یہ ممکن نہیں کہ پانچ چھ سو روپیہ لوگوں سے بھیک مانگوں اور چھپواؤں "گونگے کا سپنا ہے"۔ گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل۔ ہاں مشیر نسواں میں آپ نے کسی موقع سے اپنے والد بزرگوار کا نام نامی کیوں ترک کیا حالانکہ بہت گنجائش تھی کیا علی سجاد صاحب کی تقلید کی یا ان جناب کو لائق ذکر نہ سمجھا افسوس جب آپ سا لائق ایسے باکمال باپ کو تصنیف میں بھول جائے تو اور کیا امید ہو سکتی ہے میری گستاخی معاف کیجئے کیونکہ مجھ کو سخت صدمہ ہوا ہے۔

اب یوں سمجھئے کہ میری آئندہ کی تمام امیدیں آپ کے جوابات پر منحصر ہیں

یعنی کلکتہ جانا اور لفٹنٹ گورنر سے حیدر آباد کی نسبت سفارشی خط لینا چنانچہ جس خط کا بہ تفصیل جواب تلف ہو گیا میں نے اس میں مفصل آپ سے پوچھا ہے خدا کے لیئے پھر آپ از راہ برادر نوازی میرے خط نکال کر مفصل جواب قلم بند فرما کر دوبارہ زحمت فرمائیے اسی ستمبر میں میں نے لاٹ صاحب سے کلکتہ آنے کا وعدہ کیا ہے آپ کے خط کا منتظر ہوں خط آتے ہی پرائیوٹ سکریٹری کو تار دوں گا کہ کس دن کلکتہ آؤں ۔ اور حتی الوسع وہاں مجھ تو ایسا سامان کیجئے کہ جو روپیئے راہ خرچ میں میرے صرف ہوں وہ ضائع نہ جائیں ۔ سید حسین صاحب بلگرامی سے پہلے تو مجھ سے خط کتابت تھی اب برسوں سے نہیں ہے اور نہ ان سے مجھ کو کوئی امید ہے بہر کیف اگر آپ کی رائے ہو تو ان کو بھی خط لکھوں اور کسی شخص سے شناسائی نہیں ہاں صفدر علی خاں صاحب دکن ریویو کے اڈیٹر مجھ سے مل گئے ہیں اپنے گھر میں (خدا ان کو صدوسی سال سلامت رکھے اور اولاد دے) میری دعا اور لڑکوں کی بندگی فرما دیجئے اور مجھ کو حد سے زیادہ اپنے خط کا منتظر سمجھئے عمر کم طویل وعدو کم ذلیل ۔

خاکسار
سید علی محمد شاد

(۱۱)

اخوی محتشم و محترم سلکم اللہ تعالے تسلیم

اب تک زندہ ہوں اور آپ کا دعاگو خداوند کریم آپ کو جمیع مکارہ سے

محفوظ رکھے ادھر میں نے ایک کتاب ایسی لکھی ہے کہ دنیائے شاعری میں نیا انقلاب کرنے والی ہے اُس کا شمہ اشتہار سے معلوم ہوگا۔ حضرت استاد مغفور کے حالات خاص طور سے درج کئے ہیں میرے پاس روپیہ کہاں کہ ایک ہزار روپیہ لگا کر حسب خواہ چھپوا سکوں لامحالہ اور تصنیفوں کی طرح پڑی سڑتی مگر بعض احباب نے مسودہ چھین لیا اور وہ لوگ چھپوا رہے ہیں اگر یہ کتاب حسب خواہ چھپ گئی تو سمجھئے کہ میرا دیوان و کلیات منظومات و مراثی و دیگر کتب کا ذریعۂ طبع نکل آئے گا۔ دس اشتہار آپ کی خدمت میں جاتے ہیں اگر آپ پچاس کتابیں بھی پیشگی خرید کروادیں تو میں سمجھوں گا کہ آپ نے اپنے پدر بزرگوار کو زندہ کر دیا ورنہ جس طرح وہ مر گئے ہیں میں بھی انھیں کے ساتھ ہمیشہ کے لئے مر کر رہ جاؤں گا اور پھر کوئی آشنا نہیں ہے کہ ان کو یا مجھ کو جلا سکے آئندہ آپ کو اختیار رہے

بہت دنوں سے آپ کے حالات معلوم نہیں ہیں۔ بورود نیاز نامہ جواب سے مطمئن و ممنون فرمائیے۔ نور چشم سید حسین خاں تسلیم بجالاتے ہیں۔ اپنے گھر میں میری دعا کہہ دیجئے۔

خاکسار تمہارا دعاگو
سید علی محمد شاد

۱۰ر نومبر ۱۹۱۵ء

ئے کا اسی لئے ہے غرض

گیا پھر کچھ

(۱۲)

اخوی مکرم من سلمکم اللہ تعالیٰ

تسلیم

میں ۶ محرم سے دورۂ بواسیر و اختلاج قلب میں ایسا مبتلا ہو گیا کہ چند عرصہ بعد زندگی کی امید نہ رہی اب کچھ اچھا ہوں۔ آپ نے اپنے والد ماجد کے بارہ میں جو کچھ لکھا ہے میرے معلومات پر کوئی اضافہ نہ ہوا حضرت کے سلسلہ تلمذ کو بھی آپ نے نہ لکھا یعنی اُردو زبان میں بدو واسطہ خواجہ میر درد کے آپ شاگرد ہیں بہرحال آپ مجھ سے ان حالات کی نقل مانگتے ہیں جو میں نے کتاب میں درج کئے ہیں بھائی نہ کوئی کاتب ہے نہ مجھ میں طاقت کہ نقل کر کے بھیجوں تصنیف سے میرا ایسا جی چھوٹ گیا ہے کہ بیان نہیں کر سکتا عمر بھر میں بڑی محنت و شوق سے یہ کتاب لکھی اشتہار دیا تعریفیں اور زبانی شوق کے اظہار میں تو وہ مبالغہ آمیز خطوط آئے مگر زرمی طلبد سخن دریں است پھر کس کو ہمت و جراءت ہو سکتی ہے کہ گھر بیچ کر کتاب چھپوائے دنیا کو خوب دیکھا اب ہوس نہیں ہے ؎

خورم آن روز کزیں منزل ویران بروم

میرے لڑکے سب تسلیم عرض کرتے ہیں اپنے گھر میں دعا کہہ دیجئے فقط

خاکسار

۲۶ ڈسمبر ۱۳ء (پٹنہ)

سید علی محمد شاد

۲۶ ڈسمبر ۱۹ئہ (پٹینہ سٹی)

اخوی محتشم روحی فداکم

بعد ما وجب وآرزوئے دیدار

چونکہ ایک مدت سے خط وکتابت مجھ سے اور آپ سے نہیں ہوئی ہیں تو کسی قدر آپ کے حالات سے آگاہ بھی ہوں کیونکہ اکثر واقف کاروں سے پوچھا کیا مگر شاید آپ کو خبر نہیں ہوگی۔ اس پیرانہ سالی میں تواتر ہر قسم کے روحانی آلام نے دو برس سے مجھ کو چور کر دیا میں نہیں چاہتا کہ اس کا ذکر کرکے آپ کو بھی ملال دوں۔

قریب اربعین ایک بزرگ جن کا اسم گرامی جناب مولانا غلام حسین صاحب اور مجتہد عصر ہیں دفعتہً غریب خانہ میں وارد ہوئے اور میں اسی وقت برسبیل علاج کلکتہ جارہا تھا آپ کا نامئہ نامی انھوں نے دیا گزشتہ سال کی سخت بارش میں گھر میرا الگ مسمار اور زیر تعمیر گھر میں میری بہو کے قضا کرنے سے بجز تین چار بچوں کے کوئی منتظمہ نہیں اب میں سخت حیران ہوا کہ کیا کروں آخر استخارہ کیا تو ان کے ٹہرنے کے لئے گلزار باغ ابو صاحب کے پاس واجب آیا میں نے ایک معقول تمہید کے جامعہ معذرت کی اور ایک خط ابو صاحب کے نام لکھ دیا۔ لکھنؤ وغیرہ سے جو اس قسم کے بزرگوار تشریف لاتے ہیں وہ وہیں قیام

کرتے ہیں امام باندی بیگم صاحبہ کا وقف لاکھوں روپئے کا ابھی لئے ہے غرض بظاہر تو وہ کچھ ناراض نہ ہوئے اور تشریف لے گئے ہیں بھی روانہ ہوگیا پھر کچھ خبر نہ ملی کہ کیا ہوا ممکن ہے کہ وہ مجھ سے ناراض ہوئے ہوں مگر بخدائے لم یزل مجبور محض تھا۔ یہ محلہ بھی اجاڑ ہوگیا ورنہ ممکن تھا کہ میر جعفر حسین مرحوم یا علی میر مرحوم کے سپرد کر کے خود روانہ ہوجاتا آپ کو ضرور ملال ہوا ہوگا مگر میری محض مجبوری آپ سے میرا قصور بخشوا دے تو عجب نہیں عزیز بہتر از جان سر سید علی امام صاحب سے کل بھی آپ کی خیریت معلوم کر کے نہایت دل خوش ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب اور خوش رکھے بمنہ وکرمہ

اپنے گھر میں دعا کہئے بچے آداب عرض کرتے ہیں۔

تمھارا خادم میر اور تمھارے باپ کا غلام

سید علی محمد شاد

مکرر التماس یہ ہے۔

یوں خیال فرمائیے کہ کچھ تو خود میرے بڑھاپے و تعلقات و افکار کے سبب سے اور کچھ اور اور موانع سے کتاب "حیات ابد" کے چھپنے میں توقف ہو رہا ہے یوں تو آپ اس کو ضرور چھپوائیں گے فرض کیجیے کہ اگر آپ اس کو نہ بھی چھپواتے تو میں ایسی کتاب کو جس طرح ہوتا ضرور ہی چھپواتا اور یہ بھی عرض کئے دیتا ہوں کہ جب تک میرے سامنے نہ چھپی تو چھپی حسب خواہ نہ چھپے گی اور طوالت ہوتی جائیگی

صورت اس کے چھپنے کی یہی ہے کہ میں دیباچہ سے لے کر حصہ باب اول کو آپ
پاس آپ کی اجازت پانے پر روانہ کروں آپ دیکھ کر فوراً واپس دیجئے میں فوراً
کاتب کے حوالہ کروں گا۔ جب تک اس کی کاپی او چھپنا شروع ہو دوسرا باب
روانہ کروں آپ دیکھ کر فوراً واپس دیں اسی طرح برابر ہوتا رہے اور جو فرما خواہ
جزو چھپ جائے آپ کے دوبارہ ملاحظہ کو بھیجا جائے اسی طرح آخر کتاب تک
چھپی ہوئی پوری کتاب آپ پاس جمع ہو جائے جب تک آپ ایک انگریزی
میں دیباچہ خلاصہ مضمون کتاب کا میری طرف سے لکھ کر وہاں چھپوا لیجئے اگر یہ
رائے نہ ہو تو جانے دیجئے اس بیچ میں تصویر وغیرہ کا سامان ہوتا رہے گا۔
ایک میرا مرثیہ معمولی تنگی والان والوں نے چھپوایا ہے کاغذ لکھائی چھپائی
ایسی ہی ہوگی میں عنقریب پورا یا ادھورا مرثیہ ملاحظہ کے لئے بھیجوں گا انداز
سے کہتا ہوں کہ حیات ابد بیس جزو سے کم نہ ہوگی اسی حساب پر خرچ کا قیاس
کر لیجئے اور روپیہ قسط کر کے بھیجئے اس سے بہتر سہولت میرے لئے نہیں ہے
آئندہ آپ کو اختیار رہے اگر میں خود چھپواؤں گا تو تاریخ صوبہ بہار کا حصہ اول
مولوی محی الدین صاحب کے رانچی سے آنے پر غالباً دسمبر میں آئیں گے مجھ کو
پانچ سو روپے کی قسط گورنمنٹ سے ملے گی میں ضرور شروع کر دوں گا البتہ
توقف میں اور بھی طوالت رہے گی میں چار سو جلدوں کا حساب ذیل عرض کرتا ہوں
بیس جزو کے حساب سے چار سو کتابوں کے چھپنے کا خرچ۔

کاغذ قسم ۲۰ رم فی لعہ ۱۲ر ماں لعہ

کاتب ۲۰ جزو فی جزو للعہ لعہ

سنگ ساز ۵۰ پتھر فی سنگ ۴ر عہ

۵۰ پتھر - اجرت چھپائی فرما تخمیناً ماعہ

سیاہی وغیرہ سب ملا کر عہ

للمالعہ

میرے نزدیک اگر مجھ سے حساب میں غلطی بھی ہوئی ہو تو بہترین چھپائی وغیرہ میں چار ساڑھے چار سو روپے سے زیادہ خرچ نہ ہوگا پہلی قسط ایک سو روپیہ کی اسی طرح جب وہ چھپ جائے اور فرمے آپ پاس پہنچ لیں تب پھر ایک سو بھیجئے یوں اگر ہو تو اسی مہینے سے انشاء اللہ چھاپا شروع ہو جائے ۔

اپنے گھر میں میری دعا فرما کر یہ فرما دیجئے کہ میں مطلق فرصت نہیں رکھتا آپ کی نایاب کتاب پڑھ کر مفصل رائے ظاہر کروں گا آپ کی تعریف میں بخدا زبان قاصر ہے فقط ۔

(۱۵)

اللہ اکبر میرا ہر دل عزیز اور پیارا بھائی کہتا ہوگا کہ علی محمد شاد کیا مر گیا جو میرے اشتیاق نامے کا جواب نہیں لکھا اگر معذرت لکھوں تو جب خود میرا دل ایسی معذرت کو قبول نہیں کرتا تو میرا استاد زادہ کب قبول کرے گا جانتے ہو کہ میں نے تمھارے

خط کو دیکھ کر کیا کیا اوّل یہ کہ دیر تک روتا رہا آنسو تھمے تو پھر پڑھا اور پھر پڑھا اور پھر پڑھا۔ جو ملنے آیا اُس کو سنایا دوسرے دن بضرورت آرہ جانا تھا وہاں جاکر بیمار ہوکر گھر آیا افاقہ کے بعد روز قصد کرتا رہا کہ جواب لکھوں ایک ہفتہ اس میں گزرا۔ اب میری حالت دل لگا کر سنئے میری مطیع بہو تو سال گزشتہ پانچ اولاد چھوڑ کر مر گئی جس میں ایک لڑکی جوان قابل شادی ہے کہیں سے حسب خواہ نسبت نہیں آتی سخت پریشان ہوں دو لڑکیاں سات اور آٹھ برس کی دو لڑکے چھ اور تین برس کے ہیں اگر ماں جیتی رہتی تو اس کو ترکہ سے چھ سو روپے ماہواری کی آمدنی ملتی اُس سے محروم رہ گئے۔ میری ذاتی پنشن گورنمنٹ (لعہ) دیتی ہے اور میرے لڑکے کی زمینداری اب صرف ایک سو روپیہ ماہانہ باقی ہے اتنے میں نہایت تنگی سے بسر ہو رہی ہے گرانی نے اور چور کر دیا مزید برآں ہر سال کی بارش نے باہر والے سب کمروں کو لے ڈالا یعنی چھتیں بیٹھ گئیں گورنمنٹ نے مرمت مکان کے لئے کل ایک ہزار روپے دئے دو ہزار سے زیادہ خرچ ہو چکے ہیں ابھی ناتمام ہے۔

اب دوسری بات سنئے میں نہیں جانتا کیونکر گورنمنٹ نے دفعۃً پبلک لیبری کو باضابطہ چٹھی لکھی کہ مولوی عظیم الدین ایم۔ اے (حکیم عبدالمجید کے نواسے) جاکر علی محمد شاد کے کل تصانیف دیکھیں اور رپورٹ کریں تاکہ گورنمنٹ چھاپے۔ میں یہ سنکر ڈائرکٹر صاحب کے پاس چلا گیا بہت سی باتوں کے بعد گورنمنٹ نے

اپنی رائے واپس لی اور خود مجھ کو حکم ہوا کہ تم فہرست اور رپورٹ بھیجو اٹھارہ کتابوں کی فہرست اور طول طویل رپورٹ بھیج دی غالباً چند کتابیں گورنمنٹ چھاپے گی ۔

حیدرآباد دکن کے بارہ میں میرے عزیز گرامی قدر سر سید علی امام صاحب نہ میرے اصرار سے بلکہ خود اپنی مہربانی سے کچھ توضرور کریں گے میں بھی چند کتابیں قلمی لکھوا کر انشاءاللہ عنقریب بھیجوں گا ۔ پیرانہ سالی ۸۰ برس کی عمر ہوا پیر اور دھڑکن کا عارضہ اس پر ان دونوں لکھنے کا کام حد سے زیادہ بڑھا ہوا ہے خدا انجام بخیر کرے ۔

خاتونانِ دکن والا رپورٹ میں اور میرے بعض لائق دوستوں نے پڑھا بجز اس کے کیا کہوں کہ حق تعالیٰ دونوں میاں بی بی کی حیات میں ترقی دے واقعی یہ ہے کہ ایسے شوہر کے لئے ایسی ہی بی بی چاہئے تھی ۔

سر سید علی امام صاحب اس دفعہ بھی مجھ سے ملنے رونق افروز ہوئے تھے آپ کے حالات سن کر دل خوش ہوا اللہم زد فزد ۔ آپ مجھ کو بلاتے ہیں بخدا دل تو یہ چاہتا ہے کہ اب مردوں بھی تو تمھارے پیش نظر علے الخصوص خاتون معظمہ جس کو اب میں روح رواں سمجھنے لگا ہوں اکثر اُن کا خیال اور محبت التفات جذب کر رہا ہے کہ پر لگا کر اڑ جاؤں خدا کرے میری آرزو پوری ہو ۔

نصیر میاں کے بارے میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے بہت کم ہے غالباً اگر میں حیدرآباد میں پہنچوں بھی تو مجھ سے ملاقات تو کر ہی گے اور وہاں فردہونا

تو ناممکن ہے۔ یہاں مشہور کر رکھا تھا کہ خاص سرکار نظام کے سکرتری اور پچیس سو روپیہ ماہانہ تنخواہ ہے سر سید علی امام صاحب سے اس دفعہ پوچھا تو انھوں نے اردو وصیغہ کا ان کو اپنا سکرتری بتایا میں نے عمداً تفصیل سے ان کا حال ان سے نہ پوچھا اب آپ سے پوچھتا ہوں کہ واقعی ان کی کیا حالت ہے سر سید علی امام صاحب سلمہٗ کو میں نے اس دفعہ نصیر میاں کے تذکرہ میں کچھ سرد مہر پایا اس لئے عمداً میں نے اور کچھ نہ پوچھا میری سرمایۂ ناز و فخر بھاوج کی خدمت میں (خدا اس کو رہتی دنیا تک زندہ رکھے) میری دلی دعائیں پہنچیں بخدا اگر میں تم تک نہ پہنچا تو اس پیرانہ سالی کی زندگی کا کچھ بھی لطف نہ اٹھایا میں جس فخر کی نگاہ سے ان کو دیکھتا ہوں لفظوں میں کیا ادا کروں کیونکہ اس کے لئے حسب خواہ کوئی لفظ ہی نہیں ہے سید حسین اور سب بچے دونوں صاحبوں کو تسلیم بجالاتے ہیں۔

فروری ۱۹۲۰ء

تمھارے باپ کا غلام

سید علی محمد شاد

(۱۶)

برادر بجان برابر ثمرۂ شجر حسب و نسب و کمال سلمکم اللہ تعالیٰ

بعد سلام شوق و دعائے از دیاد عمر و اقبال۔ عنایت نامہ بجواب خط فقیر پہنچا آپ کی محبت آمیز باتیں اور مسرت خیز فقروں نے میرے شکستہ دل کو قوت بخشی اور یہ معلوم ہوا کہ میں خدانا کردہ بیکس نہیں ہوں۔ جامع المتفرقین آپ سے ملائے۔

بھائی اب میری زندگی کا کیا بھروسہ ہے، ۸۲ برس کا بن ہوا مجھ سے جو عمر میں بہت کم تھے وہ بھی دنیا سے جا چکے اور ہم عمروں میں بجز دو شخصوں کے (اللہ تعالیٰ مجھ کو ان کا داغ نہ دکھائے) ایک مخدومی و اخوی نواب سید امداد امام سلمہ ہیں اور دوسرے برادر گرامی مولوی سید خیرات احمد ہیں مگر یہ دونوں حضرات بھی ہم سے کہیں برسوں پر ملتے ہیں۔ اس اجڑے شہر میں اب کوئی اتنا بھی نہ رہا کہ دم گھبرائے تو دو گھڑی اس سے باتیں کروں بجز باتوں کے سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتے۔ یہ دیکھ کر اور بھی دم الٹ جاتا ہے پچاسوں حضرات (خصوصاً جب مشاعرہ ہوتا ہے) غزلوں پر اصلاح لینے آتے ہیں مگر جس کو دیکھو علم سے بے بہرہ۔ یہ دیکھ کر میں نے چاہا کہ فنونِ شعر (فصاحت و بلاغت و معنی و بیان و عروض و قوافی) پر ہر ہفتے لکچر دیا کروں یا ہفتہ وار یا ہر مہینے ایسا جلسہ ہوا کرے مصطلحات اردو کے حدود و ضبط کئے جائیں۔ یہ لکچر آسان زبان میں تیار کرنے شروع کئے تھے کہ میرے خیال میں اس سے زیادہ سہولت غیر ممکن ہے مثلاً فنِ عروض کے لکچر کی ابتدا یوں کی آپ حضرات روزمرہ دیکھتے ہیں کہ بنئے سودا بیچنے کے لئے پانچ سات باٹ اپنی دوکان پر رکھتے ہیں اور انہیں سے مختلف چیزوں کو مختلف اوزان کے ساتھ تول دیا کرتے ہیں بعینہٖ فن عروض کی بھی یہی حالت ہے اس فن کو اسی لئے فن میزان بھی کہتے ہیں کہ یہ فن مختلف اوزانِ شعر کے لئے ترازو ہے اس کی دوکان میں بھی دس باٹ معین کئے ہیں جن کا نام اصولِ افاعیل

رکھا ہے جس طرح ہر باٹ مرکب ہے ماشوں اور تولوں سے اسی طرح یہ (باٹ
وتول) اصول افاعیل مرکب ہے سبب و وتد فاصلہ سے" اسی طرح آخر تک
بیان کیا گیا ہے۔ حالت یہ ہوئی کہ پہلے جلسہ میں تو کچھ لوگ شریک ہوئے مگر
تیسرے جلسہ میں سناٹا تھا ناچار موقوف کیا اور سنئے یوں تو میرے نظم ونثر
کے ناچیز تصانیف کا ایک ڈھیر ہے اور سب بحالت مسودہ ادھر پچیس چھبیس
روپیہ مہینے تک قبول کیا کہ کوئی کاتب ایسا مل جائے کہ املا کے ساتھ میرے
تصانیف صاف کردے نہ ملا پر نہ ملا ناچار ایک کاتب بڑی تلاش سے ہاتھ
آیا چار روپیہ جزو لکھنے پر رضامند ہوا اس سے بعض ضروری چیزیں لکھوا رہا
ہوں۔ اہل حاجت اور سائل بکثرت آتے ہیں کہ اوقات معین کے سوا باہر
بیٹھنا چھوڑ دیا۔ اس پریشانی وحیرانی کے علاوہ اس آخر عمر میں جیسی جیسی پریشانیاں
اور صدمے ہیں ان کو کہاں تک لکھوں۔ باقی ماندہ جو میرے چند عزیز ہیں
ان کے حالات سنکر دنیا سے دل متنفر ہو جاتا ہے جب اپنے مطیع بھائی اور
حقیقی بہن کی اولاد بے وجہ بے سبب اپنا مخالف بن جائے تو اوروں سے
کیا شکایت ہے خصوص ایسی حالت میں کہ نہ شرکت معاش کا جھگڑا ہو اور نہ
کسی قسم کی کوتاہی ہوئی ہو اور مجھ ایسے شخص کے ساتھ جو عنقریب دنیا سے
جانے والا ہے خیر بہرحال شکر ہے۔

(بلاشبہ) عزیز از جان سرسید علی امام (خدا اس کو عمر طبعی تک پہنچائے)

کے نام سے میرا دل بالیدہ ہوتا ہے چاہے میں ان کے ذریعہ سے کامیاب نہ بھی ہوں مگر جو بزرگی ناز و خوروی و بزرگی کا اس اہلبیت مجسم نے باوجود اس دولت و ثروت و اقبال کے جس پر مجھ کو فخر ہے قائم رکھا آج ایک بھی ویسا دکھائی نہیں دیتا بہرحال ایک خط ان کے نام سے ملفوف کرتا ہوں میری تکلیف دہی کو معاف فرماکر انہیں کے دست مبارک میں آپ ضرور پہنچا دیجئے اور یہ سمجھئے کہ ایسا ہی سبب ہے کہ میں آپ کا ذریعہ کر رہا ہوں یقین ہے کہ وہ جواب سے سرفراز فرمائیں۔ خدا سے امید قوی ہے کہ اب وہاں کی آب و ہوا درست ہوگئی ہو اور میری عزیز بھاوج ہمایوں نگر سے اپنے قدیم گھر میں مع الخیر آگئی ہوں میری طرف سے دلی و صمیمی دعائیں پہنچا دیجئے۔

لڑکے سب آداب و تسلیم عرض کرتے ہیں۔

۱۹؍ مارچ ۱۹۲۰ء — آپ کا برادر پیر دعاگو

سید علی محمد شاد

———— (۱۷) ————

اخوی گرامی قدر محترم اعلی اللہ مراتبکم،

بعد اظہار کمال شوق و اتحاف ما یلیق بشانکم من الآداب التماس ضروری یہ ہے

مجھے کمال حیرت یہ تھی کہ جب سے نصیر میاں سلمہ ہمارے صدر اعظم طال بقائہ

کے پرانی وضع سے کنارہ کش ہوئے ہیں برخلاف گزشتہ میرے خطوں کے جواب کیوں
نہیں آئے نصیر سلمہٗ پر حیرت نہ تھی بلکہ اس پر حیرت تھی کہ سر سید علی امام صاحب نے
کیوں ادھر توجہ نہ کی ناچار بطور یاددہی آپ کے خط میں ملفوف کیا تاکہ میرا خط آپ
اپنے دستِ مبارک سے صدر اعظم صاحب کی خدمت میں پہنچا دیں دس گیارہ
دن اس کو بھی گزر گئے آپ نے بھی رسید سے مطمئن نہ فرمایا معلوم نہیں سبب
کیا ہے خدا کرے بلائے طاعون دفع ہو گئی ہو۔

امید ہے کہ جواب باصواب سے جلد مطلع فرما کر مطمئن فرمائیے اور اپنی
اور میری بھاوج سلمہا (جن کو میں افتخار خاتونانِ دنیائے اسلام جانتا ہوں) کی
خیریت سے ممتاز فرمائیے۔

آپ کے پدر بزرگوار کا ادنے کفش بردار

۶ اپریل ۱۹۲۰ء (پٹنہ سٹی)

سید علی محمد شاد

(۱۸)

یادگارِ اسلاف فخر اخلاف برادر محترم روحی فداہ

تسلیم۔ قبل کے نیاز نامہ میں آپ کی باتوں کے جواب دے چکا ہوں اعادہ
کی ضرورت نہیں ہے ایک نہایت ضروری امر کے لئے پھر گزارش کر رہا ہوں کہ
میرے سید حسین خان کے لئے جلد از جلد کوئی نسبت ٹھہرا دیجئے میری حالت تو
قریب قریب آپ کو معلوم ہے ضرورت ہو گی تو مطلع کروں گا آپ سے کہیں
زیادہ میں اس بارہ میں اپنی قابل ولائق بھاوج سے ملتجی ہوں میں یہ بھی نہیں چاہتا

کہ بہت دولت ہو ہاں دال روٹی سے خوش ہو عمر ۲۰ برس سے کم نہو خاندان پست نہو اخلاق درست ہوں آدمی کی صورت ہو اس کا جواب باصواب جلد عنایت کیجئے یوں تو یہاں بنتیں ہیں گر وہاں ٹھہر جائے تو لامحالہ مجھ کو رہنا پڑے گا جواب کا انتظار رہے۔

تمھارا دعا گو

۲۳ جنوری ۲۱ء (پٹنہ) سید علی محمد شاد

(۱۹)

۲۸ دسمبر ۲۱ء

جناب اخوی محترم والا دودمان روحنا فداکم

دعاہائے مخلصانہ وسلام ہائے شوق و نیاز مندانہ کے بعد التماس سنئے گرامی نامہ کی شکرگزاری میرے امکان سے باہر ہے حق تعالیٰ آپ کو اور آپ کی محترمہ اور بلند نام برتر مقام سراپا فیض و فضل و دانش و یادگار زمانہ خاتون کو مدّتِ دراز تک سلامت اور کامیاب رکھے عجب حسنِ اتفاق ہے کہ خدا نے ایسا جوڑا ملا دیا کہ اگر خدانہ کردہ یہ نہ ہوتا تو نہ ان کو لطفِ زندگی حاصل ہوتا نہ آپ کو فالحمد اللہ علیٰ ذالک ایک سال ہوا کہ میری ایک مزاج شناس خادمہ نے رحلت کی اور بجز دو ناکدخدا کم عمر پوتیوں کے گھر میں کوئی نہ رہا تب سے ہر طرح کی پریشانی حد سے زیادہ بڑھ گئی ۷۶ برس کی عمر محرم سے شروع ہے ایک وقت کا کھانا ہے ضعف نہ ہو تو کیا ہو اس پر اب رباحی بواسیر اور وحشت و اختلاجِ قلب

کے دورے بہت ستانے لگے غرضکہ میری ہوبہو بلا فرق وہی حالت ہوگئی جو میرے حضرت استاد علیہ الرحمہ کی تھی۔ خیر بقول میرے ؎

بڑھے جاتے ہیں دُکھ یہ عمر جوں جوں گھٹتی جاتی ہے
مگر میں سوچ کر خوش ہوں کہ بیڑی کٹتی جاتی ہے

پھر کہتا ہوں ؎

آخر ہے عمر ضیق میں دل بھی ہے جان بھی
مژدہ کہ بس ختم ہے یہ امتحان بھی

پہلے آپ میرے حالات سن لیں تب میں آپ کی اس مشفقانہ و عطوفت آمیز بات کا جواب عرض کروں۔ آپ کو معلوم ہے کہ جناب اخوی نواب سید امداد امام صاحب روحی فداہ سے اور مجھ سے کتنے گہرے تعلقات ہیں میرے استاد مغفور سے انھوں نے بھی اصلاح لی ہے اس کے علاوہ اور اور وجوہات ایسے ہیں کہ دوئی بہت کم باقی ہے علیٰ ہذا سر سید علی امام صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کو ایک مدت سے میرے ساتھ محبت اور مجھ کو ظاہراً و باطناً بزرگ ماننے آئے ادھر جب وہ بعہدۂ وزارت حیدرآباد جانے لگے اور مجھ سے ملنے کو تشریف لائے تو خود فرمایا کہ اگر میرے قدم وہاں جم گئے تو میں کوشش کروں گا کہ جس وقار کے آپ ہیں (یعنی سر سید علی امام صاحب کے نزدیک نہ کہ نعوذ باللہ اپنے نزدیک) اسی وقار کے ساتھ حضور نظام آپ کو بلوائیں یہ بھی فرمایا کہ راجہ صاحب محمود آباد وغیرہم نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ اگر تم نے علی محمد شاد کے لیے کچھ نہ کیا تو سخت افسوس ہوگا وغیرہ وغیرہ پھر تشریف فرما ہوگئے۔ دوبارہ تشریف لائے تو ضمن میں یہ بھی فرمایا کہ حضور نظام اور وہاں

کے اکثر امراء تم سے بخوبی واقف ہیں بلکہ سید نصیر حسین خاں کو میں نے حضور سے
یہی یہ کہہ کر ملایا کہ فلاں کے بھانجے ہیں اس دفعہ یہ بھی فرمایا کہ تم جو کچھ اپنے تصانیف
دونوں میں پیش کروں۔ غرض اس سراسری میں اپنی کس کس تصنیف کی نقل کرواتا
کیا کرتا نہ یہاں کاتب ہے نہ عمدہ جدول کش اور اگر ہے تو دس روپیہ جزو
وہ بھی ایک جزو مہینے بھر میں دیں گے میں نے چند اشعار حضور کی سچی تعریف میں
کہے اور زردوزی کام کے حرفوں میں مخمل پر مہینوں میں کڑھوائے اور ایک
مثنوی مادر ہند نام پانچ جزو کی اپنے ہاتھ سے لکھی جب وہ سہ بارہ تشریف
لائے تو حوالہ کی تحفۂ زرین کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور مثنوی کا وعدہ مستحکم کیا
چنانچہ اس بارہ میں غالباً ان کے دو خطوط سے کم میرے پاس نہیں ہیں
اور مجھ کو یقین ہے کہ اُن کے دل سے لگی ہے کہ ضرور کوئی تقریب کریں مگر
موقع نہ مل سکا۔ اس دفعہ دور دراز حال بیمار صحت ہو کر جو تشریف لائے اور الحمدللہ
کسی قدر افاقہ ہوا تو حیدر آباد اور حضور نظام کے مفصل حالات مجھ سے بیان
کئے اور کہا کہ اس دفعہ میں ضرور پیش کروں گا۔ ہاں میں بھول گیا کہ اس کے
قبل جو تشریف لائے تھے تو یہ کہا تھا کہ مثنوی کو کسی خوش نویس سے صاف
کروا دیجئے اور میری تعریف کے شعر نکال دیجئے اور تحفۂ زرین کی تاریخ بدل
دیجئے اور وعدہ کیا کہ میں دونوں کو واپس بھیجوں گا مگر اب تک واپس نہ مل
سکیں۔ چند مہینے ہوئے کے مسٹر سید راس مسعود نے مجھ کو ایک خط لکھا جس کا

یہ مضمون تھا کہ فلاں شعر (جس کو درج کیا تھا) جو مشہور و معروف ہے اس کی
پوری غزل اور اپنے حالات اور متفرق کلام جلد بھیج دو میں نے تذکرہ لکھا ہے
اور مختصر شعرا کا حال درج کیا ہے" غرض تعمیل کی گئی زمانہ جو چاہے الزام دے
مگر میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے معاملہ میں سر سید علی امام سلمہ اللہ کو مطلق
زمانہ سازی مقصود نہیں۔ اس دفعہ بھی میں نے کہا کہ میں بخدا اب اپنے لئے کچھ
نہیں چاہتا لذات دنیاوی کا اثر باقی نہیں ہے ہاں سید سلمہٗ اور اس کے
ہونہار دو بچوں کے لئے کچھ فکر کیجئے آنسو بھر لائے اور کہا کہ اگر خدا نے چاہا تو
ایسا ہی ہوگا کیونکر کہوں کہ یہ سب باتیں ہوا ہیں مگر یہاں یہ حالت ہے کہ
فکر نان کن خربزہ آب است اگر اس انتظار میں گیا جس کی زیادہ امید ہے تو پھر
ان بچوں کا کیا ہوگا پنشن تو بند ہو جائیگی صرف زمینداری کے ایک سو روپے ماہانہ
سے پانچ کی اوقات کیونکر ہوگی غرض خدا کو بھول کر ایسے خیالات آیا کرتے ہیں
اب جب تک جنوری کا پورا مہینہ بلکہ فروری نہ گزرے میں علے الرغم سر سید علی
امام صاحب کے کیونکر کر سکتا ہوں فوراً کہہ دیں گے کہ میں جس توقیر سے تم کو بلایا
چاہتا تھا تم نے خود رخنہ اندازی کی۔ میں ایماناً وعدہ کرتا ہوں کہ دونوں حالتوں
میں مجھ کو آپ کی حکم برداری میں کسی قسم کی نہ دوئی ہے نہ عذر ہے خدا تم کو اور
میری قابل و لائق بھاوج کو زندہ رکھے آج دنیا میں میرا ایسا شفیق ایک
نہیں دکھائی دیتا سچ ہے کہ پٹنہ میں اب ایک بھی میرا دردخواہ بلکہ آدمی باقی

نہ رہا اور اگر اتفاق سے کوئی ہے بھی تو وہ برسوں نہیں پوچھتا کہ میں جیتا ہوں یا مرگیا انصاف کیجئے میر نفیس مرحوم مجلس میں ملے رؤس الاشہاد بر مقام لکھنؤ میری نسبت یہ کہیں اور کہہ کر رونے لگیں کہ حضرات ان کی زیارت کرلو ہمیشہ فخر کروگے کہ ایسے باکمال کو دیکھا والد مرحوم کو مرثیہ ہی میں صرف کمال تھا اور اس شخص کی ہمہ گیری کی تھاہ نہیں ہے اکبرالہ آبادی صرف میرے دیکھنے کو بیماری سخت میں بھی زحمت گوارا کر کے آئیں اور لے اختیار قدم چومیں وغیرہ وغیرہ اور ہمارے اور آپ کے ڈپٹی احمد علی خاں دس برس سے یہ بھی نہ پوچھیں کہ مرگیا یا زندہ ہوں جرم یہ کہ ان کے مجالس میں صرف اوائل میں دو تین دفعہ شریک ہوا پھر پیری نے جانے نہ دیا یہ ہے رنگ اپنے لوگوں کا بھائی خدا شاہد ہے کہ میرے دل سے یہ بھی خیال محو ہو گیا کہ دیوان یا مرثیے یا اور اور تصانیف چھپیں نہ چھپیں خدا کے فضل سے میں نے اپنے واجب الاکرام استاد کی وصیت پوری کردی وہ مجھ سے فرماتے تھے کہ سنو اگر زمانہ مہلت دے تو برابر حقائق دقائق کو نظم کرتے رہو اگر پچاس برس تم نے ریاض کیا تو مضامین بغیر سوچے خود بخود بطور الہام دل میں آئیں گے تب سمجھنا کہ ریاض پورا ہوا میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہو بہو یہ ارشاد پورا ہو گیا پھر بقول ان جناب کے خدا جس کو یہ نعمت دے بہشت بھی اس پر صدقے ہے چاہے کوئی قدر کرے نہ کرے وہ مستغنی ہے " افسوس آپ نے نہ میری غزلیں

دیکھیں نہ مرثیے سنے اور جس قدر سنے وہ کچھ نہیں۔ ایک نقل سنیئے آپ کے والد علیہ الرحمہ اور میں میر مونس مغفور کی مجلس میں تھا جب مجلس ختم ہو گئی اور حضرت گھر تشریف لے چلے تو حسب قاعدہ میں حاضر خدمت اور ہمراہ چلا دیکھا تو افسردہ ہیں رستہ میں فرمایا کہ بھئی دیکھتے ہو ان حضرات نے مرثیہ کو کس حد تک پہنچا دیا کہ دسترس محال ہے۔ میں ادباً چپ رہا تو فرمایا کہ تم چپ کیوں ہو گئے عرض کیا کہ اگر حضور کی دعا ہے تو انشاء اللہ ایسا ہی مرثیہ کہہ کر سناؤں گا بے اختیار رونے لگے میں ساتھ ہی ساتھ کوٹھے پر گیا وہی وقت غذا کا تھا اسی خصوص میں باتیں ہوتی رہیں ہاتھ سے چمچہ گرا کر ہاتھ کو دعا کے لئے بلند کیا اور دعا دینے لگے افسوس کہاں گئے وہ دعا دینے والے۔ احمد علی خاں کو یاد ہو گا کہ جب ان کے باپ ہادی علی خاں مرحوم نے مجلس میں مجھ کو سنا تو اس خیال سے بھی کہ یہ میرے ماموں کا ساختہ پرداختہ ہے کیا حال ہو گیا لپٹ گئے پاؤں چومنے لگے رونے لگے حالانکہ ابتدا تھی۔ لاحول ولا قوۃ کیا بک رہا ہوں ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا لنکونن من الخاسرین الٰہی توبہ ہے میں کیا اور میری ریاضت کیا اگر کچھ ہے تو وہ تیرا ہی عطیہ ہے اور تیرے ہی پاک بندوں کے الہامی ملفوظات کی دریوزہ گری ہے الٰہی تو جانتا ہے کہ نہ مجھ کو اس پر فخر ہے نہ غرور ہے خداوندا اگر میرے دل میں یہ بھی خطور گزرتا ہو کہ میرزا دبیر کا کلام شائع ہو جائے تو اس کو بھی محو و سہو کر دے پروردگار جس نے مجھ کو ان حقائق کی طرف توجہ دلوائی

اور اس سے کے ایک نکتہ نے میرے دل میں آ کر سمندر بنا دیا اس کے مدارج عالی کر آمین رب العالمین۔

ہاں بھائی اس خط کا آپ بہت جلد جواب دیجئے اور یہ لکھئے کہ قطعہ اور غزل پسند آئی یا نہیں اپنی خاتون معظمہ اور میری دل سوز بھاوج کو سلام شوق اور دعائیں کہئے بچے سب آداب بجا لاتے ہیں اور بے چینی سے مشتاق زیارت ہیں۔

تمھارے باپ کا غلام
سید علی محمد شاد

(۲۰)

برادر صاحب گرامی قدر عین الانسان و انسان العین یادگار اسلاف سلمکم اللہ

خدا کرے نہ تمھیں میرے حال سے واقف
نہ ہو مزاج مبارک ملال سے واقف

اس شعر سے آپ زیادہ تردد نہ کریں میری جسمانی حالت الحمد للہ جیسی تھی ویسی ہے رہی روحانی حالت اور زمانہ کی جو فروشی و گندم نمائی کی تفصیلی و توضیحی بیان کسی سے بجز آپ کے کہنے کے قابل نہیں وہ بھی نہ خط میں بلکہ بالمشافہ ادھر قدیم مخدوم فخر روزگار نواب عماد الملک بہادر و سید حسین خان صاحب سے مکاتبت کی نوبت آیا کی جناب ممدوح الیہ کو اپنے حال پر نہایت متوجہ پاتا ہوں اگرچہ میں نے جناب موصوف سے کسی قسم کی استدعا نہیں کی ہے۔ آپ نے اپنے آخر خط میں مجھ کو خبر دی تھی کہ شاید نواب مستطاب بہرام الدولہ بہرام جنگ بہادر

یا اور کسی رئیس سے معرفت اپنے بعض احباب کے محرم کے مجالس کے لئے میرے لئے تحریک کی ہے۔ چنانچہ مکرمی جناب نواب سید امداد امام صاحب بعد مراجعت از حیدرآباد میرے غریب خانہ پر تشریف لائے اور فرمایا کہ نواب بہرام الدولہ بہادر نے تم کو بذریعۂ میرے پیام دیا ہے کہ مہربانی کرکے اگر آپ حیدرآباد آنے کی تکلیف گوارا کر سکیں اور محرم میں میرے امام باڑہ میں (جہاں حضور بھی اکثر قدم رنجہ فرماتے ہیں) مجالس پڑھیں تو ممنون ہوں گا۔ میں چند خیال سے جواب میں متامل ضرور رہا مگر نواب صاحب نے مجھ سے وہاں جانے کے مصالح بیان کرکے مجھ کو راضی کیا۔ چنانچہ پرسوں جناب نواب بہرام الدولہ بہادر کا خط رجسٹری شدہ پہنچا ہے ہنوز میں نے جواب نہیں لکھا ہے۔ میں آپ سے کسی بات کا مخفی کرنا حرام جانتا ہوں۔ ضرورت شدید تو اسی کو مقتضی ہے کہ فوراً صدائے لبیک بلند کروں مگر اول تو پیرانہ سالی دوسرے یہ امر بھی ناممکن ہے کہ میرے ہمراہ سید جناب اور ان کے دونوں بچے نہ جائیں ضرور ہے کہ لوازمۂ سفر بڑھ جائے اگر میں بہت کم بھی کروں تو پانچ سو روپے سے کم سفر میں خرچ نہو گا۔ ساتھ اس کے مجھ کو یہ بھی معلوم ہے کہ میر انیس مغفور کے لئے کیا کیا سامان وہاں ہوئے اور کس قدر وہ کامیاب و خوش آئے (ہرچند شیخی کا کلمہ ہے) مگر میں تو اپنے کلام کو کسی سے بھی کم نہیں جانتا اور اعزازِ خاندانی کو میرے آپ سے زیادہ کون جانتا ہے۔

باپ میر امیر الامرا خان دورانِ محمد شاہی اور پندرھویں پشت میں سید حسین فیروزی

بادشاہ شیراز و ممدوحِ خواجہ حافظ کا پوتا دادی میری سادات بارہہ سے اور
سید عبداللہ خاں وزیر اعظم کی پوتی نانا میر شمس الدولہ خان صادق کا پوتا نانی
میری نواب سراج الدولہ فرماں روائے بہار و بنگال کی پوتی ہے ہرچند ان
باتوں کا خیال ولحاظ باعتبار موجودہ زمانہ کے جہالت وحماقت ہے مگر میں کیا
کروں اگر ذرا بھی میرے رکھ رکھاؤ میں فرق آتا ہے تو شدید صدمہ ہوتا ہے۔
خلاصۂ مدعا یہ ہے کہ آپ خوب غور کر کے اس کا جواب باصواب تحریر فرمائیں
کہ میرے ساتھ آپ کو کیسے برتاؤ کی امید ہے۔ بیشک میرا نیس کا نام بڑا تھا
اور وہ تھے بھی ایسے ہی لیکن میں یہ بھی یقین دلواتا ہوں کہ بشرطیکہ مجھ سے
ایک دو مجلسیں بھی حسب خواہ پڑھی جاسکیں تو اہل علم و فن شاید ہی مجھ کو نظر کم
سے دیکھیں زیادہ میں اپنے منہ سے کیا کہوں۔ چونکہ اہلِ لکھنؤ نے اس فن کی
مٹی خصوص حیدرآباد میں بہت پلید کردی ہے ڈرتا ہوں کہ میں بھی عوام میں
نہ گنا جاؤں۔ میری غیرت اس کو بھی مقتضی نہیں کہ اپنی زبان سے ٹھیکہ
پٹہ کروں غرضکہ یہ سب خیالات پیش ہیں جناب نواب بہرام الدولہ بہادر
کے خط کا جواب تو وہی دوں گا جو نواب سید امداد امام صاحب کو دے چکا ہوں۔
امید ہے کہ آپ میرے اس پرائیوٹ نیاز نامہ کا جواب مفصل اور جلد عنایت
فرمائیے کیونکہ بہت سے امور آپ کے مفصل جواب پر منحصر ہیں میرے بھائی
میرے خط کا ذکر کسی سے نہ کیجئے گا اور جواب صاف مفصل تحریر فرمائیے گا

خاتون مکرمہ یعنی میری بھابی طال عمرہا کو میری بہت بہت دعا فرما دیجئے

پٹنہ عظیم آباد　　　　　　　　تمہارا دور افتادہ دعاگو بھائی

۱۳ر جولائی سنہ ۲۲ء　　　　　　　　سید علی محمد شاد

—————— (۲۱) ——————

میرے غمخوار و دل سوز بھائی

خدا آپ کو زندہ و خوش رکھے میرے مرجانے پر میری ماتم داری و سوگواری نصیب کرے آمین ثم آمین ۔ رجسٹری کے خط میں جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا اُس نے حیرت ہی میں صرف نہیں ڈالا بلکہ اس کا غم ہوا کہ مجھ بڈھے قریب بمرگ پر ایسا یقین کیوں کیا گیا میں اور بہ خلاف مرضی جناب نواب صدرِ اعظم سلمہ کے (جن کو میں بہترین شخص جانتا ہوں اور جن کے کامیاب و خوش رہنے کی ہمیشہ خدا سے دعا کیا کرتا ہوں) ایک قدم بھی رکھوں گا۔ دشمن و کینہ خواہوں نے اس تین برس میں برخلاف جناب ممدوح کے کیا کچھ نہ کہا اور کہتے ہیں مگر میرے دل میں جناب ممدوح کے خصائلِ حسنہ نے ایسی مضبوط جگہ پکڑی ہے کہ شاید تا دمِ مرگ نہیں نکل سکتی چونکہ میری نسبت ذرا سی بھی کوئی بات بھلائی یا برائی کی ہو اُس سرے سے اس سرے تک مشہور ہو جاتی ہے ۔ آج تین برس سے نہیں معلوم لوگوں نے کیا کیا شہرت دے رکھی ہے کہ حیرت ہوتی ہے آج تک میں نے کسی ایک سے بھی تحریراً

خواہ تقریراً جناب صدر اعظم سلمہ اور میرے درمیان کیا معاملات ہیں کبھی ظاہر نہیں کیا تھی کہ آپ تک پر بھی ان امور کو ظاہر نہ کیا۔ ادھر مخدومی نواب عماد الملک بہادر نے بھی کئی دفعہ باصرار لکھا کہ "فلاں فلاں چیز بذریعہ جناب صدر اعظم کے نذر روانہ کر دیں خود بھی صدر اعظم صاحب سے باتیں کروں گا" مگر شمہ بھی اُن کو مطلع ہونے نہ دیا۔ نعوذ باللہ میرے فعل سے اور نواب سید علی امام صاحب کو کسی قسم کا نقصان یا رنج پہنچے میں بھی کیا دو غلا یا رذیل ہوں اتنا آپ یقین کر لیجے کہ اول تو حالت موجودہ میں کسی طرح میں جانا ہی نہیں (جس کا بیان آگے آتا ہے) بالفرض لالچ ترغیب اور حاجت بری نشئے سے خدانا کردہ عقل پر پردہ پڑ جاتا اور کسی طرح حیدرآباد پہنچ بھی جاتا تو ضرور ہے کہ اسٹیشن ہی پر اس کا پتہ لگ جاتا کہ یہ آنا میرا برخلاف حضور صدر اعظم ہے تو اسٹیشن ہی سے پلٹ جاتا جو داغ میاں نعیم خیال صاحب نے لگایا ہے اسی کی کالک ابھی نہیں چھوٹی۔ بھائی میرے اگر مرثیوں کو مین بیچتا پھرتا با جلب منفعت اس کو بناتا تو خود اپنے شہر اور گویا اپنے گھر میں بادشاہ نواب مرحوم کا ایک سال تک حد سے زیادہ اصرار رہا کہ مخصوص میرے امام باڑہ میں جب دل میں آئے پڑھ دیا کرنا تین ہزار سالانہ میں حاضر کر دیا کروں گا بلکہ وقف نامہ میں درج کر دوں گا سیوں نواب کے خط موجود ہیں اور کئی ٹیلی گرام۔ ان کی اس جرأت کی ایک معقول وجہ یہ تھی کہ چونکہ غفراں مآب نواب بہادر مرحوم سے میں نے ابتدا ہی سے [illegible]

جان مرحوم اسی تقریب سے میرے لینے کے لئے مظفر پور سے آئے تھے) تو
نواب بہادر نے مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ مرجانا تمھارا مجھ کو گوارا ہے مگر باُجرت مرثیہ
خوانی گوارا نہیں انھوں نے قسم لے لی تھی کہ محرم کے مجالس بجز ان کے امام باڑہ
کے کہیں نہ پڑھوں میں نے اس کی پابندی یہاں تک کی کہ بعض قدرشناس احباب
کے اصرار پر پٹنہ سے جونپور لکھنؤ علی گڑھ وغیرہ سکنڈ کلاس رزرو کرکے گیا مگر
خرچ لینا بھی گوارا نہ ہوا مرزا شجاعت علی بیگ صاحب سے رنج بھی ہوا لیکن
میں کیا کرتا۔ بادشاہ نواب صاحب کو یہ جرات مرحوم خورشید نواب صاحب
کی غلطی سے ہوئی۔ ان مرحوم نے میرے ذریعہ سے مخفی ایک مہاجن سے
تین ہزار روپے قرض لئے تھے ان کے دفتر والے اس سے واقف نہ تھے یہ مشکل
یہ روپے فقط اصل ادا ہوئے ڈیڑھ سو روپیہ سود کے مجھ کو ادا کرتے ہوئے چونکہ
اس کا پتہ دفتر والوں کو نہ تھا یہ رقم جو میرے پاس آئی تو دفتر والوں کو گمان
ہوا کہ مجھے دی ہے ایک محرر نے بادشاہ نواب صاحب سے ذکر کیا پھر کیا
تھا اصرار کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا حتےٰ کہ جب میں نے ڈانٹ بتائی اور کہا کہ
لطفِ علی خاں کی پوری دولت تو مجھ کو دے کر دیکھیں تو آپ کو سخت رنج ہوا
بارہ سو روپیہ مقرر کرکے دولھا صاحب کو لکھنؤ سے بلایا اور ٹھیک وہی وقت
مجلس کا مقرر کیا جو قدیم سے نواب بہادر کے مجالس کا تھا۔ یہی نہیں کرایہ
کی دس گاڑیاں الگ لوگوں کے لئے مقرر کیں چند بہار سے باُجرت مقرر ہوئے

عین مجلس کے وقت خود سٹرک پر ٹہلا کرتے تھے کہ مجلسی لوگوں کو کھینچ کر لے جائیں
تین تاریخوں تک ہمارے مجالس میں ایک آدمی بھی شریک نہ ہو سکا خورشید صاحب
بدحواس ہو گئے مگر چوتھی سے برابر نویں تک یہ حالت الٹ گئی خصوصاً جب بعض
ذی مرتبہ اردو داں انگریز آنے اور تعریفیں کرنے لگے افسوس اس کا ہے کہ یہ
حالت مجالس بادشاہ نواب صاحب سے دیکھی نہ گئی آخر بعوض بارہ سو کے بیچارے
دولھا کو بے لطفی کے ساتھ سات سو روپے دیئے تحقیق معلوم ہے کہ مجبور ہو کر دولھا
صاحب نے لیئے بھی ۔ بھائی میرے سنو اور فخر کرو ایک دن نواب بہادر مغفور کیا
سے مجلس میں میر انیس مرحوم کو سن کر میرے استاد مغفور اٹھے اور گھر جانے لگے
میں حسب عادت ہمیشہ جناب مغفور کے ہمراہ پہنچانے کو کوٹھے تک جایا کرتا تھا
ہمراہ ہو لیا راستہ ہی سے تعریف میر انیس کی کرتے چلے اور حیرت ظاہر کی۔
میں نے دوسرے ہی دن دس بند اسی ترکیب کے کہہ کر حضرت کو سنائے گلے
سے لگا لیا بہت دعائیں دیں اور فرمایا کہ بیٹا تم ایک چیز ہو گئے مگر میری جان
اس فن کو ہرگز مبتذل نہ بنانا وہ نصیحت مجھ کو یاد ہے ۔ بھائی میرے دوسری
فرعونیت میری سنو میں اپنی جگہ خود کو خدا جانے کس حد تک پہنچا ہوا جانتا ہوں جس
نے محض مشق و ریاضت و تحصیل و تکمیل میں اپنے لاکھوں روپے ضائع کئے
۳۰ سال یک قلم نہ رات کو سویا نہ دن کو آرام کیا ضعف معدہ اختلاج قلب وغیرہ
وغیرہ خود مول لیا اور یہ بھی غرض نہ رکھی کہ کوئی تعریف کرے وکرے سنے نہ

سے مگر بقول اپنے استاد کے ؎

تماشا گو نہ ہو تیرا کوئی پر تو تو گوہر ہو۔

ہنوز میری محنت اور میرے اصناف مضامین فلسفہ اخلاق تاریخ وغیرہ وغیرہ سے خود آپ تک پورے واقف نہیں ہیں اور وجہ یہ کہ سنا کہاں۔ غزلوں کو چھوڑ کر صرف مرثیہ ہی کو لیجئے اور علمی و تصوف و اخلاق و وجوہات و منافع شہادت امام کے مضامین کو الگ کر دیجئے کیونکہ ان مضامین کو لکھنو وغیرہ کے شعرا و مرثیہ گو نہ جانتے ہیں نہ سمجھ سکیں گے، فقط رخصت وصف آرائی و حملہ و صفات مراثی کے بندوں کو میر انیس کے بندوں میں مخلوط کر دیجئے اور پھر اہل لکھنو سے پوچھئے کہ وہ جن وہن اگر جن وہن تو بس جو تھا۔ میری گم نامی کا بڑا سبب خود میرے ارباب وطن ہیں ملاحظہ ہو خود مجھ کو یہ ذلیل حرکت کرنی ہوئی کہ اکثر صاحبوں کو مہربان پا کر میں نے ایما اپنے پڑھنے کی مجلس مقرر کرنے کو کہا اور وہ بھی ٹال گئے الله الله آپ کے جد امجد آبادی میں جہاں تک میں نے سمجھا ہے اگر کامل کو پوچھتے ہیں تو بس یہی تین شخص گئے ملا ازرقی ملا ظہوری اور آخر میں میر انیس تمام شد اب ان تینوں کملا کے کلام حاضر ہیں اور اس ناچیز حقیر کے بھی مسودات اصناف نظم حاضر ہیں دونوں طرح موازنہ کیجیے مضامین و زبان کو الگ تو لیئے اور ترازو میں رکھ کر الگ تو معلوم ہو جیسا میرے خدا شاہد ہے کہ میں شیخی سے نہیں کہتا خدا آپ کو زندہ رکھے اگر میرا سب کلام شائع ہوا (اگرچہ اب امید نہیں) تو

آپ فوراً میرے ہم زبان ہو جاتے۔ اس میں شک نہیں کہ میں اپنے متعلقین
کے لئے سخت گھبرایا ہوا ہوں اور اپنے بڑھاپے کو دیکھ کر مایوس ہوں چنانچہ
صدر اعظم سلمہ سے اپنی نسبت کچھ بھی نہ کہا صرف انہیں کے لئے ان سے عرض
معروض کی کہ اگر میں مر بھی جاؤں تو آپ ان کے لئے ضرور کچھ کر دیجئے اور
جیسی کہ ان کی ذات سے امید ہے گو کہ تین برس گزر گئے اور لوگوں نے
خدا جانے کیا کیا کہا مگر میں تو ہرگز مایوس نہیں ہوں۔ اب سنئے میرے محترم
اور غمخوار و سرپرست و یگانۂ عصر بھائی مولانا نواب سید امداد امام صاحب
مدظلہ بھی مطلق تفصیلی حالات جناب صدر اعظم کے اور میرے نہیں جانتے
مگر میری حالت سے مطلع اور متاثر ہیں حیدرآباد سے جب تشریف لائے
تو غریب خانے میں آکر نواب بہرام الدولہ کا پیغام بیان فرما کر ارشاد کیا کہ
اگر تم نہ جاؤ گے تو میں ذلیل و رسوا ہو جاؤں گا۔ مجھ کو ان باتوں کی کیا خبر۔
میں نے یقین کیا کہ بغیر امتزاج جناب صدر اعظم سلمہ کے مولانا ایسا پیام دیں
ناممکن ہے اس وقت غیر لوگ بھی بیٹھے تھے میں تفصیل کچھ پوچھ نہ سکا اور
یہی کہا کہ جیسا حکم ہوگا تعمیل کروں گا اس کے آٹھ دن بعد نواب بہرام الدولہ
کی رجسٹری کا خط پہنچا جس میں اپنے پیام کا حال اور نیز یہ کہ مولانا نواب
صاحب کے خط سے میرا منظور کرنا معلوم کر کے نہایت خوش ہوا پھر یہ بھی
تھا کہ محرم میں دس مجلسیں میرے یہاں ہوتی ہیں تم کو اختیار ہے کہ ماہ محرم

کے اوائل یا اواسط یا آخر ہفتہ میں مجلس کی تاریخ سے چند دن پہلے یہاں
آؤ مضامین تو خیر شائستہ تھے مگر مولانا کا نام صرف نواب امداد امام صاحب
اور اپنا لقب مشفق مہربان دیکھ کر (جو ہم لوگ دہات کے گماشتوں کو لکھتے
ہیں) گراں ضرور ہوا چار ہی دن میں یہ خبر سارے شہر میں بلکہ لاہور اور کلکتہ تک پہنچ گئی اب جو ہے
وہ اصرار کر رہا ہے کہ خدا کے لئے ضرور جاؤ ہمارے مولانا مدظلہ نے
برابر لکھنا شروع کیا کہ دیکھو ایسا نہ ہو تم نہ جاؤ اور میں ذلیل و رسوا ہوں۔
جناب صدر اعظم سلمہ سے تو دریافت کرنا محال تھا کیونکہ برسوں سے میں
ان کے جواب سے محروم ہوں آخر آپ کو لکھا اور کیوں لکھا جبکہ مجھ کو یقین
تھا کہ اس کے اصلی محرک حضور صدر اعظم ہیں ورنہ مولانا مدظلہ ہرگز ہرگز یہ
پیام نہ لاتے سبب یہ ہوا کہ مولوی محمد یحییٰ مرحوم کی اولاد میں سے ایک صاحب
نے باتوں ہی باتوں میں کہا کہ جناب مولانا فرماتے تھے کہ گو کہ یہ سب سامان
علی محمد شاہ کے لئے کئے گئے ہیں مگر وہ نہ جائیں گے کیونکہ وہ پابند نواب سید
علی امام صاحب کے ہیں آخر جو نتیجہ اس کا ہوگا وہ سب لوگ دیکھ لیں گے"
یہ سن کر میں چونکا اور خیال ہوا کہ معلوم ہوتا ہے جناب صدر اعظم کو اطلاع
نہیں ہے نواب بہرام الدولہ صاحب کو تو حضرت مولانا کے مطابق حکم چار
سطروں میں یہ جواب لکھ دیا کہ اگر حالت موجودہ میں کوئی فرق نہ آیا تو
۱۵ محرم تک قصد کر دوں گا مگر بخدا مجھ پر گراں تھا علی الخصوص لوگوں کے

طعنے اور بھی نشتر تھے میں اس صورت میں بھی اس حیثیت سے جانا کبھی قبول نہ کرتا ہر چند
ہمارے مولانا حد سے زیادہ مجھ پر تبرا بھیجتے اور میری صورت سے بیزار ہو
جاتے مگر آئندہ میں پاؤں پر گر کر منا لیتا اور اب جبکہ آپ نے لکھا ہے آپ جناب
صدر اعظم سلمہ کو یقین دلوائے کہ بہرام الدولہ نہیں منحصر ہے خود حضور بھی بغیر آپ
کے استمزاج کے بلا رہے ہیں اور بقول آپ کے حاسدوں کے کہ یہ سب محض
دل خوش کن ہے وہ بجز اپنے عزیز قریب کے کسی کے لئے کچھ نہ کریں گے"
اس یقین پر بھی تو میں اپنی جگہ سے نہ ہلتا آپ کی توہین تو کیا ہوتی خود میری ذلت
تھی۔ میں چونکہ اپنے مولانا مدظلہ کے مزاج سے بیحد ڈرتا ہوں اتنا ضرور چاہتا
ہوں کہ بشرطیکہ جناب صدر اعظم صاحب اجازت دیں تو میں خود ان سے عرض کروں
کہ میرا حیدر آباد جانا خلاف مصلحت جناب صدر اعظم کے ہے یقین ہے کہ وہ مان
لیں اور ناراض نہ ہوں یا خود جناب صدر اعظم مولانا کو دو سطریں لکھ بھیجیں کہ
علی محمد شاد کا یہاں آنا خلاف مصلحت ہے ورنہ میری جان ضیق میں پڑ جائیگی
آپ نے اپنی محبت سے جو یہ لکھا ہے کہ دو مہینے اور انتظار کرو اگر صدر اعظم
صاحب نے تمھارے لئے کچھ نہ کیا تو میں راہ خرچ بھیجوں گا تم چلے آنا پھر
کوئی ترکیب نکل آئے گی بھائی میں مر جاؤں گا مگر یہ گوارا نہ کروں گا بقول میرے

طلب نانہ سازند از جانہ خیزم۔ کہ ہر جا ست با من ہمیں یک خدائے

تعجب اس کا ہے کہ ادھر دو قطعے ایک فارسی ایک اردو کا ان کی خدمت

میں ارسال کئے رسید رجسٹری اُن کے آفس کی موجود ہے مگر پتہ نہیں کہ پہنچا بھی یا رستہ ہی سے غائب ہوا یہ دونوں قطعے دو سال سے کہے رکھے تھے۔ اس دفعہ نواب عماد الملک بہادر کو بطور نمونۂ کلام اس کی نقل بھی بھیج دی انھوں نے بیحد اصرار سے لکھا کہ بالضرور صاف کر کے جناب صدر اعظم کو بھیج دو یقیناً کامیاب ہو گے اس خصوص میں جو میں بھی تحریک کروں گا میں نے بلا عذر وہ دونوں قطعے بھیج دئے ہیں ضرور دریافت کیجئے کہ پہنچے یا نہیں۔ اگر معلوم ہوجاتا کہ مثنوی کھو گئی نواب تک ایک سال کا عرصہ ہوتا ہے ہیں دوسری مرتب کر دیتا بہر حال اگر کوئی موقع پیش کرنے یا عرض معروض کا نہ ملا جیسا کہ گمان ہے تو اس آخر عمر میں سارے ہندوستان میں اجسکہ خود بخود یہ خبر گونج گئی ہے میں حد سے زیادہ رسوا ہوجاؤں گا اور بعد اس دو مہینے کے ایک کوردہ میں مع غریب بچوں کے عمر کے دن گزاروں گا اور یہ ناممکن ہے کہ میں حیدرآباد کا قصد کروں۔ نواب سید علی امام صاحب کے علی الرغم کوئی کام کرنا کسی حلال زادہ کا تو فعل نہیں ہے البتہ انہیں کو یہ مبارک رہے جو اس فن کے ہیں۔ طول بہت ہوگیا مختصر یہ ہے کہ آپ بہ تفصیل اُن سے کہئے کہ اب یہ فرض ہوگیا ہے کہ آپ ضرور کچھ نہ کیجئے اور جلد نہ کیجئے اگر میں مر بھی جاؤں تو میرے لڑکے کے ساتھ کیجئے ورنہ بصورتِ محرومی شماتتِ ہمسایہ ایک بلا ہے بھائی میرے غمخوار میرے آپ سے گزارش یہ ہے کہ آپ میرے خط کے پورے مضمون کو پڑھکر اور جناب

صدر اعظم سلمہ تک پہنچا کر جلد ہر بات کا جواب لکھئے اور وہ تدبیر ہے اور کوئی چیز نہیں نہ فقط حیدرآباد میں بلکہ کلکتہ سے لاہور تک ذلیل و رسوا ہوں جب تک آپ تفصیلی جواب نہ لکھیں گے میں نہ مولانا مدظلہ کو کچھ لکھ سکتا ہوں نہ حیدرآباد کو بلکہ صرف مولانا ہی کو لکھوں گا یا زبانی عرض کروں گا حیدرآباد سے خط کتابت بھی نہ کروں گا۔

بچے تسلیم عرض کرتے ہیں میری بھاوج تاج خاتونانِ ہند کو میری دلی دعائیں۔

خاکسار

۴ اگست ۱۹۲۲ء

پٹنہ سٹی

سید علی محمد شاد

۲۲

جناب اخی محترم روحی فداکم

تسلیم و دعائے ترقی عمر و اقبال۔ نامہ گرامی سرمہ چشم منتظر ہوا شکریہ قبول فرمائیے اب ضعف پیری طویل طویل تحریروں کی اجازت نہیں دیتی مجبور رہوں میں ہی ہوں جس نے ایک وقت مختلف اوزان کی غزلوں پر دس منٹ میں پندرہ پندرہ غزلوں پر اصلاحیں دیں اور اب یہ حالت ہے کہ لکھنؤ سندیلہ دہلی وغیرہ وغیرہ کے احباب کی سیکڑوں غزلیں دھری سڑتی ہیں تقاضے سن رہا ہوں اور اصلاح کی ہمت و طاقت نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ خوب

آگاہ ہے کہ اس عمر میں مجھ کو کسی بات کا نہ شوق ہے نہ ولولہ بقول اپنے ؎

خوش تھے افلاس میں بھی ہائے جوانی مرحوم

اس بڑھاپے میں خزانے بھی اگر پائے تو کیا البتہ یہ تمنا ضرور

ہے کہ سیّد صاحب سلمہٗ کی اولاد کے لئے اگر کچھ ہو جائے تو بڑی بات ہے۔

عزیز گرامی قدر فخر قوم و ملت سید علی امام صاحب کو اگر موقع ملے گا تو شاید

وہ کوئی صورت کریں گے ورنہ بچوں کی تقدیر۔ جب ساری عمر میری گزر چکی

اور کچھ نہ ہوا تو اب جبکہ گنتی کے دن زندگی کے رہ گئے ہیں کیا امید ہو سکتی ہے

میں نے گزشتہ نیاز نامے میں فقط اس امر کی استدعا کی تھی کہ موصی الیہم

کی خدمت میں دو برس ہوئے جو مثنوی حاضر کی ہے اس کا بعینہٖ مسودہ جاتا

رہا اس کے علاوہ جابجا اس کے مضامین کی اصلاح مدنظر ہے تین مہینے

ہوئے کہ بار بار یاد دہی کی پھر دو عریضے اخوی وکیلی حضرت مولائی نواب

اثر مدظلہ کی جناب میں بھیجے مگر کسی کا جواب نہ ملا گھبرا کر آپ کو زحمت دی ممکن

ہے کہ کشاکش علالت و سفر کے سبب سے اس کا پتہ نہ ہوا اگر یہ بھی معلوم ہو جائے

تو اطمینان سے اسی مسودۂ نامرتب کو مرتب کر دوں تاکہ کتاب ادھوری نہ

رہے آپ نے اس کا جواب کچھ نہ دیا۔ ایسا سنا ہے کہ حیدرآباد میں خطوط

کھول کر پڑھ لئے جاتے ہیں اس لئے میں بکسر اپنے ہر دل عزیز گرامی قدر

سلمہٗ کو کچھ لکھ بھی نہیں سکتا۔

میرے پیارے بھائی اب مجھ کو ہر طرح سے مایوسی ہے اور کوئی چیز چھپے یا نہ چھپے مگر اپنی سوانح عمری جو خود اپنے قلم سے لکھی ہے اور جس کے چھاپ دینے کو وصیت کر دی ہے انشاءاللہ میرے چہلم کے اندر چھپنا شروع ہو گی اس کو پڑھ کر آپ بہت روئیں گے۔

کل باہمہ ضعف و اختلاج قلب ڈاکٹر مشتوق علی صاحب کے سخت اصرار اور سخت تر کوشش کے سبب سے غالباً ایک برس بعد صحبت میلاد جناب امیرؑ میں ایک مسدس پڑھنا پڑا انیس سو بند کا مسدس ہے خدا جانے کیونکر دو گھنٹے تک پڑھا ڈیڑھ ہزار آدمیوں سے کم نہ تھے شائد ہی کوئی ایسا ہو جو شریک نہ ہو ورنہ جتنے اعیانِ قدیم و جدید ہیں سب تھے آپ شریک ہوتے تو دیکھ کر خوش ہوتے جن جن لفظوں میں میری تعریفوں کا شور تھا یہ وہی عظیم آباد ہے جو آج میرے قدم قدم پر نثار ہو رہا ہے ابھی تو خیر جب میں مر جاؤں گا تب دیکھئے گا کہ یہی پٹنہ انشاءاللہ میری قبر کو پوجے گا اگر ایسا نہ ہوا تو آپ مجھ کو ناقص سمجھئے گا۔ میری فخر خواتین بھاوج کو میری دعائیں کہہ دیجئے موقع ہو تو اس مثنوی کے بارہ میں میرے غمخوار فخر روزگار عزیز سے یوں فرمائیے گا کہ ایک مثنوی جو آپ کے ملاحظہ کے لئے حاضر کی تھی اگر جلد بھیج دی جائے تو صاف کروا کر اپنے تصانیف میں داخل کر دوں سید سلمہ اور ان کے نیچے قدم بوسی بجا لاتے ہیں۔ ۱۴ شعبان ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۲۲ء تمہارا جان نثار ناکارہ

سید علی محمد شاد

روحی فداکم

تسلیم۔ میری رجسٹری پہنچی تو ہوگی۔ میں نے حیدرآباد جانے سے قطعی انکار لکھ بھیجا اور یوں لکھا کہ تحقیق معلوم ہوا کہ نواب صاحب محض مجالس پڑھنے کو مجھے بلانے اور اس کی اجرت دینا چاہتے ہیں میں نے آج تک ایسا نہیں کیا اور نہ کرنے کا ارادہ ہے ہاں وہاں کسی اور ذریعہ سے جانا تو مجلس پڑھنے کا تو مجھے خود شوق ہے اور اب جبکہ اس ذریعہ اور خصوص اجرت کا نام آچکا تو مجھ کو قطعاً معاف کریں لکھنو سے کسی ذاکر کو بلوالیں میں ہرگز کسی حالت میں ایسا نہیں کر سکتا۔ یہی اپنے مخدوم مدظلہ کو بھی ڈرتے ڈرتے لکھ بھیجا ہے۔ اس سے آپ خاطر جمع رکھئے اگر اب دس ہزار روپے بھی وہ دیں گے تو میں اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا۔ آپ کے مطابق لکھنے کے مثنوی صاف کروا رہا ہوں مسودہ نہ ہونے سے نہایت مشکل پڑ گئی باایں ہمہ غالباً میں تین تصنیفیں روانہ کر سکوں گا۔ ایک مرثیہ بھی اگر آپ مناسب سمجھیں تو روانہ کروں اگر حضور پرنور صاحب فن ہیں اور ملاحظہ بھی فرمالیں تو میرا گمان ہے کہ خوش ضرور ہوں گے۔

آپ سب باتوں کو ملحوظ رکھ کر مفصل مجھ کو جواب لکھئے مجھ کو اپنی تقدیر سے اب جبکہ تین چار برس گزر چکے ہیں کبھی یہ گمان تک نہیں ہے کہ میں کامیاب ہوں گا اور اس کا موقع بھی آئے گا بہرکیف ہر طرح گزر جائیگی

اور میری سوانح عمری میں (جو یقیناً چھپے گی اور دوسرے لوگ لکھیں گے
میری ناکامیوں کا مضمون اضافہ ہوگا۔

کئی کئی کتابیں جو نئے ترتیب ہیں ان کو صاف کر رہا ہوں جب جب ضعف
و مرض کی صعوبت مہلت دیتی ہے صاف کرتا ہوں اگرچہ نتیجہ معلوم مگر اپنی سعی
کر کے دنیا سے جانا میرا فرض ہے والسلام والدعا میری بھاوج کو دلی دعا۔
بچے آداب و تسلیم بجا لاتے ہیں۔

۱۱ اگست ۲۲ء

خاکسار دعاگو تمہارا

سید علی محمد شاد

۲۴

برادر سبحان برابر عین الانسان و انسان العین اعلے اللہ شانکم
تسلیم۔ مثنوی دبستان اخلاق (جس کو میں جان سے زیادہ عزیز
رکھتا ہوں) جلد کھول کر روانہ کر رہا ہوں آپ کا خیال غلط ہے جن صاحب کی
ہوگی کون سی علمی چیز پاس گھر میں رہی کہ یہ رہتی دست بستہ گذارش ہے کہ
بحفاظت رکھئے اور ممکن ہو تو پھر چھپوا دیجئے خدا شاہد ہے کہ اگر آپ مجھ سے
نہ مانگتے تو میں کبھی اپنے پاس سے جدا نہ کرتا۔ پرسوں میرے اخی
مخزم حضرت مولانا نواب سید امداد امام صاحب قبلہ مدظلہ گویا تمام دن غریب خانہ
میں رہے پہلے تو میرے اذکار پر نہایت چین بجبیں ہوئے میں ڈر گیا۔

آہستہ آہستہ ان کا غصہ میری تقریر سے کم ہوگیا واقعی نہایت کریم النفس اور سچے سید ہیں۔ میری حالت پر روتے رہے تب میں نے یہ عرض کیا کہ آپ کے ہمارے باعثِ فخر فرزند کی رائے بھی نہیں ہے کہ میں اس طریقے سے حیدرآباد جاؤں بگڑ کر بولے کہ ان کو تو موقع ہی نہ ملے گا کہ آپ کو بلوائیں پھر کیا صورت نکلے گی میں نے عرض کیا کہ آپ کے خوش ہونے کی جگہ ہے کہ آپ کے اس ادنے خادم کی ذرا بھی بے احترامی نہیں چاہتے خوش ہو کر کہنے لگے کہ ٹھیک ہے لیکن اگر اب بھی انھوں نے غفلت کی تو گویا کچھ نہ کیا۔ تین چار سو روپے کا منصب دلوا دینا بھی ان کے لئے کوئی بات ہے جبکہ محب الحق صاحب کو ادنے شخص نے دو سو روپے ماہانہ مقرر کروا دے میں نے عرض کیا کہ دیر آید درست آید اگر نقدیر میں ہے تو میرے بے پناہ بچوں کے لئے بغیر کچھ مقرر کروائے ہرگز باز نہ آئیں گے۔ غرضیکہ یوں ان کے غصہ اور خیال کو پلٹا دیا۔ آپ کی بہت تعریف کرتے رہے۔
حسبِ ارشاد میں مثنوی مادرِ ہند کو گویا پھر تصنیف کر رہا ہوں اور کاتب کو تین روپیے جزو کے حساب سے دیکر لکھوا رہا ہوں اس کے ساتھ ایک ابتدائی تعلیم کی پہلی کتاب "اردو تعلیم" بھی صاف کروا رہا ہوں۔ اور مجبوری کتاب سعی بلیغ کے مسودات اپنے ہاتھ سے صاف کر رہا ہوں خدا کرے جلد انجام ہو۔ بھائی اگر اب کامیابی نہ ہوئی تو میں پٹنہ میں نہ رہوں گا اور

نہ رہ سکتا ہوں ۔ دوسری بات سنئے ایک عزیز نے کلکتہ سے یہاں اپنے ایک دوست کو میرے بارہ میں ایک طویل خط لکھا اتفاق سے میں نے بھی اس کو پڑھ لیا لب لباب یہ ہے کہ خان بہادر نشا دکس خواب غفلت میں ہیں آج چار برس سے سر علی صاحب کے وعدوں پر پھولے بیٹھے ہیں اگر آسمان چکر کھائے تو بھی سر علی اپنا وعدہ وفا نہ کریں گے انھوں نے کسی غیر کے لئے کچھ کیا ہے کہ ان کے لئے کریں گے یہ سب دھوکا ہے آگے بڑھ کر لکھتے ہیں کہ خود حضور ایسے خود پسند ہیں کہ گو کیسا ہی کامل ہو مگر اس کے منہ پر اعتراضات و تضحیکہ کرتے ہیں اور حواشی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں ۔ تیسرے دکن والے مرثیہ میں کسی نئے طرز کو گو کیسا ہی مفید و دلچسپ ہو نہ پسند کرتے ہیں اور نہ قدر کرتے ہیں چوتھے سر علی اگر بڑی مہربانی بھی کریں تو صرف ایک سو روپیہ ماہانہ تک کا اختیار تمام رکھتے ہیں امید تو بالکل نہیں ہے مگر نشاءاللہ البتہ وہ ایک سو روپیہ مقرر کر دے سکتے ہیں مگر اب تک ان سے یہ بھی نہ ہو سکا وغیرہ وغیرہ ہاں جناب مولوی سید امداد امام صاحب اگر کچھ وعدہ کرتے تو جان جائے یا رہے ضرور وعدہ پورا کرتے مگر بیچارے بے اختیار ہیں ۔

کچھ خبر نہ ملی کہ میرے وہ دونوں قطعے جن کو رجسٹری و بیمہ کر کے میں نے بھیجا تھا جناب صدر اعظم دام شوکتہ تک پہنچے بھی یا غائب ہوئے از راہ عنایات دریافت فرما دیجئے اور مجھ سے اور میرے بے پناہ بچوں سے

ہرگز غافل نہ رہیئے۔ میری بھاوج سرتاج خاتونانِ ہند بیگمہا کو میری دلی دعائیں یہ لقب ان کے لئے کوئی بڑا لقب نہیں ہے پہلے میں نے تاج لکھا تھا لیکن حق یوں ہے کہ یہ لڑکی ماشاءاللہ سرتاج ہے اللھم بارک فی عمرہا۔

۱۹ اگست ۲۲ء پٹنہ سٹی

طالب جواب باصواب تمھارا دعاگو

سیّد علی محمد شاد

۲۵

ترا چہ غم کہ ترا ہر کسے بجانِ من است	مرا است غم کہ مرا ہیچ کس بجائے تو نیست

اخوی محترم فدایت شوم۔

تسلیم کیا سبب کہ آپ نے میرے اخیر نیاز نامہ کا جواب اور مثنوی دبستان اخلاق کی اب تک رسید نہیں لکھی۔ بھائی آپ کی اتنی سی غفلت بھی میرے سے بڈھے کے حق میں ستم ہے۔ للہ جلد بتائیے کہ مثنوی بخیریت پہنچی میں خود کو ...... ملامت کر رہا ہوں کہ رجسٹری کیوں نہ کر دی واضح رہے کہ یہ مثنوی اب نایاب ہے۔ خدا بخش خاں مجھ سے ناراض ہو گئے تھے مگر میں نے ان کو نہ دی ؎

چہ داند بز نہ لذات ادرک

یہی مصرعہ میں نے جواب طلب میں پڑھا تھا۔

بہرام الدولہ صاحب نے معذرتیں اور بیحد ترغیبیں دیں چونکہ میں ذاکر نہیں ہوں اگر اس ذریعہ سے بیس ہزار بھی دیں گے تو مجھ کو لینا حرام ہے۔

لطیفہ یہ ہے کہ چونکہ میرے محترم جناب نواب سید امداد امام صاحب مدظلہ نے مجھ پر حد سے زیادہ اصرار فرمایا تھا کہ جلد حیدرآباد جانے کا سامان کروں میں نے جناب ممدوح کو جواب میں لکھا تھا کہ جناب کو میرے علائق کی پوری خبر نہیں ہے اس سفر میں کم سے کم میرے ایک ہزار روپے خرچ ہو جائیں گے بغیر خاص گاڑی کے میں جا ہی نہیں سکتا اور ان دنوں بعض وجوہ سے اتنا جلد میں سامان سفر نہیں کر سکتا۔ سامان مرتب کر لوں تو جناب کو خبر دوں گا میرا یہی خط حضور ممدوح نے بہرام الدولہ صاحب کے پاس بھیج دیا۔ بہرام الدولہ صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے غلطی سے اس کو حسن طلب سمجھا یہ بھی لکھتے ہیں کہ میں نے آپ کا خط بجز بھائی علی امام صاحب اور سالار جنگ بہادر کے کسی کو نہیں دکھایا خیر بات تیر از کمان جستہ ہے وہ اب تین ہزار تو کیا بیس ہزار بھی دیں تو برخلاف وضع نہیں کر سکتا۔ مگر بڑا غضب یہ ہے کہ میرے محترم مدظلہ، میرے انکار سے کبیدہ خاطر ہو گئے خیر میں پاؤں پر گر کر منا لوں گا میں نہیں جانتا کہ میں نے نور چشم نصیر میاں سلمہٗ کا کیا بگاڑا ہے اگر نقصان کیا یا کر رہا ہوں تو اپنا کیا۔ پہلے تو خواجہ اسمٰعیل صاحب وکیل و مسٹر سلطان احمد صاحب کو لکھ لکھ بھیجتے تھے کہ ستر برس کی عمر میں بڈھے کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسے لوگوں کی باتوں کا اعتبار کر رہا ہے اب سلطان نہیں ہیں تو محلہ کے لوگوں کو میری نسبت مضحکہ آمیز طنز و تشنیع لکھا کرتے ہیں یہ خبر مجھ کو برابر پہنچتی رہتی ہے۔

یہ بھی معلوم نہیں کہ آپ کی خط وکتابت کا حال کیونکر مل گیا۔ میں نے بہ مشکل تمام مثنوی مادر ہند کو پھر مرتب کرکے کاتب کو دیدیا نصف لکھی جا چکی اس کے ساتھ ایک تعلیمی کتاب بھی لکھوا رہا ہوں کیا کہوں وقت کم ہے ورنہ جو نصاب تعلیم اُردو و فارسی و عربی کا میں نے لکھا ہے اور جس سے آسانی کے ساتھ فقط تین برس میں لڑکا ان تینوں زبانوں پر تحریراً و تقریراً قادر ہو جاتا ہے صاف کروا تا یہ سات کتابیں ہیں۔ پٹنہ کالج کے پروفیسروں نے مسودہ جانچ کر لکھا کہ مصنف نے علمی راستہ میں ریل ایجاد کی ہے وغیرہ ایک ضخیم کتاب فکر بلیغ ہے اگر موقع ہوا تو تھوڑی تھوڑی نقل اس کی لکھ لکھ کر آپ کو بھیجوں گا۔
اب میں صاف عرض کرتا ہوں کہ میں ایمان کو گواہ کرکے کہتا ہوں کہ لوگ جو چاہے کہیں مگر میں نے سید علی امام صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سے بہتر عمدہ ہمہ صفات موصوف نہیں دیکھا اور زندگی تا آخر تک میرا یہی عقیدہ رہے گا۔
میرے سے کس مپرس آدمی کے ساتھ وہ جیسی محبت کرتے ہیں ایسی بے ریا محبت شاید ہی کسی کو ہو خدا گواہ ہے کہ اگر ذرا بھی ان کو موقع ملتا تو اب تک نہیں معلوم وہ کیا کر گزرتے میں تین برس گزرنے پر بھی ذرا مایوس نہیں ہوں اگر موقع مل گیا تو میں لوگوں کو سلام کروں گا کہ دیکھو علی امام ایسے ہیں ابھی میں خاموش ہوں جس کا جو دل چاہے کہے میاں نعیم نے لوگوں کو لکھا ہے کہ حیدرآباد میں سحر کشن پرشاد کے علی محمد شاد کے اعلیٰ مضامین کو سمجھتا کون ہے نتیجہ یہ کہ اگر کسی اور ذریعہ سے......

دکن گئے بھی تو ان کا کمال مٹی میں مل جائے گا وغیرہ وغیرہ تیر وہ وقت آگزر گیا تو دیکھا جائے گا یہ بھی (میرے جی چھڑانے کے لئے) لکھتے ہیں کہ خود بدولت (حضور بجز اپنے کسی کی ہستی نہیں سمجھتے بعین مجمع میں یہ کہہ کہہ کر کہ یہ مصرع یا یہ شعر یا یہ مضمون لغو ہے اور پھر اپنی صحبت میں مضحکہ کرتے ہیں لوگوں حتیٰ صدر اعظم کو خوشامدانہ تصدیق کرنی ہوتی ہے۔ مجھ کو یقین نہیں کہ ایک والی ملک خصوصاً اہل فن ہوکر یہ حرکت کرے۔

اب میں آپ سے مستدعی ہوں کہ خدا کے لئے جس طرح ہو آپ حضور صدر اعظم سلمہ اللہ کی خدمت میں جائیے اور کہئے کہ جس طرح ممکن ہو (اگر اعلیٰ پیمانہ پر نہ ہو تو نہ ہو) لیکن کچھ تو کیجئے ضرور میری زندگی اب بہت کم ہے جو بات ہو جائے غنیمت ہے۔ خدا جانے سچ یا جھوٹ میاں نصیر نے لوگوں کو لکھا ہے کہ صدر اعظم کو دو سو روپیہ ماہانہ منصب دینے کا اختیار ہے دو سو یہ اور دو سو سرکاری طریقہ سے وہ چاہتے تو گھر بیٹھے دلوا دیتے نہیں معلوم اس کی حقیقت کیا ہے لیکن یہ سچ ہے حافظ محب الحق نے ایک معمولی کتاب کسی معمولی شخص کے ذریعہ سے پیش کر کے دو سو ماہانہ کا منصب حاصل کر لیا۔

بہر حال میرے اس نیاز نامہ کا جواب مفصل بعد دریافت جملہ امور از راہ ہمدردی عنایت کیجئے اور یہ بھی دریافت کر کے لکھئے کہ میرے دونوں قطعے ایک اردو ایک فارسی اور وہ تحفۂ زرین جو نذر بارگاہ کے لئے طیار کر کے حاضر کیا تھا،

محفوظ ہے یا کشاکش سفر و علالت مزاج کے سبب سے کہیں گم ہو گیا اگر خدا ناکردہ نسخۂ زرّین گم ہو گیا تو اب اس کا سامان بہت دشوار ہے بہر حال مجھ کو معلوم تو ہو جائے ۔

اس دفعہ عزیزی مولوی احمد علی خاں سلمہٗ نے یہ چاہا ہے کہ صوبۂ بہار کے چاروں ضلعوں سے قدرشناسوں کا مجمع کریں اور میں مرثیہ پڑھوں میں نے خوشی سے منظور کر لیا ۔ مرحوم مغفور ہادی علی خاں یاد آتے ہیں کہ اپنے ماموں کا کفش بردار سمجھ کر مجلسوں میں منبر کے پاس گھنٹوں کھڑے ہو کر مجھ کو پنکھا جھلا کرتے تھے اور میری ترقی پر خوشی کا رونا رویا کرتے تھے خدا مدارج عالی کرے ۔ لڑکے بھی کچھ کم مجھ سے محبت نہیں کرتے اور میرے بارہ میں تعصب حد سے زیادہ ہے ۔ ستر تاج خاتونانِ ہند[1] کو میری دلی دعائیں پہنچایئے لڑکے آداب عرض کرتے ہیں والسلام والدعا والتسلیم

تمھارے باپ کا کفش بردار
سیّد علی محمد شاد

۲ ستمبر سنہ ۱۹۲۲ء
(پٹنہ)

---

[1] صغرا ہمایوں مرزا ۔

۲۶

روحی فداکم تسلیم ۔

مجھکو حیرت ہے کہ ایک مہینے سے بھی زیادہ زمانہ گزرا کہ نہ آپ نے مثنوی دبستانِ اخلاق کی رسید نہ میرے دو خطوں کے پہنچنے کا حال لکھا ۔ میں نے تو بظاہر کوئی قصور نہیں کیا ہے البتہ آپ کے روک دینے سے میں نے فسخ عزیمت کر کے جواب صاف دیدیا ورنہ محض اس خیال سے کہ وہاں کے لوگ بھی مجھ سے کچھ نہ کچھ توقع رکھتے ہونگے ضرور جاتا اور یہی رائے یہاں کے لوگوں کی تھی کہ صرف راہ خرچ لے لو اور ضرور جاؤ بجز آپ کے میں کسی کے روکنے کو نہ سنتا الخیر فیما وقع مگر آپ بھی خفا ہو گئے اور نہ میں نے آپ کے خطِ ممانعت سے کسی کو خبر دی ۔ شاید آپ کو معلوم ہو یا نہو کہ سید وزیر نواب مرحوم کے بیٹے مرتضےٰ نواب مرحوم میرے بھانجے تھے ان کو بیحد شوق شاعری خصوص مرثیہ گوئی کا تھا مگر استعداد ذہن بہت محدود تھی میں نے چار یا پانچ برس بہت کوشش کی رات دن وہ بھی پڑھے رہے آخر نا چار ہو کر میں نے مطابق ان کی استعداد کے چار یا پانچ مرثیے کہدئے اور مصرع لگانے کو پندرہ سولہ سلام بھی میرے مجھ سے لے گئے جس کی نقل تک میرے پاس نہیں ہے افسوس کہ چند دن بعد وہ مر گئے تھوڑے ہی دنوں بعد وزیر نواب بھی رحلت کر گئے مرتضےٰ مرحوم کا بڑا کا مصطفےٰ اگرچہ انٹرنس پاس

کرچکا تھا مگر نتھے آغا جو ٹوپی بناتے تھے ان کے نواسے کاظم نام کا ساتھ ہوا
آوارہ ہوگیا اور میرے پاس بھی آنا یک قلم چھوڑ دیا اور میری بہت سی غزلیں
اور سلام و متفرق کلام جو مرتضیٰ کے پاس تھے سخت تقاضوں پر بھی مصطفیٰ
نے نہ دئے افواہاً سنا ہے کہ اب حیدرآباد جاتا ہے اور یہی مرثئے اور کلام
اس کے پاس ہیں اور کاظم بھی جو محض آوارہ گرد ہے ہمراہ ہوگا خدا جانے یہ
خبر کہاں تک صحیح ہے۔ سر سید علی امام سے ابھی تک ملاقات نہیں ہوئی اگر
وہ میرے پاس حسب معمول آئے تو خیر ورنہ کوئی صورت ملاقات کی نہیں۔
مثنوی تو کھو ہی گئی اور دونوں قطعے اور وہ زرنگار پردہ جس کی طیاری میں قریب
چار سو روپیوں کے خرچ ہوئے تھے وہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بے اعتنائی سے
تلف ہوگیا۔ ایں ہم اندر عاشقی بالائے غم ہائے دگر۔ علی امام صاحب کے
بارہ میں یہاں طرح طرح کی افواہ ہے خدا جانے صحیح کیا ہے۔ متردد ہوں
کہ از راہِ عنایت جواب تو لکھئے آخر آپ نے خط کیوں نہ لکھا

مکرر یہ ہے کہ میرے پرانے عزیز دوست سید حسن رضا خانصاحب وکیل
ہائی کورٹ ان دنوں حیدرآباد میں ہیں یا نہیں اگر ممکن ہو تو تحریر فرمائیے۔ فقط

۱۷ ستمبر سنہ ۲۲ء
خاکسار
سید علی محمد شاد

٢٦

میرے غمگسار میرے غمخوار میرے آقازادہ

خدا آپ کو اور آپ کی سرتاج خاتونانِ ہند پاک نفس بی بی کو صحت
و عافیت و مدارج عالی کے ساتھ عمرِ طبیعی کو پہنچائے آپ کے ساتھ میرے
دلی تعلقات خصوصاً اس چل چلاؤ اور آخر عمر میں کیوں حد سے زیادہ بڑھے
ہوئے ہیں نہ اس وجہ سے ہے کہ آپ کے جدِ بزرگوار حضرت سید شاہ غلام
علی صاحب سجادہ نشین خانقاہ آساس دیوہرہ ہمارے حضرت سید شاہ علیم اللہ
مہدوی کے خاص مرید اور جیسا کہ نواب سید غلام حسین خان مغفور مولف
سیر المتاخرین نے اپنی مثنوی بشارۃ الامامۃ میں چشم دید ان کے کشف و کرامات
اور اس خاندان کے تعلقات نظم کئے ہیں نہ اس وجہ سے کہ حضرت علامہ
سید شاہ کلب علی و حضرت سید شاہ جمال حسین جنت آرام گاہ سے اور نواب
سید کاظم علی خاں اور میرے جد بزرگوار وغیرہم رحمۃ اللہ اجمعین سے
وہ قلبی خصوصیتیں کہ ہمارے گھر کی عورتیں پردہ نہ کرتی تھیں وغیرہ وغیرہ نہ اس
وجہ سے کہ میرے حقیقی ماموں نواب جلال الدین حسین خان اور میرے
باپ اور چچا آپ کے فخرِ روزگار باپ کے تلامذہ و صحبت یافتہ و تربیت کردہ
تھے (جس پر یہ بزرگوار ہمیشہ ناز کیا کرتے تھے) اور میں نے جب سے
ہوش سنبھالے اور آپ کے پدر بزرگوار عرصہ سے بہ عہدۂ سفارت کلکتہ
میں رونق افروز تھے اپنے سب بزرگوں کو ہمیشہ ان کا کلمہ پڑھتے دیکھا دفعۃً

کالوحی من السماء حضرت رونق افروز وطن ہو کر حاجی گنج اسی گھر میں اُترے اس وقت میں تیرہ برس کا تھا اور شرح مسلم پڑھتا تھا موزونی طبع فطری تھی اس لئے مسائل مشکلہ علمیہ کو اُردو نظم کر کے یاد کیا کرتا تھا۔ ایک کشمیری فاضل مولانا سید عبد اللہ شاہ مغفور کو میرے والد ماجد میرے پڑھانے کیلئے تیس روپیہ ماہانہ دیا کرتے تھے وہ شاعری کے دشمن علے الخصوص غزل گوئی کے۔ یہ تو نہ پوچھئے کہ حضرت کی یہاں رونق افروزی سے زن و مرد کو کیسی مسرت ہوئی کوئی وقت ایسا نہ تھا کہ میں اس فیض مجسم کی خدمت سے الگ رہا ہوں۔ میری ماں اور چچی چار زنیے اندر دستر خوان چن دیتی تھیں اور میں خبر دیتا تھا حضرت میرے چچا اور باپ کے ہمراہ اندر تشریف لاتے عورتیں قطار باندھ کر تسلیم کر کے ہٹ جاتیں حضرت غذا تناول کر کے اور چائے نوش فرما کے باہر رونق افروز ہوتے تخمیناً چار مہینے قیام رہا مجھ کو یقین ہے کہ اس وقت تک آپ پیدا ہوئے تھے۔ ایک دن ناظر وزیر علی عبرتی کی طرف سے مشاعرہ کی فہرست آئی حالانکہ اس وقت تک میں نے ایک شعر بھی غزل کا نہ کہا تھا۔ میرے والد نے ناک بھوں چڑھالی اور مجھ پر خفا ہونے لگے کہ خبردار شعر کہنا نہ شریک ہونا حضرت نے سبب پوچھا والد ماجد نے تفصیل سے میرے شوق کا حال بیان کیا حضرت نے ارشاد کیا کہ عباس میرزا مشاعرہ کی طرح سے

جب سے اس ابرو نے پیدا تیغ عالمگیر کی

ہیں چند شعر کہتے دو بعد کو میں جیسے کہوں گا ویسا کرنا پھر میری طرف خطاب کرکے
مناسب طرح چند مضامین بیان کرکے ارشاد کیا کہ اس کو نظم کر لاؤ۔ یہاں تو
ولولہ تھا ہی گیارہ شعر کہہ کر حاضر کئے کچھ فوائد و نقائص سمجھا کر فرمایا کہ خود درست
کر لاؤ دوبارہ ملاحظہ کرکے مزین باصلاح فرمادیا اور خود کچھ ارشاد نہ کیا۔
دوسرے دن میں جب حاضر نہ تھا میرے چچا کی طرف دیکھ کر فرمانے لگے کہ
محسن اگر یہ لڑکا اور بھی چند سال زندہ رہا تو تم دیکھنا کہ یہ کیسا کامل نکلتا ہے
(یہاں تک میں لکھ چکا تھا اور خیال تھا کہ اس مضمون کو پورا کر دوں مگر بعض وجوہ
نے آیندہ پر اٹھا رکھنے کے لئے مجبور کیا اس لئے اب یہاں سے دوسرا
مضمون شروع کرتا ہوں) ۔میرا کارڈ تو آپ کو مل گیا ہوگا ۔کل بحالت
انتظار سخت آپ کا گرامی نامہ مرقومہ ۱۲ ستمبر ۱۹ کو ملا حیدرآباد کے ڈاکخانہ کی
مہر ۱۴ ستمبر ہے پانچویں دن یہ خط ملا ۔میرا نیاز نامہ ۲ ستمبر کا ملازم کی غلطی کی
بدولت ۸ ستمبر کو روانہ ہوا تھا یہی سبب ہے جو آپ کو دیر کرکے ملا بہر حال یہاں
کی غلطی سہی مگر میں تو انتظار میں تڑپا کیا۔ بھائی آپ ابھی پوری طرح شائد
واقف نہیں اور نہ میں نے لحاظ سے تفصیل وار لکھنا مناسب سمجھا دس بارہ
برس کا عرصہ ہوا میں نے گورنمنٹ انگریزی میں ایک موریل دیا تھا جس کے
دفعہ ۱۶ میں یہ لکھا تھا کہ میری نانی نواب سراج الدولہ کی نواسی یعنی میری نانی

کی نانی سراج الدولہ کی بیٹی تھی بطن سے رضیہ بیگم بنت رابعہ بیگم (یعنی سراج الدولہ کی حقیقی پھوپھی کے) اور پوتی تھی نواب اسمٰعیل قلی خاں یعنی حاجی گنج کے نواب سید کاظم علی خاں کے نانا حقیقی جو نواسے تھے حاجی احمد برادر مہابت جنگ کے۔ جب لارڈ کلایو نے فتح پائی سراج الدولہ مارے گئے تباہی آئی اس زمانہ میں وہی اسمٰعیل قلی خاں مونگیر و بھاگل پور کے حکمران تھے ان کے پرگنے ضبط ہوکر ایک ہزار ماہانہ کی پنشن پانچ پشتوں کے لئے مقرر ہوئی میری نانی تک تین سو روپے رہ گئے وہ غدر ۱۸۵۷ء میں مرگئیں میری ماں نے بخوف نام سراج الدولہ درخواست نہ کی وہ ضبط ہوگئی اب آکر میں نے فریزر صاحب لفٹنٹ گورنر سے ذکر کیا انھوں نے کہا کہ موریل دو اور ثابت کرو غرض کہ موریل دیا اس زمانہ میں سر سید علی امام لا ممبر تھے۔ جب یہاں سے تحقیقات ہوکر موریل کے پرانے کاغذات سرکاری سے (بقول گیبٹ صاحب بنگال چیف سکرٹری کے) تصدیق ہوکر ویسرائے کے پاس گیا تب سید صاحب سے عرض و معروض وخط و کتابت کی نوبت اور زیادتی آمد و رفت شروع ہوئی ان کے وعدوں کا حال ان کے خطوط سے ظاہر ہے۔ دفعتہً شملہ سے حضرت کا خط آیا کہ پچاس روپیہ پنشن ذاتی مقرر ہوا تم ضرور قبول کرلو۔ آیندہ دیکھا جائے گا مجبوراً قبول کیا مگر اولڈہم صاحب کمشنر نے مجھ سے کہہ دیا کہ تمھارے موریل کی پیشی کے وقت علی امام نے لکڑی ماری اور کہا

کہ اگر یہ پنشن خاندانی تسلیم کی گئی تو واصلات دینا ہوگا لٹر بری ذاتی پچاس
روپے کافی ہیں۔ بہرحال چار پانچ برس بعد اسی انسان دوست انگریز کے
کہنے سے دوسرا موریل دیا اس پر بقول سررشتہ دار کمشنری کے اولڈہم صاحب نے
ایسا عمدہ رپورٹ کیا کہ شاید کسی ہندوستانی کے لئے نہ کیا ہوگا۔ بدقسمتی سے
اولڈہم رٹائر ہوئے اور بقول جو وسر سید علی امام کے بنک ہیں اولڈہم صاحب
سے کہا کہ علی امام ہیں علی محمد شاد کو تمھارے سپرد کرتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔
علی امام صاحب اس وقت بہار کونسل میں تھے اور یہ سررشتہ ان کے
اردو نا واقف کار انگریزوں کے ہاتھ میں تھا یہاں سے ۳۲ روپیہ اضافہ
ہوکر ملے ہوا حالانکہ رپورٹ صماد کا تھا۔ جب یہ مراحل بھی گزر گئے اور سر سید
صاحب حیدرآباد جانے لگے تو بڑے شوق سے میرے گھر رونق افروز ہوکر
فرمایا کہ اب موقع آگیا ہیں حیدرآباد پہنچتے ہی سرکاری طریقہ سے تم کو بلواؤں گا
وغیرہ وغیرہ۔ تم علمی تحفہ کا ضرور سامان کرو بڑی بڑی تصنیفوں کا تو اتنا جلد مرتب کرنا
بیحد مشکل تھا ناچار یہی مثنوی مادر ہند صاف لکھوائی اور جابجا سیکڑوں شعر مناسب
مسودہ کر کے اضافہ کرنا گیا اب وہ مسودے والے اشعار بھی نہیں رہے
دوسری چیز ایک زرنگار پردہ ڈیڑھ گز لمبا اور گز بھر چوڑا نہایت عمدہ مخمل کا
لیکر سولہ سترہ مدحیہ اشعار کارچوب میں کڑھوائے جس میں چار سو روپیہ خرچ ہوا
چنانچہ جب سید صاحب کے پاس بھیجا تو ان کے خط سے ظاہر ہے کہ دیکھ کر پھڑک گئے

اور لکھا کہ اپنے ہاتھ سے حضور میں گزرانوں گا یہ دونوں تحفے مثنوی اور پردۂ زرنگار مدح رکھ لئے گئے تب سے برخلاف امید و عادت خط کا جواب دینا بھی بند کر دیا۔ ناچار ہو کر مہینے دو مہینے پر فقط بدریافت خیریت میں جوابی تار دیا کیا ڈیڑھ سال ہوا کہ حیدر آباد سے حضرت پٹنہ آئے اور خود میرے گھر پر سرفراز کر کے فرمایا کہ چونکہ خطوط حیدر آباد میں کھل جاتے ہیں لہذا جواب میں نے نہیں دیا اور بہ نسبت مثنوی کے فرمایا کہ فلاں فلاں مضمون بدل دو اب موقع آگیا کہ میں جلد پیش کر دوں اور وعدہ کیا کہ جاتے ہی مثنوی کو ترمیم کے لئے بھیج دوں گا انتظار میں کئی مہینے کٹ گئے تار پر تار دئے جواب ندارد۔ اس بیچ میں دو طویل قطعے بطور استدعا اردو فارسی میں عمدہ لکھوا کر مطلا کر کے بیمہ پارسل کے ذریعہ سے (چونکہ سابق میں مخدومی سید حسین صاحب بلگرامی کو میں نے ایک نقل بھیج دی تھی اور وہ نہایت ہی خوش ہوئے تھے اور حالات سے ان کو خبر نہ تھی باصرار لکھا تھا کہ علی امام صاحب کو جلد بھیج دو کہ پیش کریں میں بھی ان سے کہونگا) روانہ کیا رسید تو کسی مجہول الاسم کی طرف سے آگئی مگر اس کا بھی کچھ پتہ نہ ملا۔ چند دفعہ صحبت میں یہ بھی فرمایا گئے کہ حضور بادشاہ تم سے خوب واقف ہیں بلکہ میں نے خیال صاحب کو تمھارے نام سے ملایا تھا یہ ہے کچا چٹھہ ـــــ ادھر جو وہ مستعفی ہو کر تشریف لائے تو چار پانچ دنوں بعد میں نے ایک خط ان کو ڈاک میں بھیجا مضمون یہ کہ نہایت خوشی کی بات

ہے کہ آپ مع الخیر وطن تشریف لائے دعائیہ کلمات کے بعد معذرت لکھی کہ دوری راہ و پیری کے سبب سے اب تک میں نہیں ملا اور چار شعر کا ایک قطعہ بھی لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ واقعی آرام سے اپنی جگہ بیٹھنا کہیں بہتر ہے اس سے کہ کمر باندھ کر حاضر دربار ہو کر تین تین تسلیمیں اور ہاتھ جوڑ جوڑ کر عرض و معروض کی زحمت اٹھانا خدا جانے اس خط کے مضمون سے یا اور کسی سبب سے جواب بھی نہ ملا معنوی تو خیر تلف ہی ہوئی وہ پردۂ زنگار اور وہ دونوں قطعے بھی بے اعتنائی کے سبب سے شاید تلف ہو گئے لوگ ہزار ہزار ملامت کرتے اور الزام دیتے ہیں مگر میں نے بحمد آج تک کوئی کلمہ بجز دعا اور اپنی بدقسمتی کے اظہار کے کبھی نہ کہا اور نہ کہونگا اور نہ اس زنگار پردہ اور قطعے کا ذکر کرونگا بر سبیل تذکرہ آپ سے صرف بیان کرنا ضرور تھا۔ ادھر ایک سال سے نواب عماد الملک بہادر سے خط و کتابت برابر رہی اور کچھ منظومات بھی بھیجے جناب ممدوح کی محبت کو کیا کہوں ان کی نظر میں خدا جانے میں کیا ہوں اور کمال میں منفرد و یکتا ہوں۔ یہی حال سید راس مسعود صاحب کا ہے جاپان سے مجھ کو لکھ بھیجا کہ تم نہ فقط ہندوستان کے لئے مایۂ فخر ہو ایشیا بھر میں یکتا ہو۔ اگر حیدرآباد میں آگئے ہوں نواز راہ عنایات مطلع فرمائیے۔ جناب مولوی سید عباس حسین صاحب سے بھی کبھی کبھی مراسلت ہو جاتی ہے سر سید علی امام صاحب نے وقتاً فوقتاً جو جو وعدے خطوط میں کئے ہیں غالباً پچیس خط سے کم نہ ہوں گے۔

قبل اس کے کہ بہرام الدولہ کی طلب پر آپ کا ممانعت نامہ پہنچے میں نے دل میں ٹھان لیا تھا کہ بجز زادِ خرچ لینے کے ہرگز میں ذاکری کے نام سے کچھ نہ لونگا بلکہ خط بھی اس مضمون کا لکھا ہوا طیار تھا کہ آپ نے سخت ممانعت لکھی میں نے جب مولوی امداد امام صاحب کو خبر دی کہ میں نہ جاؤں گا اور یہ لکھا کہ ذاکری کے نام سے نہیں کچھ لونگا۔ بعد شہرت کے میں اب جاؤں گا تو میرا وہی خط انھوں نے بہرام الدولہ کو بھیج دیا اور مجھ سے ناراض ہو گئے بہرام الدولہ نے معذرتاً لکھا کہ میں نے بجز بھائی علی امام صاحب اور نواب سالار جنگ کے کسی سے نہیں بیان کیا بلکہ جس نے پوچھا میں نے یہی کہا کہ بھلا وہ مجھ سے کیا لیں گے میرے برابر والے ہیں ان کا یہ خط مولوی صاحب نے میرے پاس بھیج دیا یہاں تک خط و کتابت ہو کر بند ہو گئی۔

اب مجھ سے سنئے اوّل تو آپ کسی ترکیب سے ہو سکے تو یہ دریافت فرمایئے کہ واقعی میرے اس آخر خط سے سر سید صاحب بے سبب کچھ ناراض تو نہیں ہوئے حالانکہ خدا گواہ ہے کہ میں نے سچے دل سے خط لکھا تھا۔ چونکہ انھوں نے میرے بارہ میں آپ کو سمجھا را زدار پاکر آپ سے خط ممانعت لکھوایا ہے بہت ممکن ہے کہ آپ کو حقیقت معلوم ہو جائے میں صرف دو وجہ سے کھٹکتا ہوں ایک یہ کہ برخلافِ امید وہ مجھ سے ملنے نہ آئے دوسرے خط کا جواب نہ دیا یوں میرا خود تحریک کرنا اور بہرام الدولہ یا مولوی امداد امام صاحب سے خود کچھ کہنا تو ہرگز ممکن نہیں مگر ہاں

خود سر سید صاحب بہرام الدولہ کو یہ لکھیں کہ میں نے علی محمد شاد کو آمادہ کر دیا ہے وہ فقط راہ خرچ لیں گے اور آپ کے بلانے پر جائیں گے۔ یہی ایک عمدہ صورت ہے باقی اور کوئی صورت نہیں۔

استغفر اللہ استغفر اللہ میں کیا کیا سوچ رہا ہوں اور کچھ علم نہیں کہ قضا کس فکر میں ہے۔ میرے خط کا مفصل جواب دیجئے۔

سر تاج خاتون ہند سلمہا اللہ تعالیٰ میرا سلام اور دلی دعا اور میرے بچوں کی تسلیم قبول کریں۔

مکرر یہ ہے کہ سر علی امام صاحب کو تا امکان ٹٹولئے کہ وہ مجھ سے ناراض تو نہیں ہیں در صورت عدم ناراضی لکھئے کہ چونکہ میرے اور آپ کے منع کرنے سے علی محمد شاد رک رہے ہیں اور وہ بجز راہ خرچ کے ذاکری کا نہ لیتے ہیں نہ لیں گے۔ اگر بہرام الدولہ سے آپ تحریک کیجئے تو مناسب کارروائی ہو گی یہ بات خوبصورت ہے فقط ۲۱ ستمبر ۲۲ء

تمھارا دلی دعا گو ممنون احسان
بوڑھا خادم
سید علی محمد شاد

۲۸

اخوی ذو الکرم صاحب المحامد و الہمم روحی فداکم

تسلیم مدت ہوئی کہ نہ آپ نے کوئی خط لکھ کر نہ خط لکھنے کا سبب پوچھا نہ مجھ میں پندرہ دنوں سے بیماری نے یہ ہمت دی کہ کچھ لکھتا مولوی احمد علیخان سلمہ

کیاں مجلس پڑھنے موٹر پر گیا تین گھنٹہ پڑھنا .... ہوا اور بوندیں برستے وقت جانا اور آنا بڑھا یا یہ سب بدپرہیزیاں آخر رنگ لائیں نزلہ تپ اسہال نے دھر دبایا میں نے سمجھا تھا ۔

بس اب ذراسی ٹھیس میں قصہ تمام ہے ۔

خدا جانے کیونکر پھر اتنا ہو گیا کہ لکھ رہا ہوں۔ آپ کو لکھوں تو کیا لکھوں کہوں تو کیا کہوں بجز اس کے کہ چپ رہوں زمانہ کا رنگ دیکھ کر جی گھبراتا ہے کسی سے باتیں کرنے کو جی نہیں چاہتا ۔ سر سید علی امام صاحب کو میں نے ایک خط لکھ کر پوچھا تھا اور یہ بھی لکھ دیا تھا کہ بھائی سید ہمایوں میرزا صاحب کے لکھنے سے بہت خوشی ہوئی کہ آپ باوجودیکہ حضور نظام آپ سے کمال راضی و معترف تھے مگر کسی اصولی مخالفت پر آپ نے رہنا قبول نہ کیا اور بڑے آب و تاب سے وہاں سے رخصت ہوئے ۔ کچھ عرصہ بعد انھوں نے جواب لکھا حسب دستور اسی قطع کا جواب دیا کہ مجھ کو یوں آپ سے عقیدت ہے اور یوں محبت ہے وغیرہ دوسری بات کا جواب بھی لشد و مد دیا مگر اس تشنہ زرین اور ان دونوں قطعوں کا ذکر تک نہیں کہ زمین کھا گئی آسمان نے کھینچ لیا کیا ہوا میرے سیکڑوں روپے یوں بھی گئے اور میرے غریب بچوں کا حق میرے محسن ہاتھوں سے یوں برباد گیا ۔ بھائی سچی بات یہ ہے کہ اب میں امیدوار ہو کر سفر دور دراز کے مصائب نہ برداشت کرنے کے قابل ہوں نہ میرا یہ منہ ہے

کہ بہرام الدولہ صاحب سے کچھ پیام سلام کروں غالباً اگر وہ اُس سے کسی طرح واقف کر دئے جائیں کہ میرے آنے میں کیا روڑا اٹکا اور اب وہ روڑا نہ رہا اور پھر وہ خود مجھ سے خط لکھ کر دریافت کریں تو البتہ یہ صورت ہے مگر ان سے کہے کون نواب عماد الملک بظاہر ایسے معاملات سے کنارہ کش ہیں جیسا کہ دیکھ رہا ہوں رہے سید راس مسعود صاحب وہ کیوں یہ صعوبت برداشت کریں گے ہاں مولانا سید علی حیدر صاحب طباطبائی تک اگر یہ حالات مفصل پہنچ جائیں تو بہرام الدولہ و سالار جنگ تک خبر پہنچ سکتی ہے اور شاید مولانا اگر مفصل سن لیں گے تو خود سبقت کریں تو عجب نہیں ہیں تو لکھتے ہوئے ڈرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو وہ بھی پولی لگل بات سمجھیں یا شہرت ہو کار ہو جائے غرضکہ اور تو کوئی عمدہ صورت نہیں نظر آتی بستر تاج خانونان ہند زاد اللہ رفعتہا و عمر ہا کو دلی دعائیں پہنچے سب آداب بجا لاتے ہیں۔

تمھارا فدائی

پٹنہ ۲۱ اکتوبر ۲۲ء سید علی محمد شاد

۲۹

جناب اخوی مکرم روحی فداکم۔

تسلیم۔ میں ایک مہینے سے دورۂ بواسیر ریاحی و اسہال میں اس دفعہ زندگی سے مایوس تھا اب کچھ اچھا ہوں آپ نے یک قلم خط و کتابت بند کر دی میرا کیا قصور ٹھہرا یا۔ آپ کچھ تو خیال کریں کہ اس واقعہ معلوم سے جس میں ادھر بھی

سب ملا کر پانچ سو روپے مجھ غریب کے تلف ہو گئے اور دھوکا کھانے کا صدمہ الگ۔ مجھ کو اس بڑھاپے میں یہ داغ جینے نہ دے گا۔ ہم آپ پر پورا بھروسا کریں اور بغیر میری التجا کے آپ ہم کو انتہا سے زیادہ امیدوار کر کے مفت میرے روپے اور دماغ و دل کا خون کروا دیں اور لطف یہ کہ پھر آپ میری چیزیں تلف کر دیں مجھ کو واپس نہ دیں کہیں بھی اس کا جواب ہے۔

چونکہ آپ کا قدم بھی درمیان میں ہے اس لئے پس و پیش ہوتا ہے لیکن کہاں تک تفصیل وار خط و کتابت واصلی واقعہ و حقیقت حال کا پھیلا دینا بہت ضروری ہے۔

ہوشیار نہ یہ دیوانوں نے کیا تدبیر کی — اس کے کانوں تک صدا پہنچا ہی دی زنجیر کی

جب فقرا کی صدا عرش تک پہنچ جاتی ہے تو مجازی بارگاہ تک کیوں نہ پہنچے گی۔ صرف آپ سے ڈرتا ہوں جلد مجھ کو مجاز کر دیجئے۔ اب بستر بلکہ خود ح بستر تک فریاد جا سکتی ہے۔ جھوٹ اور فریب کی حد ہو گئی۔ آری بازی بارِ ئش یا باہم بازی۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون جواب جلد لکھ کر ممنون منت فرمائیے۔ سرتاج خاتونانِ ہند کو میری دلی دعائیں اور خلوص عقیدت کو قبول کریں ماشاء اللہ ہیں تحریریں دیکھ کر ناز کرتا ہوں اللہم زد فی عمرہا و فی کمالہا و وقارہا آمین۔ بچے تسلیم بجا لاتے ہیں۔

خاکسار

سید علی محمد شاد

پٹنہ۔ عظیم آباد۔ ۲۴ نومبر ۲۲ء

میرے غمخوار بھائی دلسوز بھائی میرے واجب الاکرام بھائی خدا عمر میں برکت دے

تسلیم

میں جدا حیران بیٹھا ہوں کہ میرے بھائی کو کیا ہو گیا نہ میرے کارڈ کا جواب دیا نہ مفصل خط کا اور آپ جدا شکایت کر رہے ہیں خدا جانے کیا معاملہ ہے مجھ کو اول تو اپنی پیری اور بیماریوں سے فرصت نہیں ہاں چار گھنٹے صبح کو لکھنے بیٹھتا ہوں تو کم بخت اتنا بڑا دفتر ہے کہ جلد ختم ہی نہیں ہوتا اس کو چھوڑ کر دو ایک ضروری خط تک لکھنا دشوار لیکن آپ کو جب لکھنے بیٹھتا ہوں تو دل نہیں مانتا بے ضرورت بھی خامہ فرسائی کر کے طویل کر دیتا ہوں۔ ہاں صاحب میں دو دفعہ بصراحت لکھ چکا کہ احمد علی خاں سلمہٗ سے میں لڑ کر تھک گیا مگر وہ یہی کہتے ہیں کہ سید ہمایوں میرزا صاحب مجھ سے تینوں ہی لے گئے میرے پاس نہیں ہے آپ یہ کیا کہتے ہیں کیا کروں۔ بھائی میں نے کتاب فکر بلیغ ایک الہامی کتاب لکھی ہے حاصلِ زندگی کتاب ہے فنِ شاعری میں اردو تو کیا عربی فارسی میں بھی اگر اس وضاحت سلاست ہمہ گیری کے ساتھ کوئی کتاب نکلے تو مجھ پر لعنت کرنا دیباچہ میں حضرت استاد کا تذکرہ جو لکھا ہے اگرچہ حق پورا ادا نہیں ہو سکا مگر میں پھر بھی خوش ہوں۔

بھائی میرے کتاب چھپنا شروع ہو گئی تین سو روپے گھٹتے ہیں خون خشک

ہے واللہ دو سو روپیہ ماہانہ فقط باورچی خانہ کا خرچ ہے پھر کہاں سے لاؤں بچوں کو بھوکا نہیں رکھ سکتا اتنا دمغفور وصیت فرما گئے ہیں کہ اس فن کی حرمت لئے رہنا کیا کروں تین سو روپے چار مہینے کے لئے کس سے قرض لوں غیرت آتی ہے اور عنقریب گھٹنا چاہتے ہیں کہیں چھپنا بند ہوا تو میں مر جاؤں گا اور آپ منہ دیکھ کر رہ جائیں گے ۔ مجھ کو جائز طریقہ سے اگر آمد و رفت کا خرچ آپ بھیجیں اور رائے دیں تو میں نے کب کہا کہ آپ کے برخلاف کروں گا میرے بارے میں مجھ سے پوچھنا کیا جو مناسب سمجھا دو کیا ابھی تک آپ نے یہ نہ سمجھا کہ میرے باپ کا ایک غلام پیر عظیم آباد میں نام لیوا زندہ ہے ۔ میں دیوانہ نہیں ہوں کہ آپ کے اس خط کو جس میں سخت ممانعت آپ نے لکھی تھی آپ کی تحریر پر محمول کرتا اور بالفرض آپ ہی لکھتے تو مناسب سمجھ کر لکھتے یا نامناسب۔ علی امام صاحب میرے خط کے جواب کہاں دیتے ہیں زرین اشعار اور دونوں مکلف قطعوں سے بھی میں مایوس ہو بیٹھا کئی دن ہوئے میرے بھانجے میاں نصیر مدت پر میرے پاس آئے تھے چار پانچ گھنٹہ تک حیدرآباد کا ذکر رہا ان سے اور راجہ کشن پرشاد سے ربط ہے وہ کہتے ہیں کہ آپ کے لئے حیدرآباد میں منصب کا ہو جانا بڑی بات نہیں ہے وہ یقین کرا رہے ہیں کہ عنقریب راجہ صاحب ہی وزیر ہوں گے بہر حال وہ علی امام صاحب سے خوش نہیں ہیں مگر کہتے تھے کہ میرے سامنے بہرام الدولہ کی مجلس میں بہ تقریب

علی امام نے حضور سے کہا کہ علی محمد شاد اس وقت فرد واحد ہے اور حضور نے سوچ کر کہا ہاں یہ نام میں نے سنا ہے پھر راجہ کشن پرشاد نے شعر بھی پڑھ کر سنایا اور علی امام نے یہ بھی کہا کہ حضور بہت خوش ہوں گے۔ میرے استاد کے زمانہ کب موافق ہوا کہ میرے ساتھ ہوگا۔

تعجب یہ ہے کہ سید حسین خاں صاحب عماد الملک نے علی امام صاحب کے بعد سے خط و کتابت کیوں چھوڑ دی۔

میرے پاس صرف حضرت مرحوم کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک غزل اور ایک میری غزل پر اصلاح ہے اور وہ میں آپ کو اپنی زندگی میں نہ دوں گا۔

آپ سرتاج خاتون ہند کی تحریریں رسائل اور سفرنامہ کی حالت پوچھتے ہیں مجھ سے کیا پوچھتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے زبان قلم پر آجائے گا تو آپ کو حال کھلے گا مگر افسوس یہ ہے کہ لوگ وعدے کر کے لیجاتے ہیں اور واپس نہیں دیتے کل سے آپ کا رسالہ میرے پوتے سلطان احمد نے پڑھنا شروع کیا ہے اور نصائح کی کتاب میری پوتی حمیدہ بیگم کے زیر مطالعہ ہے۔ مولوی فخر الدین خان بہادر وزیر تعلیمات بہار اس وقت اپنے موٹر سے اتر رہے ہیں مجبور خط کو تمام کئے دیتا ہوں سرتاج خاتون ہند سلمہا کو دلی دعائیں۔

۶ دسمبر ۱۹۲۲ء

تمہارا ڈھونڈھنے والا دعا گو

سید علی محمد شاد

اخی محترم روحی فداکم،

بعد از اہدائے ما یلیق بشانکم و دعائے ازدیاد سعادت دارین واضح خدمت
گرامی ہو گرامی نامہ کے جواب میں جو کچھ توقف ہوگیا اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے
دونوں پوتوں کی مسلمانی یہاں کے ایک قدیم حجام نے اناڑی پن سے کر دی
بڑا جس کی عمر ساڑھے آٹھ برس کی ہے وہ تو جھیل گیا مگر چھوٹا سات برس کا ہے
اس کی مسلمانی بک گئی تیرہ چودہ دن شبانہ روز جس قدر اس نے مجھ کو پریشان
رکھا عمر بھر ایسی پریشانی نہ ہوئی تھی۔ سرتاج خاتون بند طال بقاہا کا عطیہ اتفاقاً
ایسے وقت پہنچا کہ خان بہادر مولوی سید خیرات احمد صاحب وکیل اور شیخ علی جان
پوسٹ ماسٹر بیٹھے تھے یہ بہت اچھا ہوا گزرہی کے طبقہ اور بانی پور والوں کے
لئے تنبیہ ہوگئی حمیدہ بیگم آپ کی پوتی چھ برس کی ہے ہم نے نصیحت والی
کتاب اس سے لے کر وکیل صاحب کو دکھائی دیر تک یہی تذکرہ رہا کہنے لگے
کہ ایسی قابل لائق دانائے وقت کوئی بی بی ایسی ہی خاندانی صوبہ بہار میں ہوتی
تو ہم لوگوں کے دن پھر جاتے ہم نے کہا الحمدللہ یہاں نہیں ہیں ورنہ مٹی برباد ہوتی
میرے ایک ہمدرد شاگرد مولوی عزیز الحق گھرا میں ایک خاندانی زمیندار ہیں ان
کا گھر ذوالفقار باغ اور کمال باغ کے متصل ہے بہت تاکید ہے کہ میرے قبلہ
دینی و دنیاوی کے مزار پر برابر زیارت کو جایا کریں انھیں کی صلاح سے

سال گزشتہ ایک لوح سنگ موسیٰ کی قطعہ تاریخ وصال کے کندہ کر کے مزار
پر لگا دینے کے لئے خرید کی تھی اس امید پر کہ قریب قریب ۲۵ قطعے صاحبان
گزری کی فرمایش سے میں نے کہے ہیں وہ سب کندہ نہیں ہوئے یہ لوح نہیں
کندہ ہو جائیگی ایک برس تلاش میں گزر گیا میسر نہ آیا۔ ہمارے حضرت کے
یکتائے روزگار ماموں حضرت سید شاہ جمال حسین مغفور کے مزار پر جو لوح سنگ
موسیٰ کی کھدی ہوئی لگی ہے دھول پور میں ہے آخر اسی شہر کی کھدی ہوئی ہے
زہیر میاں خیال سلمہٗ نے مجھ سے کہا کہ اس پتھر پر تو نہیں ہاں مصنوعی مرمر پر کندہ
میں کھدوا لیجئے یہ ایک عجیب و غریب حالت جو دس برس سے مجھ پر گزر رہی
ہے میں خود حیران ہوں کہ ماجرا کیا ہے یعنی جب حضرت زندہ تھے تو وہ بابت
میرے دل میں نہ تھی صاحب کمال مجموعہ حیثیت سے ہندوستان میں یکتا یہ سب
کچھ میں سمجھتا ضرور تھا مگر یہ روحانی تعلق جیسا کہ وصیت کر چکا ہوں کہ حضرت کے
پائیں پا مجھ کو دفن کرنا پہلے نہ تھا بخدا یہ حضرت ہی کا تصرف ہے۔ حضرت
سید شاہ جمال حسین مغفور دہلی جا کر حضرت خواجہ میر درد کے اردو شاعری میں
شاگرد ہوئے خواجہ صاحب نے کلام سن کر حیرت ظاہر کی کہ پورب میں اور ایسی
پاکیزہ زبان۔ میرے حضرت اردو میں اپنے ہی ماموں کے شاگرد ہیں اس
لئے میرے دوست حسرت موہانی نے میرے سلسلہ کو یوں چھاپا ہے علی محمد شاد
شاگرد رشید حضرت سید شاہ الفت حسین جنت آرامگاہ فریاد تخلص خواہر زادہ

ونشاگرد ارشد حضرت سید شاہ جمال حسین مغفور موسوی عظیم آبادی شاگرد حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمہ۔ آپ اپنے خاندانی حالات کو مجھ سے کیا پوچھتے ہیں۔ نواب سید غلام حسین خاں صاحب کی مثنوی بشارۃ الامامۃ شاید آپ نے نہیں دیکھی ہوگی۔ افسوس کہ مجھ سے چھین کر خدابخش خاں لے گئے یقیناً لیبرری میں ہے اس میں حضرت سید شاہ غلام علی صاحب سجادہ نشین خانقاہ اساس دیوہڑ گیا کے حالات کرامات دیکھنے کے قابل ہیں حضرت سید شاہ کمال علی صاحب کا تبحر علمی اللہ اکبر ارسطو نے ڈھائی دلائل وحدت وجود پر لکھے تھے آپ نے نصف کو پورا کر کے اٹھارہ اضافہ کیا۔ غلام حسین خانصاحب لکھتے ہیں کہ جن دنوں نواب مہابت جنگ (معمولی صوبہ دار نہ سمجھئے خدا جانے کیا تھا) مرہٹوں کو بنگال سے نکالا اور بھگاتا ہوا پٹنہ تک آیا اسی برس کی عمر تھی ایک دن میں رخصت ہونے کو دربار میں گیا اور عرض کی کہ والدہ ماجدہ قلعہ حسین آباد جیلا میں ہیں عرصہ سے زیارت نہیں ہوئی ہے کل روانہ ہوں گا۔ نواب معلے القاب نے فرمایا کہ رستہ میں اساس دیوہرہ ملے گا حضرت شاہ صاحب سے عرض کرنا کہ میں ابھی ایک مہینے تک عظیم آباد میں رہوں گا بحد مشتاق زیارت ہوں غلام حسین خاں صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے جناب عالی کا پیام پہنچایا تو حضرت سید شاہ غلام علی نے فرمایا بئس الفقیر علی باب الامیر کیا برا فقیر وہ ہے جو امیر کے دروازہ پر ہو۔ جب میں عظیم آباد آکر جناب عالی کی حضوری میں پہنچا او حضرت

شاہ صاحب کا وہ جملہ سنایا تو جناب عالی نے سنتے ہی ارشاد کیا نعم الامیر علےٰ باب الفقیر کیا اچھا وہ امیر ہے جو فقیر کے دروازہ پر ہو اور خود اس کس قدر دیر ہو رو کے ہوگئے اس کو معمولی بات نہ سمجھئے اللہ اللہ۔

تغلق بادشاہ کے زمانہ سے ہندوستان میں یہ ایک ہی خاندان فقیری کے ساتھ امارت کرتا آیا۔

یہ قطعہ زمین جس میں نواب ہدایت علی خان جد سید کاظم علی خان نے حاجی گنج میں امام باڑہ محل سرا دیوان خانہ بنایا اور اب کھنڈر ہو کر گزری والوں پر رو رہا ہے کس نے دیا آپ ہی کے پردادا نے ہمارے حضرت جس وقت تک مرشد آباد نہیں گئے ہیں تین ہزار روپے مہینے کی معاش گئے گزرے پر موجود تھی کیا کہوں مجھلی بی بی کو صرف ضد سے ہمارے حضرت کی اپنی بیٹی کا ایک ناخروش بدصورت بدترکیب وہاتی طالب العلم کو جو ان کی ڈیوڑھی پر اور روٹی پانے والے طلاب کے ساتھ رہتا تھا نکاح کر دیا اس نے اختیار پا کر طلائی ضریح طلائی جواہر نگار علم سب فروخت کر ڈالے اس کو پانچ بیٹیاں اور محمد شاہ نامی ایک بیٹا تھا قصہ طویل ہے مگر اب حالت یہ ہے کہ محمد شاہ ایک بیٹا چھوڑ کر مر گیا بیٹا بھی جوان مر گیا۔ حاجی گنج والی قدیم عمارت گر کر لوگ ملبے چرا لے گئے سب کھنڈر ہے معاش تباہ خراب خستہ ہوگئی خسر الدنیا والاخرۃ آپ نے شاہ اکرم کو دیکھا تو ہوگا۔

سرتاج خاتون ہند کی تعریف زبانی کرنا ایک معمولی بات ہے علی اندا الفاظ شکریہ ذرا اطمینان ہوئے تو بیں خاص ان کی خدمت میں بصراحت نیاز نامہ لکھوں گا۔ ایک انتظار میں یہ پہلی قسط امانت کردی ہے اگر اللہ نے چاہا تو یہ نادرالوجود اعانت آفتاب بن کر چمکے گی۔ فکر بلیغ پانچ سو صفحہ کی کتاب ہے بقول باتمیز لوگوں کے دنیائے شاعری میں یہ پہلی کتاب ہوگی اور آپ دیکھیں گے کہ ہمارے حضرت نے کیا کیا رموز مجھ کو بتائے تھے انھیں کی برکت دعا سے ہیں۔ ۴۰ برس جی گیا مجھکو یاد ہے کہ پہلی بار جب میرے باپ نے میری پہلی غزل حضرت کے قدم پر رکھوائی اور حضرت نے اٹھا کر ملاحظہ فرمائی تو میرے چچا سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ محسن بس یہ ایک لڑکا تمھارے گھر میں ایسا ہوا کہ آیندہ اپنے زمانہ میں بے نظیر ہوگا۔ میرے سیکڑوں امیر غریب جاہل عالم سب شاگرد ہیں مگر کسی میں یہ صلاحیت نہ پائی کہ کچھ اس کو بتانا افسوس تھا کہ جو جو رموز اس فن کے ہیں میں ساتھ لیجاؤں گا مگر خدا نے رحم کیا اس میں ضرور حسب خواہ صلاحیت ہے۔ غزلوں پر تو خیر اصلاح ہوئی ہی تھی حیرت اس پر ہے کہ اس عمر میں جب میں پہنچا تب پتہ چلا کہ جو نکتے حضرت نے بتائے تھے مثلاً فرمایا تھا کہ جو کلام باطنیت سے خالی ہے لچر ہے پھر فرمایا تھا کہ جس وقت تک شاعر کو اپنے کلام سے یہ ثابت نہ ہونے لگے کہ میں عبادت کر رہا ہوں ناقص ہے پھر فرمایا کہ کامل الفن وہی ہے کہ جس زبان میں اس کے اشعار ہوں ایسے سلیس ہوں کہ عوام تک اس کے معنی سمجھ لیں اور خواص پوری شرح

کرنے میں قاصر رہ جائیں اکثر فرماتے کہ میں حیران ہوں کہ غالب ایسے

تو ڑ مروڑ کر شعر کیوں کہتا ہے سیدھی سی بات کو پہیلی کر دینا دراں حالیکہ فلسفہ

آلہیات کے رموز سے کلام اس کا خالی ہے صرف سن لیا کہ تصوف وحدت

وجود کا نام ہے دیگر ہیچ ان تمام ہدایات کا پتہ اب ملا ــــ میں یہاں تک

لکھ چکا تھا کہ نواب دلدار علی خانصاحب خلف نواب علی خانصاحب مرحوم حسین آبادی

تشریف لائے اور چونکہ چھوٹے نواب خلف لطف علی خان مرحوم کی لڑکی سے

دلدار علی خان صاحب کے بیٹے کی شادی عنقریب ہوگی نظم رقعہ کہوانا ہے

اور شاید شام تک رقعہ لے کر ٹلیں گے اس کو مجبوراً ناتمام روانہ کر دیتا ہوں

اگر چند دن تک میرا دوسرا خط نہ ملے تو سمجھے گا کہ یا تو سخت محنت میں ہوں یا بیمار

ہوں کل ہی نور الہدیٰ بیرسٹر جج بھتیجے کی شادی کا رقعہ نظم کروا کے لے جاچکے

ہیں اور بھی اس مہینے میں آٹھ رقعے نظم کر دیئے ہیں ایک مارواڑی نے

بڑی سفارش سے شادی کا رقعہ کہوایا اسی کی زبان میں نظم کر دیا نقل بھیجوں گا

اس وقت یہ خط ناتمام ہی بھیج رہا ہوں از راہ عنایات خط ملفوف میری طرف

سے بہ نیازمندی و تشکر بہ فراواں میری بھاوج مسز تاج خانون بند (ملکہ زمانی)

کی خدمت میں پہنچا دیجئے ۔ اخاہ آج برسوں پر نصیر میاں خیال تشریف لائے

ہیں ۔ ۴ جنوری ۱۹۲۳ء

تمہارے باپ کا کفش بردار

سید علی محمد شاد

عظیم آباد

میرے غمگسار بھائی

میں آپ کو کتنی دعائیں دوں۔ میرا بس چلے تو دنیا و دین کا خزانہ اور نعمت دیدوں تین سو روپیوں کی کچھ حقیقت نہیں مگر میرے لئے تین کروڑ ہیں آج تک ایسا اتفاق نہ ہوا یہ پہلا واقعہ ہے کہ محض زبانی قدر پر میں ٹالا نہ گیا علم دوست ایسے ہوتے ہیں خدا آپ دونوں صاحبوں کو برکت عطا کرے اور خدا نہ کرے کہ یہ روپے مجھ کو واپس دینے ہوں۔ ریسرچ کمیٹی منعقد ہوئی یا نہیں۔ یہاں ایک میگزین نکل رہا ہے خدا کرے جلد چھپ کر آپ پاس پہنچے النسا وغیرہ پر میری تحریر ملاحظہ کیجئے گا۔

مولوی سید محمد احمد بی۔ اے ایک صاحب آگرہ کے الہ آباد میں ڈپٹی کلکٹر ہیں ایک سال سے مجھ سے مانوس اور بذریعہ خط اصلاح لے رہے ہیں وہ بے انتہا کوشاں ہیں کہ میرے تصانیف سب چھپ جائیں ایک مہینے سے کوشش کر رہے ہیں کہ تین ہزار روپے فراہم کریں مگر ہندوستان میں سب سید ہمایوں میرزا اور مسز تاج خاتون ہند تھوڑے ہی ہیں کہ کھٹ سے علمی فیاضی دکھا دیں میں نے ان دو سو روپیوں کی حالت نصیر میاں مسز سلطان احمد وغیرہ وغیرہ سب سے بیان کر دی اور کہدیا کہ خدا مجھ کو ان سے سرخ رو کرے کہ کتاب چھپکر ان تک پہنچ جائے اور زرامانتی اسی میں صرف ہو۔ گیا کانفرنس کے سبب سے اچھے کاپی نویس وہاں جاکر

ملازم ہوگئے ڈپٹی صاحب آگرہ میں کاپی لکھنے کے لئے دو جزو بھیج چکے ہیں میں نے اپنے پریس کی مرمت کرلی انشاء اللہ ایک جزو چھپ لے تو آپ پاس بھیجوں۔ یہ بھی آپ کو خبر ہے کہ آپ کے والد علیہ الرحمہ ایک واسطے سے اردو میں خواجہ میر درد علیہ الرحمہ کے شاگرد ہیں۔ خدا کتاب چھپوا دے تو پتہ مل جائیگا۔ میرا نہ سالی بیماری اس پر پانچ بجے صبح کی نماز پڑھ کر چائے پیکر لکھنے کی میز پر بیٹھتا ہوں ٹھیک بارہ بجے اٹھ کر ظہر پڑھ کر کھانا اسی ایک وقت کھاکر نیند آئے نہ آئے کتابیں پرچے چار بجے تک لیٹا لیٹا دیکھا کرتا ہوں۔ چار بجے سے دور و نزدیک کے لوگ ملنے آجاتے ہیں پھر میں لکھنے پڑھنے کے قابل نہیں رہتا شب کو آنکھ یاری نہیں دیتی۔ میں پکا آم ہوں حیدرآباد میں کوئی صورت نکالئے کہ میرے بچے پڑھ جائیں بھائی صرف باورچی خانہ کے لئے پانچ روپیے اور چائے حقہ پنکھا قلی (گرمی ہو نہ ہو ایک آدمی ضرور اتفاقیہ ملا رہتا ہے) دو روپیے روز اس کے بھی دینے پڑتے ہیں ملازموں کی تنخواہیں الگ ایک موضع چودہ سو آمدنی کا سنبھالے جاتا تھا دو برس سے دفعہ ۱۰۹ نمبر کرکے اسامیوں نے مالگزاری بند کردی اب تک نو سو روپے خرچ ہو چکے بند مدعمرہ کی سادگی جہالت وغیرہ پر رحم آتا ہے کہ دیکھئے میرے بعد ان کا اور بچوں کا کیا حشر ہونے والا ہے۔ نصیر میاں قسم کھا کے کہتے ہیں کہ میرے سامنے علی امام نے بہرام الدولہ کی یاں مجلس کے بعد میرا ذکر ایک موقع سے کیا اس پر حضور نے کہا کہ ہاں میں نے

نام سنا ہے اور پھر شعر پڑھنے کو کہا راجہ کشن پرشاد نے ، دو شعر بھی سنائے نصیر میاں کہتے ہیں غالب قرینہ ہے کہ راجہ وزیر ہوں گے اور میں یاد دلواؤں گا دو چار سو کا منصب ہو جانا بعید نہیں مگر یہ سب خواب خوش ہیں ۔ علی امام صاحب نے کمال کیا مثنوی دو قصیدے پردۂ زرین ان میں سے کوئی چیز واپس نہ دی ۔ سنتا ہوں کہ چوری ہو گیا سبحان اللہ ۔

ابھی روپے نہ بھیجے جب میں خبر دوں تب بھیجنے کا مضائقہ نہیں ہے ۔ آپ نے اس دفعہ اپنا خاندانی ہونا ثابت کر دیا کہ واقعی خاندانی فیاض اور باتمیز مہذب ایسے ہوتے ہیں اور شرافت اس کا نام ہے اپنے گھر میں میری دعا کہئے بچے سب آداب بجالاتے ہیں

۱۸ جنوری ۲۳ء
پٹنہ

دعا گو
سید علی محمد شاد

۳۳

روحی فداکم ومن کل بلیۃ شافاکم

تسلیم میں ان کتابوں کو خصوص سفرنامہ عراق کو دیکھ کر جیسا بالیدہ ہوا ہوں اور جیسی مدتوں میں مجھ کو خوشی نصیب ہوئی ہے مجھ کو یاد نہیں آتا ہے کہ ایسی امید بھری خوشی مجھ نصیب ہوئی ہو ۔ سرتاج خاتونان ہند ارفع اللہ شانہا کے بارہ میں " حق بحق دار رسید " کا مقولہ نہایت مناسب ہے ۔

میری خوشی کا اندازہ آپ اس سے کر سکتے ہیں کہ میں رات کو کمی بصارت کے سبب سے مدتوں سے کتاب نہیں دیکھتا۔ میں حسب معمول دس بجے رات کو پلنگ پر جو گیا تو سید حسین خان سلمہٗ سفرنامہ عراق پڑھنے لگے میں نے برقی لیمپ سرہانے رکھا اور کتاب لیکر دیکھنا شروع کیا آخر تک جب پہنچا تو تین بجے۔ اسی وقت ہمیشہ بیدار ہوا کرتا ہوں خوشی کے مارے نہ بیداری کا کسل ہوا نہ آنکھوں پر خدانا کردہ کوئی اثر۔ بلکہ بار بار حضرت مغفور یاد آیا کرتے تھے گویا فرما رہے ہیں کہ "دیکھتے ہو بیٹا ہمایون مرزا نے کہاں تک ترقی کی۔ خدا نے مجھ پر رحم کر کے اس کو دھن ہی ایسی دی" جو شخص پانچ بجے سے بارہ بجے تک لکھنے کے سوا کوئی کام نہ کرے مگر کچھ ایسا نشہ رہا کہ جو آیا اسی کا تذکرہ رہا۔ سر علی امام نے سابق میں مجھ سے ضرور اتنا کہا تھا کہ آپ ہمایون مرزا کے حالات سن کر خوش ہوں گے مگر مجھ کو یہ سب حالات کہاں معلوم تھے ۔

آب در کوزہ و ما گرد جہاں می گردم

سورۂ قصص میں حضرت موسےٰ کی ابتدائی حالت کے ذیل میں جبکہ حضرت کو ماں نے فالقیہ فی الیم کے حکم پر عمل کر کے ایک ٹوکری میں حضرت موسیٰ کو لٹا کر دریا میں ڈال دیا فرماتا ہے وَنُمُنَّ علے الّذینَ استُضعِفوا فی الارضِ ونجعلھم ائمۃً ونجعلھم الوارثین دالآیہ میں زمین کے ان لوگوں پر جو اپنے سابق کے علوے مراتب سے الگ ہٹا گئے ہیں احسان کر کے ان کو پیشوا اور ان سے بڑوں کا قائم مقام بنا دیں

ہوں الّا یہ ۔ نواب نیر الدولہ کی پوتی نواب عفت آرا بیگم کی گودیوں اور دودھ کا پلا لاڈلا بیٹا ۔ نواب ارادت مند خاں وزیر اور چراغ دہلی کا چراغ حضرت سید شاہ غلام علی ایسے صاحب کشف و کرامت (دیکھو مثنوی بشارۃ الامامۃ) جب مہابت جنگ مرہٹوں پر فتح یاب پھرے تو حضرت شاہ صاحب اساس دیوہرہ میں تھے جناب عالی مہابت جنگ بہادر نے ایک معزز کی زبانی کہلا بھیجا کہ میں بیحد مشتاق ملازمت ہوں جناب شاہ صاحب نے جواب میں کہا کہ بئس الفقیر علی باب الامیر کیا برا وہ فقیر ہے جو امیر کے دروازہ پر جائے ۔ جناب عالی مہابت جنگ نے سنکر کہا کہ نعم الامیر علی باب الفقیر کیا اچھا وہ امیر ہے جو خود فقیر کے دروازے پر جائے دو چار ہی دن میں مع لشکر (کیونکہ مرہٹوں کا اندیشہ تھا) خود جناب عالی اساس دیوہرہ گئے ایک ہفتہ مع لشکر مہمانی کھائی جس میں حضرت کے تین لاکھ روپے خرچ ہوئے ۔ حضرت سید شاہ کلب علی علیہ الرحمہ نے ذات واجب الوجود پر ارسطو کی ڈھائی دلیلیں تمام کر کے اٹھارہ دلائل فلسفہ لاجواب لکھے حضرت سید شاہ جمال حسین رحمۃ اللہ حضرت خواجہ میر درد سے ملنے دہلی گئے اپنی اُردو کی غزلیں سنائیں خواجہ صاحب نے جو کچھ فرمایا میری کتاب فکر بلیغ میں درج ہے ۔ مجھ کو فخر ہے کہ میرا سلسلہ خواجہ صاحب تک ہے میرے استاد جنت مکان کا کمال ایک طرف اس وقار کا ایک شخص نظر سے نہیں گزرا نواب سید علی نقی خان وزیر شاہ اودھ آپ پر گویا عاشق ہو گئے ۔ میری کتاب میں سب حال

مندرج ہیں مسٹر کاکرن مولف تاریخ چین ۔ جان مارشمین مولف تاریخ بنگالہ مسٹر ٹارن ان سب کی کتابیں ہمارے حضرت نے لکھوا دی ہیں یہ سب شاگرد تھے۔

نواب وزیر سلطان امیر علی خان کا امیر نامہ وزیر نامہ نواب بہادر عبداللطیف کے مجالس علمیہ کے کل فارسی اسپیچیں ہمارے حضرت نے لکھوا دی ہیں میری کتاب فکر بلیغ کے حصۂ اول کے مفید مضامین جو نہ علامہ تفتازانی کی کتابوں میں ہیں نہ زمخشری نہ صاحب تلخیص نہ علامہ فقیر دہلوی کیاں ہیں یہ سب کس کے زبانی ارشادات ہیں۔ جو میرے سینہ میں محفوظ تھے۔ بعد مرزا بیدل کے عظیم آباد کی خاک نے پھر ویسا باکمال پیدا نہ کیا۔ سنو۔ ایک دن ساتویں محرم کو ہمارے حضرت میر انیس مرحوم کی مجلس میں تشریف رکھتے تھے میر صاحب کی تعریف ان لفظوں میں فرماتے جاتے تھے واہ میر صاحب خدا آپ کو نظر بد سے بچائے اور وہ ہاتھ جوڑ کر سلام کرتے جاتے تھے ختم مجلس کے بعد میر صاحب حضرت کے پاس آئے اور کہا کہ اول تو حضور کا مجلس میں شریک ہو کر اتنی دیر تکلیف فرمانا ہی کیا کم ہے اس پر کلام کو پسند فرما کر داد دینا کیا انیس کے لئے یہ عزت کم ہے" پھر ہمارے حضرت آرام گاہ میں چلے حسب معمول میں ہمراہ ہوا یہ بھی معمولات میں سے تھا کہ نواب بہادر مرحوم کیا ن سے مغرب کے وقت حضور جب گھر تشریف لے جانے لگتے تھے تو میں ساتھ ساتھ ہوتا تھا پیچھے پیچھے میری گاڑی ہوتی تھی دروازہ پر پہنچ کر ضرور ارشاد کرتے تھے کہ گھر جاؤ گے میں عرض کرتا کہ جیسا حکم ہو اگر ارشاد ہوتا کہ اچھا برخوردار اپنے باپ

اور چچا سے دعا کہہ دینا اور حکم اگر ہوتا کہ آؤ تو ساتھ ہو لیتا۔ اس وقت ارشاد ہوا کہ آؤ
تشریف لیجا کر پلنگ پر بیٹھ گئے مجھ سے فرمایا کہ بیٹا تم نے میرانیس کو سنا یہ اپنے
کام میں فرد ہے مرزا دبیر دو دفعہ میرے پاس آئے تھے میں بھی چوتھی تاریخ
ان کی مجلس میں گیا تھا۔ اُن کا کلام ہمارے تمھارے سننے کا نہیں ہے۔ اس کے
بعد میرانیس کے کلام کے محاسن از روئے علم فصاحت و بلاغت بیان کرنے شروع
کئے۔ پھر متعدد دفعہ ایسے ایسے رموز و نکات بتانے شروع کئے جن کو مختصر طور
سے میں نے حصہ اول میں بیان کیا ہے مجھ کو فخر ہے کہ میں نے یاد رکھا اور خزانہ
کی طرح چھپائے رہا اگر ایسے مضامین بعض متقدمین کے متفرق تصانیف میں چنے جائیں
تو شاید دس بیس کتابوں میں چنے سے ملیں متوسطین و متاخرین کیا ان کا نام کو نہیں
ہیں اسی ضمن میں ارشاد کیا کہ تم کو مرثیہ کی طرف بہت توجہ ہے اور ضرور کہو گے سن لو
مرثیہ کہنے کے شرائط اور تصنیف کے قواعد پھر تو ایک دریا اُمڈ و اخدا جانے کیا کیا
شفاف رستے دکھائے جو میری مرثیہ گوئی میں کام آئے میں نے کیسے مرثیے کہے
آپ نے تو ابتدا میں سنے ہیں مگر ادھر کے مرثیے کہاں سنے۔ اکبر الہ آبادی کے
شاید دو سو خطوط سے کم نہیں ہیں ہر دفعہ جب ان پر اعتراض ہوئے اور جواب نہ چلا
مجھ سے رجوع کیا میں نے برابر جواب دیدے دئے میرے عاشق ہو گئے۔ مرحوم
میر نفیس کا ایک خط آپ دیکھ کر تعجب کریں گے حروف قافیہ میں علی میاں کامل سے
بحث آپڑی تھی نفیس مرحوم نے مجھے لکھا کہ ان قافیوں کے بارہ میں آپ کا اور

آپ کے استاد کا کیا مسلک ہے میں نے تحقیقات اپنی قلم بند کر دی پھر کامل نے ہزار زور مارا کچھ نہ چلی حسرت موہانی نے اردوے معلیٰ میں اقبال اور دوسرے پنجابیوں پر اعتراض شروع کر کے دم بند کر دیا اقبال اور عبدالقادر نے مجبور کیا جوابات لکھ کر بھیجدئے جن دنوں اقبال کیمبرج میں تھے۔ ایرانی طلاب کی سوسیٹی میں ممبر تو ہوئے اب فارسی میں نظم و نثر لیکچر کیسے دیں مجھ کو لکھا کہ فلاں فلاں سبجکٹ پر لیکچر لکھ کر بھیج دو پھر انہیں سے پوچھئے کہ بھیجے ہوئے لکچروں پر مسٹر براون اور ایرانیوں نے کیا کہا اخبار حبل المتین میں میری فارسی والی نظم کے بارہ میں اڈیٹر کا ریمارک طویل ہے آخر میں لکھتا ہے کہ "ما یاس کلی داشتیم کہ فارسی در مملکت ہند معدوم شد اما بر وجود ذی بجود فلاں .... باید ما را فخر کرد کہ اولاً در ہند مرتکب این ذات محترم کہ ہیچ کس پیدا نیست در مملکت ایران ہم کمتر بنظر می آید" طہران میں ایک تاریخ چھپی جس میں میرے اشعار تعریف کے ساتھ چھپے ہیں اپنا بارہ سے زیادہ شیخی بگھارنا نہ چاہیئے۔ یہ سب کس فرشتہ خیال کی بتائی باتیں ہیں یہ انھیں کی برکت ہے کہ ہمایوں سا متقر و نامور فرزند پایا اہل گزری دیکھیں کہ ریاست کسے کہتے ہیں اور روپوں کا مصرف کیا ہے۔ اس فرشتہ خصال نے ہوا ایسی لاجواب تعلیم یافتہ پائی کہ ہندوستان بھر میں بخدا ایک بی بی ہے الٰہی تیرا ہزار ہزار شکر ہے کہ جیسی وصیت حضرت علیہ الرحمہ نے چند بار کی تھی کہ بیٹا اس فن کو لئے دئے رہنا اور مبتذل نہ کر دینا۔ اب تک تو اپنا ہی نقصان گوارا کیا گر کوئی صاحب جتنے شاگرد تک نہیں

کہہ سکتے کہ میرا کسی قسم کا احسان ان پر ہے اگر یہ بار گردن پر ہوا بھی تو نہ غیر کا اپنے روحانی باپ کی ہو کا الحمدللہ علی احسانہ

کتابیں سب دلچسپ اور فوائد سے بھری ہوئی زبان بہت پاکیزہ البتہ جہاں خود بیرسٹر صاحب کے خاندان کا ذکر کیا ہے وہ کچھ نہیں ہے۔ دوسرے چھاپہ میں تدارک ضرور ہے میرے ننھیالی خاندان نواب لطف اللہ خاں صادق کی اولاد کو خاص اس خاندان سے کیا عقیدت رہی میری نانی کے دادا نواب اسمعیل قلی خان صوبہ دار بھاگل پور و مونگیر حقیقی پھوپھی زاد بھائی سراج الدولہ کے جنگ پلاسی اور سراج الدولہ کے قتل کے بعد مع ناموس اور اپنی حقیقی پھوپھی زاد بہن رابعہ بیگم اہلیہ نواب ثابت جنگ جو حقیقی بہن نواب ہیبت جنگ شہید کی تھیں ان کی بیٹی سے چار مہینے جنگ پلاسی سے قبل سراج الدولہ نے عقد کیا تھا اور وہ حاملہ تھیں میر جعفر و میرن کے خوف سے پانچ برس تک اساس دیوہرہ چھپے رہے وہیں سراج الدولہ کی بیٹی پیدا ہوئیں جو بعد کو نواب احمد علی خاں پسر نواب اسمعیل قلی خان سے بیاہی گئیں بعد کو میری نانی کی حقیقی دادی ہوئیں انھیں نواب اسمعیل قلی خان کی بیٹی سے نواب فخر الدولہ پدر نواب سید کاظم علی خان سے بیاہ ہوا ہی کاظم علی خان صرف پیدا ہوئے جو میرے باپ کے حقیقی پھوپھا او لاولد تھے بعد کو حضرت شاہ صاحب نے ایک خط میر قاسم خان صوبہ دار وقت کو اور ایک خط لارڈ کلایو کو لکھ بھیجا تب جاکر یہ خاندان پٹنہ آیا پر گئے دونوں ضبط تھے

اساس دیو ہرہ کی بدولت امارت بنی رہی بعد کو پنشن مقرر رہو ئی دیوان خانہ و محل سرائے حاجی گنج کی زمین نواب سید ہدایت علی خان پدر سید غلام حسین خان صاحب سیر المتاخرین اسی خاندان نے ہبہ کر دی ۔

یوں آصف و بلوہر کا قصہ عین الحیات میں ملائے مجلسی نے لکھا ہے اتا د علیہ الرحمہ سے سنا تھا کہ بہ تغییر اندک یہ حال گوتمی بودھ کا ہے بعد کو نایکوں میں حال ملانے سے تصدیق ہوگئی وزیر نواب مرحوم نے بھی ترجمہ کر کے چھپوایا تھا گوتمی بودھ کے حالات کے علاوہ جتنی نقلیں بطور مثال اس میں ہیں وہ سب انجیل و توریت اور اُنسا شرح زند اور بعض رمائن و گیتا سے ماخوذ اور میری پڑھی ہوئی ہیں اس کتاب سے کوئی مناسبت نہیں ہے رحمۃ اللہ علیہ جا معہا ۔ ان سفرناموں کو دیکھکر میری پرانی آرزو ابھر گئی ہے مجھکو یہ شوق رہا کہ بمبئی کے خوجوں ایرانیوں میں چند مجلس کسی طرح پڑھتا زنجوبات حیدر آباد میں نصیب نہیں وہ بات وہاں نصیب ہوتی یہ مضامین ان لوگوں نے ہرگز نہ سنے ہوں گے مگر یہ آرزو بر آنیکی کوئی صورت نہ تھی ہاں اگر سرتاج خاتون ہند تحریک کریں تو مجھ کو یقین ہے کہ آرزوئے قدیم پوری ہو بالفرض یہ خیالی آرزو پوری ہو تو آپ کا ہمراہ ہو جانا میرے لئے رحمت ہوگا ادھر سے پلٹ کر حیدر آباد جانا شاید بہت مناسب ہوگا میں نے سنا ہے کہ وہاں کے مسلمان خصوص بورے و خوجے بلا کے باذاق ہو گئے ہیں مگر آپ مجھ سے کہیں زیادہ واقف کار ہیں جیسا مناسب جانئے کیجئے اور ضرور کیجئے اگر میری سمجھ غلط ہو تو جانے دیجئے میں نے اس مضمون کے لکھ بھیجنے کو استخارہ کیا تین دفعہ داحب آیا تب گزارش کیا ۔

تین برس ہوئے کہ حضور کے مزار واقع ذوالفقار باغ کی مرمت معرفت مولوی عزیزالحق صاحب کے کی تھی۔ احمد علی خان اور میر محمد حسین دونوں سے کہلا بھیجا کہ تم لوگ بھی شریک ہو تو کتابہ اور احاطہ و مرمت مسجد سب سے فراغت ہو جائے آپ کو لکھتے شرم آئی کہ ایک خفیف بات کے لئے اتنی دور کیوں لکھیں ہم تین آدمی کافی ہیں ہاں ہیں ہاں تو ملا دیتے ہیں مگر پھر کون توجہ کرتا ہے عزیزالحق میرے شاگرد با اخلاص اور وہیں قریب رہتے اور مجھ سے حضرت کے حالات سن کر ایسے معتقد ہیں کہ وہیں کی مسجد میں جمعہ پڑھتے اور مزار پر جاروب کر دیا کرتے ہیں سلمہُ اللہ تعالیٰ اگر زندہ رہا تو چونکہ اس سعادت کے حاصل کرنے کا بجز میرے کوئی مستحق نہیں ہے لہٰذا جیسا جی چاہتا ہے ویسی مرمت ہوگی میری وصیت ہے کہ پائین میں مجھے گاڑ دینا اللہم ارزقنی ہٰذا۔

اب بقیہ حالات دوسرے نیاز نامہ میں لکھوں گا۔ سرتاج خاتون بیگم کو میری دلی دعائیں۔ بچوں کی طرف سے دونوں صاحبوں کو قدمبوس پہنچے والسلام والدعا بالتماس الدعا۔

مکرر:۔

میں یہ خط بند کرنے ہی کو تھا کہ احمد علی خان اور کلن وغیرہ سب پہنچے کہ جمعرات کو لڑکی کا عقد ہے صبح سے آکر رات کو اپنے سامنے لڑکی کا عقد کروا کر

دوسرے دن رخصت کرواتے وقت مجھے میرا دل نوائن کے اول جملوں سے بھرا ہوا تھا چھوٹتے ہی میں نے کہا کہ ہاں میں تو بیشک ہادی علی خاں مرحوم کی جگہ ہوں مگر ہر طرح کی بزرگی کا استحقاق میرے بھائی ہمایوں میرزا کو مجھ سے زیادہ ہے تم نے ان دونوں میاں بی بی کے بارہ میں کیا کیا کہنے لگے کہ ہم نے تو حیدرہ سے خط بھیجا تھا وہ جواب ہی نہیں دیتے ہیں مجھ کو تاب نہ رہی میں نے جھڑک کر کہا کہ ایسے لوگوں کو معمولی طرح نیوتہ دیتے ہیں تم میں سے ایک کو خود حیدرآباد جانا چاہئے تھا پھر میں نے سفرنامے اور خطوط وغیرہ سامنے پھینک دیئے اور جو دل میں آیا کہا سر ڈالے اور بیشک بیشک کرتے رہے میں نے کہا کہ تم سعید ضرور ہو مگر کھوئے ہوئے آدمی ہو کیا کروا س پر مزید یہ کہ دہاتیوں سے معاشرت رہی معاشرت ویسی ہی ہو گئی دوسرے وہم میں الگ گرفتار ہو ہمایوں میرزا اور ان کی بی بی کو میں نے تو اب پہچانا ہے تم کیا پہچانو گے غرضکہ جو جو کچھ نہ کہنا چاہئے تھا کہہ کر دل خالی کر دیا۔ ہر چند میں اب کہیں نہیں جاتا اور باقی کون ہے بلکہ آدمی کون ہے جہاں جاؤں مگر احمد علی خاں کیاں جانا ضرور ہے میرے اس خط کا جواب یہ منشورہ سرتاج خاتونان ہند جلد دیجئے میں ممبئی کے مجالس کا خواب دیکھ رہا ہوں میرا نہیں بلکہ ذی حس لوگوں کا خیال ہے کہ اسباب شہادت و فوائد شہادت کا فلسفہ جیسا میں نے نظم کیا ایک نے نہیں۔

وائے بر جانِ سخن نا بہ سخندان نرسد

میرے مرنے پر سب سے زیادہ آپ کو افسوس ہوگا میری موت دُہری موت ہوگی ہنوز میں نے اپنے استاد کا نام روشن نہیں کیا ہے فقط

پٹنہ عظیم آباد
۲۲ر جنوری ۱۹۲۳ء

آپ کے باپ کا اک دنے غلام
سیّد علی محمد شاد

۳۴

میرے غمگسار بھائی روحی فداکم

تسلیم ۔ انتظار کے بعد آپ کا گرامی نامہ ملا اور ایسے وقت ملا کہ میں عجب تردوات و صدمات میں ہوں مختصر حالت سنئے میں اپنی پریشانیوں اور ملکی مداخل کی حالت مقدمہ کی زیر باری سب سے آپ کو خبر دے چکا ہوں اگر ادھر دو برس سے کم سخت مقدمہ کا عذاب سر پر نازل نہ ہوتا تو یقیناً دیوان نو ہیں ضرور چھپوا دیتا ۔ اب سنئے شاید میں آپ کو خبر دے چکا ہوں کہ میرا دیوان ارباب لو دیگرہ میں سے قاضی عبدالودود یعنی قاضی حمید کے پوتے (شاید آپ قاضی حمید کو جانتے ہوں) قاضی ودود بی ۔ اے ہیں اور ولایت جا رہے ہیں غرض باصرار تمام وسعے وسفارش تمام خود چھپوا دینے کے لئے لے گئے ۔ میرا ایک شاگرد ہے وہ اسکول میں ہیڈ ٹیچر اور تخلص قیس کرتا ہے غزلوں کے صاف کرنے اور ترتیب دینے کے لئے میرا بڑا ذخیرہ غزلوں کا لے گیا اس کو دس چھپنے ہوتے

ہیں ہر چند وعدہ یہ تھا کہ بغیر آپ کے دکھائے مسودہ کاپی کے لئے دیا نہ جائیگا مگر یہ نہ کیا خود اپنی تجویز سے صرف دس جزو خود منتخب کرکے کاپیاں لکھوا کر علیگڈھ مطبع ملیہ میں بھیج دیں کئی اخباروں میں چھپ گیا کہ شاد کا دیوان چھپ رہا ہے جب یہ خبر سنی اور مسودہ دیکھا تو سخت بیٹ لیا یعنی منسوخ اشعار اور خام اشعار تک اپنی تجویز سے چھپنے کو بھیج دئے بخدا میں زہر کھانے پر مستعد ہوگیا تھا مگر بہ ہزار خرابی یہ طے ہوا کہ ان کا جتنا خرچ ہو چکا ہے دے کر کاپیاں اور چھپے اجزا لے لوں اور ڈھائی سو روپیہ جو خرچ ہوئے ہیں تاوان دوں تحویل میں میرے پاس صرف پچھتر روپیہ موجود تھے وہ کیونکر کافی ہوسکتے بحالت اضطرار آپ لوگ یاد آئے فوراً تار دیا خدا کرے یہ روپے جلد پہنچ جائیں سرتاج خاتونِ ہند کا عطیہ دو سو میں ایک سو کاغذ فکرِ بلیغ کے لئے رکھا ہے پچیس روپیہ کاپیوں کی اجرت دے چکا ہوں چار سو روپیوں کا بندوبست ہو چکا ہے آخر مارچ میں مل جائے گا یہ آفت الگ آگئی مفت ماصہ تاوان دے کر میں دیوان چھپوانا پڑا میرا قصد تھا کہ فکرِ بلیغ چھپ لے تب دیوان چھپے مگر اب موقع نہ رہا ناچار اسی تردد میں دیوان کے دیباچہ میں یہ فارسی نظم بڑھانی پڑی اس کے علاوہ متروکات الفاظ کی نسبت جو فکرِ بلیغ میں فلسفیانہ و عالمانہ بحث لکھی ہے اس کا خلاصہ اس دیباچہ میں بڑھانا لازم ہوگیا یہ نظم جو ملاحظہ کو جاتی ہے محض دو تین گھنٹہ میں لکھی ہے اتنے ہی شعر اس

یں اور ہیں خدا کرے ہیں جلد ملامت دیگر اپنے اجزا اور کاپیاں لے لوں تو جان میں جان آئے مجھ کو روپیوں کے ادا ہیں جلدی اور اضطراب اس لئے ہوا کہ ایک تو کم بخت کلام بے ترتیب اور منسوخ اور وہ بھی صرف دس جز و وہاں کب چھپ رہا ہے میری تو ناک کٹ جائے گی وقت پر بجز آپ کے اور کون یاد آتا میری تکلیف دہی آپ معاف کیجئے خدا آپ لوگوں کے حق سے جلد ادا کرے ورنہ بے موت مر جاؤں گا باقی حالات پھر لکھوں گا۔ حضرت کا مزار ذوالفقار باغ میں بے مرمت تھا میرے ایک شاگرد مولوی عزیز الحق ایک زمیندار اور اچھے لوگوں میں کھار میں رہتے ہیں ان سے با صرار کہہ دیا ہے کہ مزار کا احاطہ پختہ کر دیں لوح کا پتھر لے چکا ہوں کندہ کر کے لگایا جائے گا پرسوں وہ آئے تھے ہاتھ لگا دیا ہے مسجد کی بھی مرمت ہو گی میں کیوں ادھر حضرت کو زیادہ یاد کر رہا ہوں اس کی وجہ صراحت سے لکھوں گا خلاصہ یہ ہے کہ جتنی شہرت یا استعداد مجھ کو ہے بخدا اسی شیخ کامل کا تصدق ہے جو مرنے پر میرے کام آ رہا ہے۔ مجھلے نواب صاحب کا حال آپ کیا پوچھتے ہیں پھر عرض کروں گا۔

مجھ کو کسی تدبیر سے حیدر آباد بلا لیجئے اب عظیم آباد میرے لئے جہنم ہے۔

مجھلے نواب ایک ہفتہ ہوا بہ ہزار کوشش میرے پاس آئے تھے جو باتیں رہیں لکھوں گا۔

اپنے گھر میں میری دعا اور نیازمندی فرما دیجئے۔ بچے آداب

بجا لانے ہیں۔

۱۵ر فروری ۲۳ء

آپ کے باپ کا غلام

سید علی محمد شاد

۳۵

میرے غمگسار فخر روزگار بھائی

تسلیم۔ ابھی دو سو روپیہ عنایتی مجھ کو ملے خدا آپ کو اور آپ کی افتخار زمانہ سرتاج خاتون ہند دلہن کو صحت کے ساتھ عمر طبعی کو پہنچائے اگرچہ توقف ہونے سے دوسری تدبیر کر لی تھی مگر پھر بھی اس وقت ان روپیوں نے آب حیات کا کام دیا جزاکم اللہ عنا خیر الجزا۔ یہ فقط آپ پر خاندانی اثر ہے۔ سنتا ہوں کہ جناب سر سید علی امام صاحب حیدرآباد پہنچ گئے مجھ کو یقین ہے کہ آپ اُن سے ملیں گے اور جو امر مناسب سمجھیں گے وہ کریں گے۔ مادر ہند تو چوری ہوئی مگر دونوں قطعوں اور کارچوبی اشعار کا حال معلوم نہ ہوا۔

پرسوں شفیقی ڈاکٹر محمود صاحب بیرسٹر غریب خانہ پر تشریف لائے تھے بہت باتیں ہوئیں وہ عنقریب حیدرآباد پہنچ کر آپ سے ضرور ملیں گے۔

میں آٹھ دس دن بعد مفصل حالات روپیوں کے منگوانے وغیرہ کے اور مجھلے صاحب وغیرہ کے لکھوں گا۔ آپ خدا کے لئے دلہن کی علالت کا حال تفصیل سے لکھئے تاکہ میں علاج کے بارہ میں کچھ مدد دے سکوں۔ میں نہایت علیل الصحت

ہو رہا ہوں بعد کو خبر دوں گا۔

مکرر۔ نصیر میاں آج کل میرے گھر میں ہیں اور ابھی رہیں گے۔

جناب ڈاکٹر سید محمود صاحب بیرسٹر سے ملاقات ہو تو ازراہ عنایت فرمادیجئے گا کہ میں نے حسب ارشاد خط جناب مسٹر سید راس مسعود صاحب کو لکھ بھیجا ہے اور آپ کی خبر دے دی ہے فقط

۹ مارچ ۲۳ء — تمھارا دعاگو

پٹنہ سٹی — سید علی محمد شاد

۳۶

روحی فداکم

برادر جان بخشید۔ حالت یہ ہے کہ دو برس ہوئے میرے لڑکے سید حسین خان کو کھانسی ہوئی۔ سول سرجن تک کا علاج رہا اور شہر بھر کے معالج تھک گئے مگر کھانسی نہ گئی بہت دفعہ خون بھی بلغم میں آیا بڑی بات یہ تھی کہ بخار نہ تھا اس کے بعد چاروں لڑکوں کو کھانسی شروع ہوئی خوب خون بھی آیا ان سب کو مع سید آٹھ دس پر تپ خفیف بھی ہوتی رہی چنانچہ اب تک لگاؤ باقی ہے مگر سینہ اب تک محفوظ ہے برابر ڈاکٹری امتحان کیا گیا بڑی لڑکی (جس کی حالت آخر خط میں لکھوں گا) اس کی حالت سب سے خراب یعنی دق و سل تک تجویز ہو گئی تھی مگر وہ اب بالکل اچھی ہے مگر اوروں کی کھانسی بالکل نہیں گئی ہے۔

میرا حال سنئے ایک رعشہ تو البتہ اب تک نہیں ہے ورنہ اگر آپ میری ساری کیفیت اب دیکھئے گا تو تو ہو بہو اپنے والد مغفور کو یاد کیجئے گا مجھ کو خود تعجب ہے کہ مجھ میں یہ اثر کہاں اور کیونکر آگیا۔

دو مہینے ہوتے ہیں میں بھی کھانسی میں مبتلا ہو گیا برابر تھرمامیٹر ۹۹۔ ۰۰ اتک رہا۔ ڈاکٹروں نے معدہ کا اور ریاحی بواسیر کا سبب ٹھہرایا۔ میرے لڑکے کی شادی بھاگل پور میں ہوئی تھی جن سے یہ پانچوں لڑکے ہیں (بدقسمتی سے وہ دونوں بی بیاں ماں کی زندگی میں مرگئیں ورنہ ہزاروں ہزار کی آمدنی ملتی) ان لڑکوں کی حقیقی خالہ جن کی شادی پورنیہ کے راجہ باقر رضا سے ہوئی تھی چار برس سے بیوہ ہیں راجہ صاحب مر گئے۔ اسٹیٹ کی مالک ہیں۔ ان کو سل ودق ہوئی تھی بہ تجویز ڈاکٹروں کے الموڑہ پہاڑ پر گئیں چھ مہینے رہ کر آئیں دو برس ہوئے بالکل مرض زائل اور نہایت توانا ہو گئیں انھوں نے اصرار کیا کہ میں بال بچوں کو لیکر الموڑہ چلا جاؤں مگر میں نہ جا سکا معدہ کا علاج کرتا رہا اسی سے بچے بھی گویا اچھے اور مجھ کو بھی تخفیف بہت ہے ڈاکٹروں کے اصرار سے لکھنے پڑھنے کو دو مہینے سے بند کر دیا چھپنے چھپانے کے سب کام ابتر ہو گئے۔ کل سے پھر شروع کر دیا یہ وجہ سخت آپڑی جو آپ کی خدمت میں منفصر رہا۔ اس تفصیل سے لکھنے کی وجہ زیادہ تر یہی ہے کہ ہماری محسنہ سرتاج خاتونان ہند شفاہا اللہ تعالیٰ چند روز لکھنے پڑھنے کو بالکل بند کر دیں اور محض معدہ کا علاج کریں۔ میرے دوست

قاضی رضا حسین مرحوم کو سات برس تک کھانسی اور ایک سو ایک تھرمامیٹر رہا آپ سنکر تعجب کریں گے وہ اپنے علاج کے لئے کلکتہ گئے ہیں پہلے سے کلکتہ میں تھا اور گول کوٹھی میں اترا ہوا تھا وہ بھی وہیں میرے پاس ٹھہرے ہنوز علاج نہیں شروع ہوا تھا کہ رستہ میں سلہٹ کے کونلے بک رہے تھے لالچ میں آکر انھوں نے خرید کئے اور خوب کھائے مجھ کو معلوم ہوا تو میں نے ملامت کی مگر خدا کی قدرت تخفیف شروع ہوی پھر کیا تھا اٹھارہ دن رہے اور کونلے کھایا کئے کیسی تپ اور کہاں کی کھانسی سات برس بعد کونلے کھا کر اچھے ہو گئے۔ یوں بھی ہوتا ہے۔

بھائی کیسے علی امام اور کہاں اعانت۔ کیا دنیا میں سب ہمایون میرزا اور صغرا بیگم ہیں۔ چار برس ہوتے ہیں ایک کمیٹی میں میری ایک نظم سن کر ایسے متاثر ہوئے کہ آدھے گھنٹہ تک میرے بارہ میں اسپیچ دیا کئے یہاں تک کہہ گئے کہ جس نے ایسے باکمال کو نہ پہچانا اس نے خدا کو نہ پہچانا جس نے ان کی اعانت نہ کی اس نے فرض ادا نہ کیا وغیرہ وغیرہ۔ میرا تعلق آپ کے ساتھ خوب مانتے ہیں آپ کے لحاظ سے کہہ گزرے۔ بعد برخواست جب وہ حیدرآباد سے آئے ہیں تو خود میں نے اس خیال سے سبقت نہ کی کہ مجھ کو دیکھ کر شرمندہ ہوں گے انتظار کیا کہ حسب معمول وہ خود آئیں گے چھ کوس (قریب پھلواری) ان کی کوٹھی پر کون جائے جب ایک ہفتہ گزر گیا میں نے خط بطلب خیریت لکھا جواب ندارد دو مہینے بعد پھر خط لکھا کہ آپ مجھ سے کیا ناراض ہیں اور ضمناً یہ لکھا کہ وہ کارچوبی نظم

نظم عنایت کیجئے تو ڈرائنگ میں لٹکا دوں۔ جواب لکھا کہ میری وہی عقیدت ہے اور ہمیشہ رہیگی اور عنقریب خود حاضر ہوں گا مگر کارجوبی نظم کے بارہ میں سکوت۔ میں نے سمجھ لیا کہ ناقدری کے سبب سے وہ بھی تلف ہوگئی خدا کا شکر کر کے بیٹھ رہا۔ البتہ مولوی سید امداد امام صاحب جب گیا سے آتے ہیں تو میرے پاس ضرور آتے اور کبھی شب باش ہوجاتے ہیں علی امام صاحب کے رخصت کرنے کو باقی پور آئے تھے پرسوں مجھ سے بھی ملے میرے دیوان کے چھپنے کا ذکر آیا تو میں نے سب حال کہا کہ بھائی اس کی حقیقت یوں ہے کہ میرا ایک شاگرد قیس تخلص غزلوں کے سب ذخیرے سے (کئی جلدیں اور سیکڑوں پرچے مسودوں کے) ترتیب دینے اور صاف کر دینے کے لئے مجھ سے لے گیا وہاں آج کل کے نئے تعلیم یافتہ بی، اے، ایم اے سب جمع ہوتے تھے غزلیں پڑھی جاتی تھیں۔ قاضی حمید کے بیٹے قاضی وددا ور محبوب شبیر کے پرپوتے محمود شبیر بی۔ اے کے آپس میں یہ رائے ہوئی کہ شاد خود تو ہرگز چھپوائیں گے نہیں اور یہ گوہر نایاب تلف ہوجائے گا بہتر ہے کہ ہم لوگ اپنے خرچ سے چھپوا دیں۔ اتفاق وقت اس مشورہ میں میرا ایک عزیز شاگرد مولوی محمد مسلم ام۔ اے، (جو علیگڈھ کے جامع ملیہ سے دوسو روپیے ماہانہ پاتا اور مترجم ہے۔ یہ نوجوان صادق پور کے خاندان سے اور واقعی میرا دل دادہ ہے) بھی شریک ہوگیا اور چونکہ قاضی ودود یورپ جانے والے اور خرچ کے

متحمل وہی تھے انھوں نے کہا کہ میں اپریل میں چلا جاؤں گا انبی بھر غزلیں اس ذخیرہ میں سے نکالنا چاہیے کہ میرے رہنے تک بصورت دیوان چھپ جائے اور میں کیمبرج میں لے جاؤں چنانچہ ان ناشناسا لوگوں نے بغیر مجھ کو خبر دیے دس بارہ جز و کاپیاں لکھوائیں اور علیگڈھ چھپنے کو بھیجدیں میں خواب خرگوش میں رہا جب سلیمان ندوی نے اپنے پرچہ معارف میں اس کو چھاپا کہ فلاں کا دیوان چھپ رہا ہے تو مجھ کو لوگوں نے دکھایا میں سن کر مر گیا کہ بغیر نظر ثانی و انتخاب یہ کیا شامت ہوئی گفتگو و رنجش کے بعد یہ طے ہوا کہ ڈھائی سو روپے اب تک صرف ہو چکے ہیں آپ دے دیجئے تو ایک تار کے ذریعہ سے روک دیا جائے میرے پاس ایک تو اس وقت روپیہ کہاں اور حالت غم سے یہ کہ عقل کھو گئی میرا اس دنیا میں سوائے ہمایوں میرزا کے اور کون تھا ان کو تار دیا (گویا میرا خزانہ ان کے پاس تھا) کہ ڈھائی سو روپیہ تار کے ذریعہ سے بھیج دو وہ حیدرآباد میں نہ تھے لاحول ولا قوۃ اس میں کچھ دیر ہوئی معلوم ہوا کہ علی گڑھ میں نو جز و چھپ چکے ہیں اور خود صاحب مطبع اپنے ہرج کا سو روپیہ مانگتا ہے انتے میں (خدا اس کو اور اس کی یکتائے روزگار دلھن کو سلامت رکھے) فوراً دو سو روپے آ گئے ۔ یہاں تک میں کہہ چکا تھا کہ مولوی امداد امام رونے لگے اور چیخ مار کر میرے گلے میں لپٹ گئے اور یہ شعر میر تقی کا پڑھا ؎

میر کا حال یاد ہے مجھ کو　　ناامیدانہ زیست کرتا تھا

خیر ڈھائی سو روپیہ کی بدولت یہ تو ہوا کہ میرا ذخیرہ مجھ کو مل گیا گویا ہزاروں کیا
لاکھوں پائے مسلم نے لکھا کہ اب صرف چند جزو چھپنے کو رہ گئے ہیں پورا ہونے
دیجئے اشاعت کے پہلے آپ ملاحظہ کر لیجئے اگر آپ کے برخلاف ہوگا تب البتہ
پانچوں سو جلدیں جلوا دیجئے گا تھوڑے سے کے واسطے کیوں جلدی کرتے ہیں غرض
روپے امانت رکھے گئے۔ اس بیچ بعض اتفاقات کے سبب سے چھپنے میں
توقف ہوا اور قاضی و دو دیوار پر روانہ ہو گئے مسلم کے لکھنے سے معلوم ہوا کہ
مہ کے اندر پورا ہو جائے گا۔ انتظار کر رہا ہوں کہ دیکھئے کون کون غزلیں کس
طرح پر چھپی ہیں اگر غلط نامہ سے تدارک ہو سکا تو خیر ورنہ سب کو جلانا پڑیگا
رہی فکر طبع اور ایک کتاب فارسی تعلیم (جکی نسبت ملا جلال الدین
اڈیٹر حبل المتین نے دیکھ کر اپنے اخبار میں یہ فقرہ لکھا تھا کہ امروز در نقطۂ
ہندوستان ناچیز ندا ریم کہ مثل آقا سید علی محمد شاد در محاورات فارسی
کسے دانا باشد گزشتہ ور ہند بلا مبالغہ می گوئیم کہ شاید در مملکت ایران
ہم اگر جویا شویم چنیں ادیبے کہ ماہر فنون ادبیات فارسی باشد نایاب است۔)
تین سو روپیہ کا کاغذ خرید کیا دو سو روپے لگا کر اپنا پارینہ پریس کو درست کیا
ایک پریس میں میرے حسب خواہ مل گیا تھا دو فرمے دونوں کتابوں کے چھپ
چکے تھے سرکاری مطبع میں باضافہ تنخواہ نوکر ہو گیا اب تلاش کر رہا ہوں
حسب خواہ ملے تو کام چلے۔

مجھلے نواب صاحب کی حالت مفصل یہ ہے میں نے چند دفعہ ان سے
ملنے کا قصد کیا اور اس نظر سے کہ میرے وہاں جانے کے وقت ان کی بیہودہ
صحبت نہ رہے۔ مرزا احسن جان (جو روزانہ ان کے پاس جاتے ہیں) کی معرفت
کہلا بھیجا کہ میں آیا چاہتا ہوں برابر قسمیں دلوا بھیجیں کہ آپ زحمت نہ کیجئے خود
ضرور عنقریب آؤں گا مگر برسوں ہو گئے۔ حالت یہ ہے کہ کل میینشنٹ کورٹ
آف وارڈ میں ہے ان کو سب ملا کر ایک ہزار روپیہ ماہانہ یوں ملتا ہے کہ دو سو
سو ان کی بی بی نصیر نواب مرحوم کی بیٹی کو رہے آٹھ سو وہ مہینے کی چار قسطیں
کر کے ہر ہفتہ دو سو ملا کرتے ہیں ستر روپے روز اس کو دیتے ہیں جو سائیس
کی جورو اور اب ان کی بیگم صاحبہ ہیں مگر وہ سائیس بھی بحال ہے بیس روپے
روز کی کوکین اور دس روپے روز دیگر لغویات ہیں۔ کورٹ نے اشتہار
دیا تھا کہ کوئی قرض نہ دے مگر پھر بھی لالچی مہاجن پانچ سات دس روپے
فی صد سود کے لالچ سے اور آیندہ پر نظر کر کے دیتے ہیں علاوہ قرض اول
کے یوں بھی پچاسوں ہزار کے قرضدار ہیں کورٹ نے سواری کے لئے ایک ٹم ٹم
خرید دیا تھا مہاجن کی ڈگری میں پرسوں ضبط ہو گیا۔ رات بھر جاگتے کوکین
کھاتے چوسر کھیلا کرتے ہیں قریب صبح سوتے اور پانچ بجے قریب شام اٹھتے
اور بعد شام کھانا کھاتے ہیں افیون کوکین وغیرہ کا دور رہتا ہے دانت ایک
نہیں رہے بال سفید دیکھئے تو ایک سو برس کے بوڑھے جو اشتی نشین سبحان اللہ

بی بی اور عزیزوں سے کوئی تعلق نہیں۔ محل نواب مرحوم کے گھر میں اجو نیلام ہو کر مہاجنوں کے قبضہ میں ہے استرروپیہ کرایہ دے کر مقیم ہیں۔ ججن صاحب کی حالت سنئے خورشید نواب مرحوم نے اللہ جلائی رنڈی اور ججن کی شادی میں تین لاکھ قرض کر لیا نواب مرحوم کی ماں دراینگ حسنے خطاب والی گھڑی سب رنڈی کو دیدی تھی وہ گھڑی ایک بھڑوا اڑ گائے پھر نا تھا مگر پھر غنیمت تھے انھیں کے زمانہ میں کورٹ ہو گیا تھا ججن بعد شادی کے فحجاً رنڈی کی نواسی سے پھنسے بی بی کے زیورات کا کل صندوقچہ جاکر اس کو دیا الطاف حسین خان کے خوف سے بھاگ کر ڈھاکہ پہنچے وہاں لی می زز د صاحب کمشنر تھے ان سے نوکری کی استدعا کی نوکری تو وہ کیا دیتے سمجھا کر گھر روانہ کیا تب سے بظاہر اطوار درست ہوئے باپ کے مرنے کے بعد اس کی دھن ہوئی کہ انگریزوں میں رسوخ پیدا کریں انگریزوں کی مدد سے میونسپلٹی کے وائس چیئرمین ہوئے اس کام کو محنت سے کیا اور چندے بغیر مدوح نہ رہے مگر انگریز بنت اتنی بڑھی کے اخلاق درست نہ رہتے بغیر ٹکٹ کے کسی سے ملاقات نہیں کرتے۔ اب میونسپلٹی کے چیئرمین اور وائسرائے کی کونسل کے ایک گمنام ممبر ہیں مگر افسوس وقعت نہیں پیدا کی۔ ایک برس سے خود ان کا کورٹ چھوٹا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ مظفر پور کا حصہ بیچ کر اتنا بھر قرض چک گیا مگر لاڈلے مجنون کا حصہ ہنوز کورٹ میں ہے دو ماشاءاللہ لڑکے ہیں سولہ سترہ برس کے تنہا رضہ رہیں ججن میں ایک بات یہ عمدہ ہے کہ

نماز روزہ کے پابند اور مذہبی جوش ہے اور کسی قسم کا مذاق نہیں ہے اگرچہ دکھانے بہت ہیں۔ نیر نواب فی الجملہ غنیمت ہے۔

شہر اب اجاڑ ہے جس شہر میں روٹی تک کی دوکان نہیں وہ بھی کوئی شہر ہے ہائی کورٹ نے اور بھی تباہ کر دیا میں ہمیشہ پنکھے کا شب و روز عادی جاڑے تک میں پنکھا قلی نوکر رہتا تھا اگرچہ پنکھا نہ کھینچتا تھا سات روپیہ دینا رہا اب وہ نئے شہر میں بیس روپے پر نوکر ہو گیا بیس روپے کہاں سے لاؤں یہاں بھی گرمی آج کہ دس بجے ہیں ۱۰۹ ہے دیکھئے کتنی بڑھتی ہے۔ بچوں اور گرانی کے سبب سے میں نے گاڑی گھوڑا نکال دیا تھا حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ ہمیشہ سے اس کا بھی عادی رہا کرایہ اب بانکی پور کا چھ روپیہ اور نئے شہر کا آٹھ روپیہ ہو گیا معمولی ٹم ٹم کا نہ ہیں عادی نہ متحمل غرض جس طرح نباہ رہا ہوں کیا عرض کروں ہر مہینے پچاس ساٹھ ستر قرض سوہان روح ہے اب ایک اور مصیبت کا سامنا ہوا اس کو آپ غور سے نہ خود سنئے بلکہ سر تاج خاتون ہند سلمہا کو بھی سنائیے۔ میری بڑی پوتی ملکہ بیگم جس کی عمر اب سترہ برس کی ہے وہ خود اور ان کے والد بزرگوار دھوکے اور لالچ میں آ گئے سید رضی حیدر نامی سے بیاہ دی گئی اگرچہ اس لڑکی کے نانا کا وہ حقیقی بھتیجا اور حسب برا نہیں مگر ایک پیسہ کا اس کو مقدور نہیں انٹرنس تک پڑھا ہوا ٹیپ ریٹری اور شارٹ ہینڈ پاس کئے ہوئے ہے مگر حرکات خراب اور باوجود افلاس کے نوکری سے کوسوں

بھاگتا ہے بائینکہ اس لڑکی کی خالہ جن کا حال لکھ چکا ہوں ان سب باتوں سے
مطلع تھیں مگر زبردستی شادی ہوگئی دو برس میں زیورات جہیز جتنے کپڑے
سب فروخت کر ڈالے یہ لڑکی نیک اور خاموش بہت ہے اور کسی قدر اُردو
لکھ پڑھ لیتی ہے لیکن قابل تعلیم اور غیرت دار بھی ہے ۔ بائینکہ خط میں ان سب
حالات سے مجھ کو خبر دے سکتی تھی مگر نہ دی آخر کوفت سے سل و دق میں مبتلا ہو گئی
جب یہ حالت ہوئی تو مع شوہر بھاگل پور سے پٹنہ آئی بلا مبالغہ صرف ایک
ساری پیٹے تھی علاج سے بالکل اچھی ہوگئی شوہر صاحب کی نوکری کے بہت
سے سامان میں نے کئے خود ملی مئیزر صاحب نے ایک نوکری ایک سو روپیہ
مہینے کی ٹہرا دی مگر نہ قبول کی دوراز کار خیالات پکایا کرتا ہے اس کو ایک برس
ہوتے ہیں ۔ اس لڑکی کی یہ مجبوری یہ خواہش ہوئی کہ مجھ کو گرل اسکول میں داخل
کرو دیجئے یا اُردو میں ڈاکٹری پڑھوا دیجئے یہاں ڈاکٹر ولی احمد اسٹنٹ سرجن
سرغنہ ہیں اُن سے بطور صلاح میں نے ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ پٹنہ میں اب اُردو
میں عورتوں کو ڈاکٹری پڑھائی نہیں جاتی مگر آگرہ میں سرکاری اسکول ہے اگر
آپ مستعد ہو جیئے تو میں کل اپنے خرچ سے بھیج سکتا ہوں کیونکہ ایسی خاندانی
لڑکیوں کی مانگ اور سخت ضرورت ہے ۔ اس عرصہ میں آپ کی کل بھیجی ہوئی
کتابیں وہ پڑھ گئی اس دن سے روزانہ اصرار کر رہی ہے کہ مجھ کو وہیں بھیج دیجیے
میں عمر بھر انھیں کی خدمت میں رہوں گی میں نے کہا کہ شوہر سے بھی اجازت لو

وہ اس قدر متنفر ہے اور کہتی ہے کہ میں ہرگز ذلت میں رہ نہیں سکتی اور شوہر کرکے کیا سکتا ہے۔ واقعی وہ ہیچ کارہ ہے (کچھ کر بھی نہیں سکتا) بار بار دل میں آیا کہ کسی معتبر کے ساتھ آپ پاس روانہ کر دوں۔ ایک تھیٹا ہوا کہ نیر نواب کی لڑکی کی شادی میں جو وزیر نواب مرحوم کے پوتے سے ہوئی راضیہ بیگم اہلیہ مہدی نواب نے طنزاً اس سے کہا کہ لڑکی تم گرل اسکول میں داخل ہونے پر کیونکر راضی ہوا اس نے جواب دیا کہ اول تو میں حیدرآباد جانے کا مصمم ارادہ کر رہی ہوں وہاں سے بہتر میرے لئے تعلیم گاہ اور آرام کہاں نصیب پھر اعلیٰ درجہ کی عورتوں کی سوسائٹی میں رہ کر لطف زندگی اٹھاؤں گی اور اس ذلیل سوسائٹی میں رہ نہیں سکتی اگر یہ نہ ہوا تو ضرور گرل اسکول میں داخل ہوں گی اس ضمن میں اس نے آپ کے اور سرتاج خاتونان ہند کے سچے حالات اور تصانیف کی خوبیاں بیان کیں۔ گزری وغیرہ کی سب عورتیں جمع ہو کر سننے لگیں راضیہ بیگم جو ایک بد خود غلط متکبر خود پسند عورت ہے بولی کہ لڑکی مت شیخی کر میں خوب جانتی ہوں۔ آخر اس نے حاجی گنج سے سب کتابیں منگوا کر پڑھ پڑھ کر سنائیں تب تو عورتوں کو سکتہ ہو گیا۔ غرضکہ اس کی یہ حالت ہے چونکہ میں کسی طرح کا فرق نہیں کرتا بے تکلفانہ یہ مضمون آپ کے گوش گزار کرتا ہوں آپ دونوں صاحب تجویز فرمائے اگر مناسب دیکھئے اس کو بلا کر اپنے پاس رکھئے ہم سب لوگوں کو اطمینان کامل رہے گا اگر کسی وجہ سے نامناسب سمجھئے تو بھی لکھئے کہ میں گرل اسکول میں داخل کر دوں اور آگرہ کس کے

بھروسے بھیجوں اور کیوں ذلت گوارا کروں۔

بھائی انشاد کے پرچے برابر دیکھتا ہوں پھر یہ لڑکے برابر سبقاً اس کو پڑھتے ہیں جتنی تصنیفیں آپ نے بھیجیں سب کو حرف حرف پڑھا مجھ کو دم لینے کی فرصت ہو تو میں ضرور فرض سمجھ کر ایک لمبی تحریر لکھوں گا حالت یہ ہے کہ بلا مبالغہ اگر حضرت مغفور زندہ ہوتے کم سے کم ہادی علی خاں بھی رہتے تو شادی مرگ ہو جاتے اب اس کا ولی لطف اٹھانے والا صرف میں رہ گیا ہوں جس کا اظہار زبان سے تو ہوتا ہے مگر قلم سے اب تک نہیں ہوا۔ آپ نے اپنے نسب نامہ کے بارہ میں تفصیل مانگی ہے میں سو کام چھوڑ کر تفصیل سے لکھ بھیجتا مگر آپ نے ہادی علی خاں مرحوم کی تحریر کا کچھ تذکرہ کیا بہت جلد اس کو میرے پاس بھیج دیجئے مآثر الامرا اور عمدۃ الطالب فی نسب آل ابی طالب عربی اور تاریخ حبیب السیر و فرشتہ سب سے تطبیق کر کے انشاء اللہ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ تک سلسلہ وار بطور رسالہ کے جمع کر دوں گا۔ پھر میں عرض کرتا ہوں کہ میری حالت سے آپ غافل نہیں ہیں مگر اس سے زیادہ نظر توجہ درکار ہے۔ ہاں ایک ضروری بات لکھنا بھول گیا وہ یہ ہے دو تین مہینے ہوئے ایک دن ڈاکٹر محمود صاحب بیرسٹر میرے پاس آئے تصانیف دیکھ کر حیران ہو گئے فکر بلیغ کو نہایت اصرار سے وعدہ کر کے لے گئے میں نے دیدی آٹھ دن بعد پھر آئے اور چونکہ سب پڑھ کر سخت متاثر تھے خدا جانے کتنی تعریف کی اور از خود کہا کہ

بمبئی جاتا ہوں وہاں مولانا ابوالکلام سے (جو آپ کے بیحد مداح ہیں) ان سب کتابوں اور خاص اس عجوبۂ روزگار (فکر بلیغ و فارسی تعلیم) کا حال بیان کر کے قوم کی طرف سے چھپوا کر ہزارہا جلدیں ہاتھوں ہاتھ بکواؤں گا اگر مولانا سے کام نہ چلا تو اپریل میں حیدرآباد جا کر مسٹر راس مسعود سے (جو آپ کے بڑے مداح ہیں) پوری حالت کہوں گا ان سے اور حیدری صاحب سے بیحد موافقت ہے ضرور حضور نظام تک یہ سلسلہ درست ہو جائے گا میں نے کہا کہ اگر آپ حیدرآباد جاتے ہیں تو میرے بھائی سید ہمایوں میرزا سے مل کر ان کی رائے لیجئے گا اس کو قبول کر کے وہ خواستگار خط کے ہوئے میں نے کہا کہ بھائی کے لئے خط کی ضرورت نہیں تب باصرار مسٹر راس مسعود کے نام کا خط لکھوایا میں نے اس خط پر برائی وٹ لکھ کر حوالہ کر دیا اور کچھ کسی کی شکایت نہیں لکھی مختصر طور سے حالت لکھ دی خدا جانے ڈاکٹر محمود صاحب آپ سے ملے یا کیا مگر میرا رجسٹری شدہ خط تو ضرور مسٹر راس مسعود صاحب کو مل گیا ہے دوسری اطلاع یہ دینی تھی کہ چونکہ اپنی ماں سے رنجیدہ ہیں نعیم میاں (خیال) پانچ برس سے جب پٹنہ آتے ہیں میرے ہی پاس رہتے ہیں۔ ادھر بھی ایک ہفتہ رہ کر دارجلنگ گئے مجھ سے مصر ہوئے کہ اپنے منتخبات کلام ان کے ذریعہ سے جہاراجہ کشن پرشاد صاحب کو بھیجدوں مگر لڑکوں کا احسان کون لے اور پھر ایسی حالت میں کہ زمانہ کا رنگ دیکھ رہا ہوں۔ عمر کم طویل عدو کم ذلیل۔ سرتاج خاتونانِ ہند سلمہا کو دلی دعا۔ یہ عارضہ انشاء اللہ

آخر جون میں ضرور دفع ہو جائے گا۔

۳ رمی ۱۹۲۳ء

تمھارا بوڑھا خادم شکر گزار

سید علی محمد شاد

۳۷

برادر جان روحی فداکم

تسلیم میرا رجسٹری والا خط ملاحظہ فرمایا ہوگا کل سید راس مسعود صاحب کا خط میرے جواب میں آیا۔ "لکھتے ہیں کہ آپ ایک عرضداشت کے ساتھ (جس میں حالات ہوں) جو سر دست بھیجنا مقصود ہو بذریعہ ڈاک خود حضور کے پاس بھیج دیجئے ہم لوگوں کو قطعی ممانعت پیش کرنے کی ہے"

میں بالکل ناواقف ہوں بوصول نیاز نامہ جواب تحریر فرما کر ممنون فرمایئے

(۱) آپ کی اس بارے میں کیا صلاح ہے۔

(۲) دونوں صورتوں میں یہ تحریر فرمایئے کہ عنوان پر حضور کا کیا القاب کن لفظوں میں لکھا جاتا ہے از راہ شفقت برادرانہ القاب کا مسودہ خود لکھ کر عنایت فرمایا جائے۔

(۳) یہ عرضداشت بجنسہٖ حضور کے نام یا پرائیوٹ سکرٹری کے نام جائیگی۔

(۴) پرائیوٹ سکرٹری کا لقب کیا ہے۔

(۵) قطعات کو یوں ہی علیحدہ کر کے یا شیشہ کے فریم میں بھیجا جائے۔
(۶) عرض داشت کا لفافہ کیسا ہو۔

بھائی جان ان سب باتوں کا جواب اور میرے رجسٹری والے خط کا جواب معہ اپنے گھر بھر کی تفصیلی کیفیت کے بہت جلد مرحمت فرمایئے۔

مکرمہ سرتاج خاتونانِ ہند کی خدمت میں تمغہ جات پانیکی مبارکباد اور دلی دعائیں پہونچیں خدا کے فضل سے یہ پہلا تاریخی موقع ہے کہ ایک خاندانی خاتون نے علمی و مذہبی سوسائٹی سے تصانیف کی بدولت اور اپنے زور کمال وغیرہ وغیرہ کے سبب سے ایسا بیش بہا صلہ پایا جو لوگ اس کی قدر جانتے ہیں انھیں سے کوئی پوچھے الحمد اللہ الحمد اللہ بچے آداب عرض کرتے ہیں۔

۱۰ مئی ۲۳ء
پٹنہ

تمھارا خادم
سید علی محمد شاد

۳۸

مردہ زندہ نما کے غمگسار اللہ تعالیٰ آپ کو میرے سر پر سلامت رکھے۔

تسلیم و تکریم و دعائے دلی۔ چار مہینے تک یہ حالت رہی کہ آج اپنی موت کا یقین مگر کل دو چار گھنٹہ کے لئے توانائی اور صحت کے آثار نمایاں ہو گئے ڈاکٹروں نے یہ حالت مخدوش بتائی اور کہا کہ قلب کے فعل ہو جانے کا

اندیشہ ہے نہ لکھو نہ کتاب دیکھو دو مہینے ساکت و صامت رہا بیس دن ہوئے کہ اب وہ اندیشہ جاتا رہا الحمد اللہ ۔ اسی حالت میں والد مرحوم اور حضرت مغفور استادی اور نواب بہادر کو یکجا خواب میں دیکھا تینوں بزرگ فرماتے ہیں ڈرو نہیں ـــــ باطمینان تمام اپنا کام کئے جاؤ صبح ہی سے صحت ہونے لگی۔ تڑپ تڑپ کر رہا کہ آپ کے خطوں کے جواب حسب معمول طویل دوں سب تو سب آپ نے ہماری محتشمہ سرتاج خاتونانِ ہندسلمہا کے مزاج کا حال کچھ نہ لکھا امید ہے کہ خدا کا فضل ہوگا۔ سیلاب ڈہری سے سوہن میں آیا ۲۶ فیٹ پانی وہاں سے دفعتہً چلا حکام نے تار دئے مگر حفاظت غیر ممکن ہوئی خلاصہ یہ ہے کہ آٹھ گھنٹے کے اندر سارا شاہاباد وآرہ باستثنائے چند محلہ تہہ آب اور سولہ لاکھ جانیں تلف اور مویشیوں کا حساب نہیں ہیں اس شب کو رفع ضرورت کے لئے دو بجے رات کو چونکا تو دریا میں پچھم سے لے کر معروف گنج کے گھاٹ تک بہت روشنی تھی اور ایک غل تھا کہ ہمیں نکالو میں کوٹھے پر تھا رات بھر یہی صدا تھی صبح کو معلوم ہوا کہ دریا میں جہاں تک نظر کام کرتی ہے ہاتھی گھوڑے مویشی چھپر لاشیں غار نیچر اس پار سے اس پار تک اسی طرح بہہ رہا ہے کہ پانی دکھائی نہیں دیتا دنوں تک یہی آفت رہی ۔ حضرت کے سوانح عمری چار جزو تک تو میں لکھ چکا ہوں ابھی ضعف بھی نہیں لکھی گئی ہے دعا کیجئے کہ یہ فرض جلد ادا ہو جائے حضرت اشکی خود حضرت جمال کے شاگرد تھے میرے حضرت نے آپ کو بھی اپنا

استاد بنایا تھا تذکرہ نشتر عشق میں آغا علی خان مرحوم نے انکی کا حال لکھ دیا ہے ذرا قوت آجائے تو میں وہ اجزا صاف کر کے آپ پاس بھیجتا رہوں۔ کتاب کا چھپنا بند ہے پریس ٹوٹ گیا ہے۔ فرصت اور قوت پالوں تو تفصیل سے آپ کی کل باتوں کے جواب لکھوں۔ سر سید علی امام صاحب ولایت سے آئے تو میں بیمار تھا جب کسی قدر قوت ہوئی تو موٹر پر مریم منزل گیا معلوم ہوا کہ کل حیدرآباد گئے ابھی ایک خط ان کو بھی لکھا ہے انھوں نے تین سو روپے جو دئے تھے وہ روپے میں نے پوسٹ آفس میں جمع کر دئے ہیں میں نے لکھا ہے کہ آپ سے تاوان لینا چہ معنی دارد یہ بھی لکھا ہے کہ برادر مکرم سید ہمایون میرزا صاحب کی محترمہ نے چارسو روپے مجھ کو بھیجے تھے اس کو کتاب کے چھپانے کی مد میں میں نے جمع رکھا ہے البتہ اس مد میں اگر آپ کچھ دیں تو خیر ورنہ تاوان لینے سے معاف رکھا جاؤں آخر میں یہ لکھ دیا ہے کہ اکثر احباب نے رائے دی کہ حیدرآباد کے راجہ کشن پرشاد صاحب سے رجوع کرو میرے بھانجے خیال صاحب نے نہایت اصرار کیا کہ اپنا کلام راجہ صاحب کو بھیج دو پوری کامیابی ہوگی چنانچہ ایک مفصل خط اپنی طرف سے لکھ کر میرے حوالہ کیا مگر میں نے ایک غزل خیال مدعا کو ان کے جواب میں لکھ بھیجی مطلع و مقطع یہ ہے ؎

کوئی اگر میکدہ میں پوچھے تو یوں سنا دو پیام اپنا   روا نہیں مجھ کو سجدۂ غم نہ ہو جو ساقی امام اپنا

علی امام اپنا ہو نہ رہبر تو شاد ایسے ہیں ہم سگ کا جو حیدر آباد کعبہ بھی ہو تو دور ہی سے سلام اپنا
انشاءاللہ اگر کل قوت پاؤں گا تو ضروری باتیں لکھوں گا لڑکے آداب عرض
کرتے ہیں۔

میری بھاوج صاحبہ سے خدا اس کو زندہ رکھے میری دعا کہہ دیجئے اور
مزاج کا حال لکھئے۔

۳۰ اکتوبر ۲۳ء

دعاگو

سید علی محمد شاد

۳۹

یادگار اسلاف فخر اخلاف میرے ہمدرد بھائی

اللہ تعالیٰ آپ کی دلی مراد بر لائے۔ تسلیم بالوف الشوق وصنوف الادعیہ والتکریم
یہ کیسی قیامت ہے کہ میرے دو دو طولانی خط تلف ہو گئے ایک خط
تو چار ورق کا تھا خدا جانے کیا کیا مضامین لکھے تھے بڑا قلق یہ ہے کہ اپنی پوری
حالت بلا تصنع درج کی تھی۔ بہرحال ایک مہینے سے جو میری حالت ہو رہی ہے
اس کا مختصر حال پہلے سن لیجئے ایک رات کو خواب دیکھا کہ کوئی صاحب مجھ
سے فرما رہے ہیں کہ جو سوانح عمری تم نے اپنے استاد کی لکھی ہے اس کو جلد
چھپاؤ میں نے کہا کہ میں نے تو ابھی کچھ نہیں لکھا ہے خلاصہ یہ کہ اچھی طرح یاد نہیں
ہے مگر جھڑکیاں انھوں نے دیں صبح سے کمر بستہ ہو گیا اول یہ مشکل وہ پرانے

نوٹ نکالے جو کسی زمانہ میں وقتاً فوقتاً لکھ رکھے تھے کچھ ملے کچھ نہ ملے بعض مضامین کے لئے ضرورت چند کتابوں کی ہوئی اندھیر یہ ہے کہ خود دو سو جلد میری ہی دی ہوئی خدا بخش خاں کی لیبرری میں ہیں اور میں اب تک لیبرری کا ممبر۔ مگر سکرٹری صاحب نے دینے سے انکار لکھا اب چونکہ میرے پاس سواری بھی نہیں کرایہ کی گاڑیوں پر کئی دفعہ لیبرری جانا پڑا خلاصہ یہ کہ مشکل سے چند کتابوں کا پتہ لگا یا جو میری ضرورت کے لئے کافی ہو گیا۔ اس وقت میرے شاگردوں اور اصلاح لینے والوں میں اکاون شخص ہیں ان میں گریجویٹ بھی ہیں کون کم بخت دن ہے کہ پانچ چھ طویل طویل غزلیں پوری محنت سے بنانی نہ پڑتی ہوں اور ادھر ڈیڑھ مہینے کے اندر چار مشاعرے بڑے دھوم دھامی ہوئے کہ دہلی و لکھنؤ تک کے شعرا بلائے گئے۔ میں تو مشاعروں میں جاتا ہی نہیں مگر ایک دو دن قبل مشاعرہ کے اس بڑھاپے میں بخدا سو سو طرح و غیر طرح غزلوں پر اصلاح کامل دینا جان پر نوبت آجاتی ہے دماغ میں صلاحیت آنکھوں میں قوت باقی نہیں رہتی غرض اس ڈیڑھ مہینے میں پانچ سو سے زیادہ غزلوں کے دیکھنے کی نوبت آگئی اور لطف یہ کہ بجز مروت کے کوئی نفع نہیں صرف اسی قدر کہ ہر مشاعرہ میں گویا میرے ہی شاگرد نمودار رہتے ہیں اتنا بھی کوئی نہیں کہ میرے مسودات صاف کر سکے ایسی حالت میں حضرت مرحوم کی سوانح عمری سی چیز لکھنا کتابوں سے مطابق کرتے رہنا میں ہی جانتا ہوں

جو حالت ہے غرض چار جزو تک لکھ چکا ہوں ہنوز بابِ اوّل نسب نامہ کا پورا
نہیں ہوا ہے غالباً گمان ہے کہ بیس پچیس جزو سے زیادہ ہو جائینگے اور ایک حرف
بھی فضول اور زیادہ نہیں ہے خدا نے چاہا تو کل یا پرسوں بذریعہ رجسٹری کے
ایک کافی حصہ اس لئے آپ پاس بھیجوں گا کہ فوراً صاف کروا کر نظر ثانی کے لئے
واپس بھیجئے فقط یہی نہیں بلکہ جہاں جہاں عبارت یا مضمون میں کمی بیشی دیکھئے
بے تکلف بناتے جائیے وقت کم ہے یہی ڈیوڑھ آخر تک رہے گی اور جلد چھپنے
کا لگا لگا ہے ۔ سر علی امام صاحب کیوں اور کب میرے پاس آنے والے ہیں
ان کے بعض عزیزوں سے سنا کہ وزارت کے لئے جو شرائط انھوں نے پیش کئے
تھے سرکار نے منظور نہیں کئے ہاں ضروری ہیں پھر ولایت جائیں گے اور تیس ہزار
سے زیادہ نہ پائیں گے بھائی میری قسمت تو آخر عمر میں یہ ہے کہ تکلیف اٹھا کر
مر جاؤں اور جتنے کمبخت تصانیف کے ڈھیر ہیں سب تلف ہو جائیں اور یہ جو
تھوڑی سی معاش رہ گئی ہے جس سے دو برس سے ایک پیسہ نہیں ملتا کیونکہ اسامیوں
نے دفعہ ۱۰۴ کر رکھا ہے تاکہ چودہ سو کے پانچ سالانہ باقی رہ جائیں اور ہر
دفعہ بیشی میں سو پچاس خرچ ہوا کریں یہ بھی نہ بچے اور لڑکے بعد کو فاقہ کریں اور
جاہل رہ جائیں ۔ وائے میری عمر بھر کی محنت ہے ۔ اللہ اللہ اس دو برس میں
پانچ ہزار کے زیورات گرو رکھنے پڑے مہاجن کا سخت تقاضا شروع ہوا لیا
سب کو بکوا ڈالا ایسی چیزوں کی قیمت کیونکر پوری مل سکتی ہے جس کنگن کی قیمت

تین برس اُدھر گیارہ سو گئی تھی یہ ہزار خرابی سات سو کو بیچا گیا اور ابھی تک تین ہزار
کی چیزیں گرو پڑی ہیں میں نے مجبور ہو کر اپنی کتابوں کے چھپنے کے بارہ میں یہ ٹھرایا تھا کہ
سب کتابوں کے چھپنے میں قریب تین ہزار کے خرچ ہوں گے گروشدہ زیورات
کو بیچ ڈالوں تو بعد مہاجن کے دینے کے کم سے کم تین ہزار تو بچیں گے کتابیں چھپ
جائیں گی تو اُس کی قیمت چھ ہزار ضرور ملیگی قسمت دیکھئے کہ گھر سے سود کے اور
بھی پچیس روپے دینے پڑے۔ ان دنوں ایک اور بھی سختی بڑھ گئی چھوٹا پوتا
تپ میعادی میں گرفتار اور حالت سقیم دو وقتہ اسٹنٹ سرجن باقی پور سے آتے
ہیں ہر دفعہ آٹھ روپے دونوں وقت ملا کر سولہ روپے پندرہ دن سے دیر ہا ہوں
گاڑی کا کرایہ باقی پور کا چار روپیہ ہو گیا ہے اپنے ہوش میں نہیں ہوں بہر حال
شکر ہے ۲۲ برس سے آنریری مجسٹریٹ پورے پادر کا تھا مگر گاڑی کے
کرایہ کے سبب سے گزشتہ مہینے میں استعفا کر دیا ہر چند آنریری مجسٹریٹ رہوں
گا مگر جانا نہ ہوگا۔ بھائی میرے میں نے مجبوری بہت سے خرچ کم کر دئے تکلیف
اٹھا رہا ہوں اس پر خرچ ضروری کا یہ حال ہے کہ جب تک ہر مہینے پچاس ساٹھ
قرض نہ لئے جائیں ملازموں کی تنخواہ ادا نہیں ہو سکتی بخدا یہ فیض ہے اسی بزرگ
کا جو ذوالفقار باغ میں آرام کر رہا ہے کہ اب تک دماغ درست ہے اور ہندوستان
بھر نے فرد مان لیا ہے اگر دیوان ہی صرف چھپ جاتا جس کو منتخب کر دیا ہے
اور ۳۳ جزو ہے تو دنیا دیکھتی تاہم جرمنی امریکا تک سے غزلوں وغیرہ کی طلب آتی

ہے اور وہاں ترجمہ کے ذریعہ سے بھیلتی ہے مرنے پر دیکھنا کیسا ماتم ہوتا ہے بشرطیکہ کوئی مستقل کتاب چھپ گئی ۔

میں نے اوپر عرض کیا ہے کہ دو تین دنوں میں مسودہ سوانح عمری کا روانہ کروں گا مگر استخارہ واجب آ گیا اس لئے بعد کو حاضر کروں گا ۔ یہ مسودہ متداول اجزا سے پانچ جزو سے زیادہ ہے آپ خیال کیجئے کہ آخر تک کتاب کا حجم کتنا ہو گا میں ہرگز کم نہیں کر سکتا اتنے بڑے شخص کی سوانح عمری لکھوں اور ضروری مضامین چھوڑ دوں چاہے چھپ سکے یا خدانخواستہ پڑی رہے اس مسودہ میں جہاں جہاں سہوالقلم ہے ٹھیک کر کے کسی کاتب کو جلد تر دے دیجئے تا کہ اجزا صاف کرے اور بین السطور زیادہ رکھے اور بھیجتے رہیئے انشاءاللہ تعالیٰ دوسرے ہی دن میں دیکھ دیکھ کر بھیجتا رہوں گا غالباً احوالات نسب میں کچھ اور بڑھانا ہے میں تو ابھی آپ پاس نہ بھیجتا مگر محض اس خیال سے بھیج رہا ہوں کہ آپ مجھ کو غافل نہ سمجھیں بھائی میں عجب کش مکش میں ہوں فکر نے مار ڈالا اور کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی خیر نامراد مر جاؤں مگر حضرت کے سوانح تو مرتب ہو جائیں — ایک وقت تھا کہ تین تین ہزار روپے ہاتھ کے میل تھے اب بڑھاپے میں یہ تنگی ہے ۔ سرتاج خاتونانِ ہند لکھا کو اللہ تعالیٰ ہر قسم کی ترقی دے میری دعا کہہ دیجئے ۔ ابن رشد کو اب تک دیکھ نہیں سکا ہوں مفصل ریویو ضرور لکھوں گا

تمہارا بندۂ بیدام

سید علی محمد شاد

۱۳ دسمبر ۲۳ء

برادر جان روحی فداکم

تسلیم مجھ خوابیدہ بخت پر جو گزر رہی ہے عالم الغیب جانتا ہے مزید برآں عمر کا خاتمہ ایسی حالت میں گلا دبا رہا ہے کہ ضروری کاموں کو جلد ختم کر سکا پس جز و کاغزلوں کا دیوان ، ہمارے حضرت کی سوانح عمری فارسی تعلیم مرتبوں کا ذخیرہ یہ چیزیں کسی طرح جلد مرتب ہو جائیں تو عمر کا حاصل سمجھوں باقی رہی پانچ جلدوں کی تاریخ بہار ، مجموعۂ اصناف نظم اور پوری ادھوری کتابیں ان کا چنداں خیال نہیں ہے ۔ پرسوں ہی ان اجزا کو روانہ خدمت کر دیا ہوتا مگر دفعتہً آٹھ بجے اخوی مولوی نواب امداد امام صاحب تشریف لائے اور قریب شام تک بیٹھے رہے ہر چند مختلف لوگوں سے ان کا بیان مختلف و مصلحت آمیز تھا مگر پرسوں تو میں نے ان سے ہمارے حضرت کی شاگردی کا اقرار لے ہی چھوڑا مسودہ کے اجزا دیکھ کر متاثر ہوئے اب میں باطمینان ان کا نام بھی اس کتاب میں بہ زمرۂ تلامذہ داخل کروں گا ۔ میں اگلے خط میں عرض کر چکا ہوں کہ مسودہ میں سہو القلم کی افراط ہے اور اتنی فرصت نہیں کہ اس کو بھی درست کرتا جاؤں رحم فرما کر ملاحظہ کرنے اور کاتب کو دینے اور چھپنا پھر صاف ہو میرے پاس بھیجنے جائیے بڑی بحث آگہہ آتی ہے جس میں دماغ کی صحت و قوت کا کام ہے ہاں آپ پاس جو کچھ حضرت کا کلام ہو سب عاریتہً میرے پاس بھیج دیجئے

تامل نہ کیجئے فوٹو تو حضرت کا ابھی تک نہیں ملا ہے مگر ایک مصور سے بات چیت ہو رہی ہے کہ خیالی خاکا میرے پاس بھیج کر کر دے تو ساٹھ روپے دوں گا۔ اس کا بلاک آسانی سے بن جائے گا۔ دس دن میرے گاؤں والے مقدمہ کی تاریخ پیشی کو باقی ہیں میرا چھوٹا پوتا سترہ دن سے سخت بخار میں پڑا ہے حالت مخدوش ہے اللہ رحم کرے۔ بعض اہل الرائے کہتے ہیں کہ کارپوریشن بنک سے دو ہزار روپے قرض لے لو چالیس روپیہ مہینا دینا پڑے گا پریس گھر میں ہے دو دو تصنیفوں سے شروع کر دو ورنہ امید و انتظار میں تم عدم کو روانہ ہو جاؤ گے اور پھر کچھ نہ ہوگا رائے تو معقول ہے لیکن سوچتا ہوں کہ موجودہ آمدنی میں تو مہینے پچاس ساٹھ روپے چیزوں گرو کر کے خرچ پورا کرنا ہوتا ہے اب تک چھ ہزار تک کے زیور وغیرہ گرو ہو چکے ہیں اگر یہ چالیس روپے نکل گئے تو پھر کیا کروں گا ان چھ ہزار کی چیزوں کا بھی چھوٹنا ناممکن ہے جن کی قیمت آٹھ دس ہزار سے کم نہیں ہے میں نے تمام عمر اس ریاضت میں برباد کی ورنہ امیر کبیر بنا رہتا۔

اسی سے آپ میری بربادی کو قیاس کر لیجئے کہ جب یہ لڑکا سید حسین پیدا ہوا تو دوسرے دن ماں مرگئی ضعیف و بیمار تو پیدا ہی ہوا تھا انواع امراض میں گھرا ہوا تھا صرف ڈاکٹر معذر کے علاج سے تخفیف رہتی تھی اور دل کو ان کے ہر وقت موجود رہنے سے تسکین اس لئے دل کھول کر میں اپنی تکمیل میں مصروف رہتا تھا ستر روپے رات کے رہنے اور پچاس دن بھر رہنے کے وہ مجھ سے

سات برس تک روزانہ لیا گئے اور یہ فقط اسی کم بخت تکمیل کے پیچھے خرچ کرنے پڑے۔ مسٹر مکنزی وائس لارڈ کرزن کے پرائیوٹ سکرٹری کے اصرار پر چھ کتابوں اردو فارسی عربی کے ایک حیرت انگیز نصاب کی طیاری میں دو برس تک بے خبر رہا پچاس ہزار کا غبن ہیرالال نے کیا جب مقدمہ دائر کیا تو وہ اعتراف کر کے دریا میں ڈوب کر مر گیا کیا خبر تھی کہ یہ فن اس حالت کو پہنچا دے گا۔

حضرت کی سوانح عمری کا نام تجویز کیجئے میرے نزدیک دولت باقی یا نعمت عمر اچھا نام ہے ہر اعتبار کر کے مولوی حالی کی کتاب سوانح عمری غالب سے یہ زیادہ ہوگی انشاءاللہ خدا میرے اس بچے کو بچا دے ورنہ اندھیرا ہے۔ کئی دن ہوئے کہ سید وصاحب یعنی احمد علی خان کا لڑکا جو ہائی کورٹ کا وکیل ہے چھوٹے نواب صاحب کے بیٹے کے ساتھ آیا تھا میں سوانح عمری کا مسوّدہ لکھ رہا تھا اسی تقریب سے خدا جانے میں نے کیسی کیسی ملامت کی متاثر بہت ہوا۔

میرے مراسلات کے جواب برابر دیا کیجئے اور میرے لئے دعائے خیر کیجئے جناب سرتاج خاتونانِ ہند کی خدمت عالیہ میں نیازمندانہ سلام مخلصانہ دعائیں۔

۱۹ ر دسمبر ۲۳ء

تمھارا جان داده

سیّد علی محمد شاد

میری جان میرے باعث ناز بھائی جعلت فداک

ابھی آپ کی رجسٹری والا خط ملا میرے اچھے بھائی خط کے بھیجنے میں اگر اتنی ہی دیر کروگے تو میں انتظار میں مر جاؤں گا۔ کیا میرا وہ خط آپ کو نہیں ملا جس میں میں نے ایک شعر ظہوری یا نظیری کا بطور موازنہ لکھا تھا ورنہ آپ ضرور خوش ہو کر جواب لکھتے۔ میری مختصر کیفیت یہ ہے کہ میرا نونیا آدھے دم کا ہو کر بیچ تو گیا ہے مگر لواحق مرض سے ابھی نجات نہیں یہ حالت مخدوش تر ہے دعا فرمائیے اس حالت میں مجھ کو اسہال بواسیری و اختلاج قلب و دیگر پریشانیوں میں ایسا گھیرا ہے کہ اللہ ہی اللہ ہے لیکن جو فرض کہ میری گردن پر ہے اگر اس حالت میں کسی دن اس کے ادا میں غفلت کی ہو تو ملعون و کافر۔ بھائی میرے میرے استاد کی لائف اگر ایک نقطہ امیز نامہ ہوکر رہ گئی تو حیف مجھ پر۔ غالب کی لائف دس برس میں مولوی حالی نے لکھی ہے میں ۱۸۹۰ء میں جب پانی پت گیا تھا تو انھوں نے بہت کچھ مجھ سے رائے لی تھی اور پھر تکلف کہ ایک مصرع بھی غالب کا معدوم نہ تھا اس پر دہلی میں اس وقت تک دس بارہ ذی علم یہ غالب کے شاگرد مدد دینے والے اس پر نواب احمد سعید خاں لوہارو نے صرف ایک ہزار روپیہ صاف کرنے اور مسودہ کی درستی کے لئے دئے اور ایک ہزار کتاب کی چھپائی مولوی حالی نے ایک خط میں مفصل لکھا تھا میری حالت اس کے بالکل

برخلاف اور رسالہ دہلی و پنجاب وغیرہ کے نقادوں کا اگر کم سے کم بیس جزو نہ ہوں تو مجھ پر حیف اور اگر موازنہ کلام میں غالب سے انیس بھی ہو تو مجھ پر لعنت اور میرے مرجانے کی جگہ ہے اس میں صرف فارسی غزلوں کا موازنہ خسرو، سعدی، نظیری وغیرہ وغیرہ چھ سات اساتذہ سے کرنا ہے اور یہ برکت استاد کر بھی چکا ہوں چند جزیں مولوی سلیمان ندوی کے دیکھنے کو بھیجی تھیں جواب میں لکھتے ہیں کہ خدا شاہد ہے کہ آپ کے استاد سعدی سے کسی طرح کم نہ تھے میں تو اس خیال میں غرق ہوں اور آپ ان کے شاگردوں پہ پیچ سمجھلائے نافہم کے نام پر نام لکھے جاتے ہیں جن کی شاگردی میرے استاد کے لئے ننگ ہے حضرت کے جو کلام تلف ہو گئے اب اس کا رونا بیکار ہے میری یہ کتاب قائم مقام اس کی ہو جائے گی خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ یہ جو کچھ میں کر رہا ہوں میری کیا مجال ہے واللہ انھیں کی روح مدد پہنچا رہی ہے صرف دو اساتذۂ کامل کی غزلوں کا موازنہ وہ بھی چوٹی کی جس پر مولوی حالی نے مباہات کیا ہے، اور غالب کو طوطی قرار دیا ہے منجملہ بہت سے موازنہ کے آپ کے لئے بھیجتا ہوں دیکھئے اور شکر کیجئے جس عنوان میں کر رہا ہوں مرتب ہو جائے تو آپ دیکھیں گے اور دنیا دیکھے گی مجبور ہوں کہ روپیہ میرے پاس نہ رہا یہاں یہ فکر کی تھی کہ حضرت کا فوٹو مل جائے کیونکہ نواب بہادر یا سلطان مرحوم نے بیاد آتا ہے کہ لیا تھا۔ جن کے پاس یہ منتقل گیا خوب ڈھونڈھا نہ ملا

مصوّر کو بلوا یا کہ خیال ہی درست کرو اگر خوب جانچ کر فوٹو لوں اور بولا کہ بنوالو
مصوّر اس شرط پر کہ اگر آپ کے حسب خواہ ہوئی تو زر ما یصت) ورنہ اپنی محنت
اور بار بار تبدیل کے پچاس سے کم نہ لوں گا۔ زندہ ہوں تو کر کے چھوڑوں گا۔
مذہب کی بحث قابلِ دید ہے پھر تصوّف کی بحث خاص کر شیعوں کو نہایت
مفید ہے اور ہدایت نامہ نئے بھنبوں کے لئے الگ دستور العمل ہے۔ افسوس
مثنوی دردِ دل کس گھر سے لاؤں کیا کروں۔ آج کل بجز اس دھن کے کوئی
دھن نہیں ہے بلا سے میں مرجاؤں مٹ جاؤں مگر یہ کتاب مرتب ہو جائے
ایک استاد کے زندہ ہونے سے بہت سے لوگ زندہ ہو جائیں گے۔ شاعری
کا مقدمہ جو لکھا گیا ہے بی: اے۔ ام، اے اور نہایت قابل لوگوں نے کہا کہ
انگریزی میں اس عنوان کو کوئی نہیں پہنچا مجھ کو فخر ہے کہ میں نے ایسا مقدمہ لکھا۔
آپ نے ڈاکٹر اقبال کا کسی خط میں ذکر لکھا تھا بھلا ڈاکٹر اقبال کیونکر میری نسبت
تعریف نہ لکھیں کیمبرج کالج کے فارسی لکچروں میں بہ مقابلہ اہل ایران کس کی
بدولت سرسبز ہوئے ہیں اُردو میں حسرت موہانی سلمہ کے اعتراضات سے
کس نے نجات دی بہرحال، میں ظہوری غالب خانخانان نظیری و فریاد علیہم الرحمہ
کی دو دو غزلیں اس کے ساتھ روانہ کرتا ہوں فوراً نقل لے کر اصل یا نقل میرے
پاس روانہ کر دیجئے اور ذرا وہاں کے نقادانِ فارسی کو دکھائیے تو کہ کیا
کہتے ہیں ہمارے حضرت کا اُردو کا پورا دیوان محمد شاہ شہرت مردود ازلی نقل

کو لے گیا اور چرا بیٹھا اس میں غزلیں مشاعروں میں پڑھ پڑھ کر کامیاب بنتا تھا
بہت عرصہ ہوا سنگی والان کے مشاعرہ میں آغا محمد حسین خان مرحوم بھی تھے
میں بھی حاضر تھا اس نے یہ مطلع پڑھا ؎

کعبہ و دیر میں جلوہ ہے نمایاں اُن کا ۔۔۔ دو گھروں کا ہے چراغ اک رخِ تاباں اُن کا

ایک دھوم مچ گئی آغا صاحب سے نہ رہا گیا ڈانٹا اور کہا کہ تمہاری مجال
ہے کہ یہ مطلع کہو شاہ صاحب کا دیوان چرا کر شاعر بنے ہو اور پھر زمین شعر اور بھی
پڑھے جب حضرت دوبارہ کلکتہ سے گلزار باغ میں تشریف لائے تو میں نے
عرض کیا آب دیدہ ہو کر کہنے لگے کہ میں نے مرزا امان علی ذبیح اور آغا محمد حسین
کو تاکید لکھی تھی کہ اس مردود سے جس طرح ہو میرا کلام لے لو اگر روپے کی ضرورت
ہو تو جتنا مانگے میں بھیج دوں مگر ان لوگوں نے کچھ بھی نہ کیا افسوس ۔ آپ کو
غلط خبر ملی شہرت تسلیم کا اور مولوی اصغر حسین مائل تسلیم کے شاگرد تھے نہ کہ حضرت
کے ۔ لیبریری میں خدا بخش خان نے تسلیم کا دیوان بصورت مسودہ جس میں شاید
ایک سو غزلیں ہوں گی مجھ کو دکھایا اور میں گھر لے آیا اور رکھ کر دیکھا جی نہ لگا
واپس کیا ۔ وقت کم ہے آپ جلدی کیجئے اور روپے کا ہرگز خیال نہ کیجئے
اس کے شائع کرنے میں ہزار دو ہزار کیا چیز ہے اللہ تعالیٰ نے آپ پر انہیں
کی برکت سے یہ فضل وکرم کیا کہ آج خدا کے فضل سے چار دانگ ہند میں صرف
نہیں (جہاں تک معلوم ہے) بلاد بعیدہ میں بھی نہ فقط ثروت میں بلکہ کمال کی

حیثیت میں بھی کمال پیدا کر لیا ہے۔ یہ کتاب انشاء اللہ اس میں اور بھی معین ہوگی صرف آپ اتنے بلند مرتبہ نہ کہاے بخدا سرتاج خاتونان ہند کے سبب سے اتنی فوری ترقی کر لی اللہم زد اے خدا دونوں کو سلامت رکھ ہاں آپ نے میرے ناچیز دیوان کے بارہ میں پوچھا ہے مجھ کو نہایت شرم آتی ہے کہ پانچ سو روپے فکر بلیغ کے لیے وہی کیا کم ہیں پھر دل کو سمجھاتا ہوں کہ کوئی شرم کی بات نہیں اپنے استاد کی ہو اور لائق و فخر زمانہ ہو قدر شناس ہو سے لیئے ہیں انشاء اللہ اس کا ثمرہ بہت اچھا ہوگا۔ میرا دیوان کسی طرح چھ سو روپے کم میں چھپ نہیں سکتا وہ بھی میرے گھر میں کیونکہ پریس موجود ہے روپیوں کی کمی کے سبب ٹیپو سنجیے پریس میں وغیرہ رکھے تھے انھوں نے سات رم کاغذ فکر بلیغ کے لیئے لیا تھا دیمک سے کھلوا دیا۔ اگر دو ہزار بھی اس کا سرمایہ ہو جائے تو ذیل کی کتابیں چھپ جائیں تو پھر خدا چاہے تو کتابوں کی قیمت سے میں وہ ہزار ادا کر دوں میرے دیوان کے خریدار ہزار ہا ہیں خوشی سے چار روپے فی جلد خرید لیں گے افسوس اگر واقعی اس وقت تین سو روپے بھی پہنچ جائیں توکل ہی سے ہاتھ لگادوں اور پانچ سو ملیں تو ساتھ اس کے یہ سوانح عمری بھی زیر نظر چھپوانا شروع کردوں۔

میرے اچھے بھائی میرے سب مسودوں اور اس کاغذ کو بلا توقف لوٹا دیجئے وہ پنوارہ جو آپ پاس گیا ہے اب اس کے چھانٹنے اور ترتیب دینے میں توقف ہو رہا ہے۔

میری دلی دعائیں دونوں صاحبوں کو پہنچیں۔

مکرر۔ ۱۵ر جنوری تک جواب آنا ضروری ہے۔ میں دست بستہ کہتا ہوں میرے بھائی اب توقف ستم ہے فقط

دیوان۔ .... (۳۰) جزو

فکر بلیغ .... (۳۱) جزو

تاریخ بہار .... (۵۰) جزو

اُردو تعلیم .... (۷) جزو

فارسی تعلیم .... (۱۲) جزو

مصطلحات تازہ فارسی .... (۱۰) جزو

ان کا چھپنا تو واجب ہے باقی دیکھا جائے گا۔

تمھارا ممنون احسان بھائی

۹ر جنوری ۱۹۲۱ء سید علی محمد شاد

۴۲

برادر جان روحی فداکم وعن کل البلاد فداکم

تسلیم باوف الشوق وصنوف الدعیہ والتکریم۔ مجھ کو سخت حیرت تھی کہ جس کام کو سب پر مقدم کر کے بہ لحاظ میری پیرانہ سالی کے جلد جواب کا نہ آنا اور علی الخصوص ایسے علم دوست قدر شناس ہمہ تن قابلیت کا سکوت چہ معنی دارد

خدا مانع بخیر کرے۔ کل میں ضرور تار دینا بارے اللہ تعالیٰ نے میرے شکستہ دل اور حسرت بھرے دل کی تشویش خاطر پر رحم فرمایا نامۂ گرامی اور پرم فلیٹ پہونچ گیا اور حد سے زیادہ جی خوش ہوا۔ ہر چند میں اپنے انتاد جنت آرام گاہ کا دل دادہ ہوں پہلے ہرگز مجھ کو آنجناب کی اتنی قدر نہ تھی مگر پندرہ سولہہ برس سے تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ میرے دل کا کیا عالم ہے ان کی ایک ایک بات یاد آتی ہے اور عدم شناسائی پر اپنی الگ کلیجہ خون ہوتا ہے یہ سب کچھ ہے مگر جبکہ ایام کہولت میں قصد کر کر کے رہ گیا تو اس پیری میں ایسی مشکل چیز کا سرانجام مجھ ایسے شخص سے ناممکن تھا لیکن سچ یوں ہے کہ سعادت مند خاندان کا سعادت مند بیٹا جب آپ سا ہو تو ناممکن کا ممکن ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں یہ فرمائیے کہ میں سب کچھ کرتا مگر ولولہ کہاں سے لاتا جب تک کوئی قابل لائق ولولہ دلوانے والا آپ سا شخص نہ ہوتا میں سچ کہتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ فرض کرو کہ ایسے آر اطلب زمانہ میں جبکہ موت میرے سامنے کھڑی ہے اور ضعف کہتا ہے کہ خاموش آنکھیں بند کر کے اللہ اللہ کرو اگر بخدا ہزاروں روپے مجھ کو ملتے (خصوصاً اس زمانہ ذی تکلیف میں) تو بھی مجھ سے یہ محنت شاقہ نہ ہو سکتی خدا آپ کو اور سا تھ اس کے میری لائقہ فائقہ یادگار روقت ذی جوہر و جوہر شناس سرتاج خاتونان ہند سلمہا اللہ تعالیٰ کا جوڑا آپ سے نہ ملاتا تو یہ بات کیونکہ ہو سکتی الحمد للہ کہ خدا نے مجھ کو آنکھوں سے یہ زمانہ بھی دکھا دیا۔ سچی خوشی و مباہات صرف

ایک میں رہ گیا ہوں۔ جوں جوں ملک کے اہل علم وکمال میں آپ لوگوں کی قدر و وقار بڑھتا جاتا ہے خود آپ ہی کے اعزّہ جلے جاتے ہیں۔ ڈپٹی کلکٹر ہو جانا مارچ ہو کر پیسے جمع کر لینا چار بھی کر لینا ہے مگر یہ بابت محض اپنی کوشش سے (خصوص ایسی جگہ اور ایسے زمانہ نا پرسان میں حاصل کر لینا) شاید المکون میں کوئی ایسا اللہم زدو لاتنقص۔ جس وقت آپ کی یہ رجسٹری پہنچی ہے ماسٹر علی جان بیٹھے ہوئے تھے آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ حضرت شہر خیر سے اور روزانہ مجھلے نواب صاحب کی پاکیزہ صحبت میں پہروں بیٹھنے والے محسن صاحب سلمہ کے بھیجے ہوئے آئے تھے سبب یہ کہ اپ کے ووٹ میں ان کی جگہ دوسرا چیرمین میونی سپلٹی کا ہو گیا ہے عمال آفس نے ایک الوداعی دھوم دھام کا جلسہ کیا تھا اس میں بعض نے اردو نظم بھی پڑھی تھی پڑھنے والے نے ظاہر کیا تھا کہ میں علی محمد شاد کا شاگرد ہوں اس کی تصدیق چاہی تھی کہ میں نے انکار کیا جب نام آپ کا آیا تو کہنے لگے کہ عجیب شہر ہے اس دفعہ جو ہم آپ سے سن کر گئے تھے کہ سید ہمایون میرزا اور ان کی دلہن یوں ہیں اور دوں ہیں اور میں نے کئی جگہ اس کا ذکر کیا تو بعض لوگ کہنے لگے کہ اے حضرت کہ یہ سب ہمارے خان بہادر شاد صاحب کا مبالغہ شاعرانہ ہے اپنے استاد کے بیٹے کو آسمان پر چڑھاتے ہیں جو ان کے پاس جاتا ہے اسی کو بیان کیا کرتے ہیں مجھ کو غصہ آگیا اور میں نے بے اختیار کہا کہ حرام زادہ کا کام ہے کہ جھوٹ کہے اور حاسد ناتوان ہیں کو نو میں دعا دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ خدا

پٹنہ والوں کو سمجھ اور آنکھ دے ۔ پھر میں آپ کا خط پڑھنے لگا اتفاق آپ نے اس دفعہ اپنی مالی ترقی کو لکھا تھا اور پھر یہ لکھا تھا اور یہ لکھا تھا کہ سوانح عمری و دیوان کے چھپنے کو جتنے روپے درکار ہوں منگالو ان عبارتوں کو میں نے بلند آواز سے پڑھا اور کہا کہ دیکھو یہ دونوں میاں بی بی ایسے ہیں کہ جو زردار حضرات مجھ سے ملنے آتے ہیں یہ کہہ کر نشتر چبھو جاتے ہیں کہ افسوس آپ اپنا دیوان و فکر بلیغ نہیں چھپواتے ہم لوگ بلکہ ملک بھر کو شکایت ہے اور کسی نے یہ نہ پوچھا کہ آخر نہ چھپ سکنے کا سبب کیا ہے واللہ میں بھی (اگر خدا چھپوا دے اور انشاءاللہ ضرور چھپنے گا سید ہمایوں میرزا سلمہٗ کا لکھا ہے اس کو نقش کالحجر سمجھو) تو برت کچھ فی جلد دس روپے قیمت رکھوں گا فقط

ہاں جناب عالی آپ نے مسودہ پر جا بجا جو نوٹ بنا دئے ہیں ضرور مفید و بکار آمد ہوں گے میں انشاءاللہ کل دیکھوں گا آپ نے بڑا احسان میری پیری پر کیا اس عمر میں یاد داشت اپنی کہاں تک کافی ہو سکتی ہے میں نے اس مٹھ کے بعد جو آپ کی خدمت میں بھیج چکا ہوں اور جس کا ایک حصہ آپ نے واپس کیا۔ آپ پاس بھیجنے کے بعد اُن مضامین کو بحیثیت مسودہ گانٹھ کر لکھنا شروع کر دیا اور محض فضولات کو چھانٹنا شروع کر دیا چنانچہ ابتدائی تاریخی بیان کو بالکل فضول سمجھ کر الگ کر دیا کیونکہ وہ بعض مضامین ضروری جو حضرت کے خاندان سے متعلق ہیں اور بغیر ظاہر کئے دلچسپی و معلومات کو وسعت نہیں ہو سکتی جا بجا نوٹ

میں تو وہی کام نکلے گا کم کرتے کرتے بھی ادھر چودہ پندرہ جزو ہو چکے ہیں اور علاوہ اس کے صرف غزل کا مرحلہ و مقدمہ و موازنہ چار جز ہو چکا ہے قصیدہ مثنوی رباعیات نثر کی عبارتیں یہ تو الگ ہیں آپ دیکھیں گے میرے مستغنی المزاج بامروّت انشا و اپنی دولت کو لٹا کر گئے ہیں مگر جو کچھ باقی ہے اسی سے میں کیا کام لے رہا ہوں واللہ یہ انھیں کی روح کی برکت ہے میرا ایسا کم سوا اور نہ سعدی و عرفی و نظیری وغیرہ اساتذہ مسلم الثبوت سے دبا اور نہ ایک قدم پیچھے رہے یہ صحیح ہے کہ میں شاعری میں آسمان کے تارے توڑوں مگر کس میں اردو میں فارسی اور وہ بھی کس کی فارسی حضرت فرہاد علیہ الرحمہ کی بخدا میری شیخی نہ سمجھئے سچ لکھ رہا ہوں۔

بیشک انشا کا کاغذ چھپائی حروف سب اچھے ہیں جس کو میرا دل ڈھونڈ رہا ہے وہ بات نہیں ہے آپ حالی و شبلی وغیرہ کے تصانیف دیکھئے اگر یہ بات بھی نہ ہوئی تو میرا دل زندہ جاوید ہو گا میں نے یہ بھی کوشش کی ہے کہ حضرت کی تصویر کا خاکا کروا کر آپ پاس بھیج دوں اور بعد اصلاح وغیرہ بلوک بنواؤں اپنی تصویر بھی دوں اور آپ کی بھی یہاں مرزا شاہد مہدی ایک مصور تھے وہ مر گئے ان کے پاس جو ذخیرہ فوٹو کا تھا وہ سب شاہ لال صاحب نے خرید لیا تھا سنتا ہوں کہ ہمارے حضرت کا ایک فوٹو اس ذخیرہ میں ہے چنانچہ میرے باپ کا تو فوٹو آ گیا ہے شاہ لال مر گئے ان کا ایک رشید بیٹا خلیل الرحمن

بی، اے میرا دل وادہ تھا اگر دہات سے آجائے تو ڈھنڈھواؤں ورنہ بتا بتا کر مصور سے خاکا بنواؤں

جس کاغذ پر میں خط لکھ رہا ہوں بہت اچھا ہے اس سے بھی بہتر کاغذ پر سوانح عمری اور اس کاغذ پر دیوان کے چھاپنے کا ارادہ ہے کاپی نویس اپنے گھر بیٹھ کر لکھنے اجرت چار روپے جزو اور میرے سامنے پانچ روپے اور کھانا ایک وقت مانگتا ہے یہ مجھ کو منظور ہے پریس میں کچھ زیادہ دے مگر جو فرمائش ہے کہا نہ لیا جائے گا چار پتھر میرے پاس موجود ہیں دو اور لینے ہیں تاکہ دونوں کتابیں بیک وقت چھپنے جائیں میں جلدی کر رہا ہوں اور زیادہ تر اس لئے اپنے پیش نظر چھپوانا بہتر سمجھتا ہوں کہ مسوّدہ کا گھٹانا بڑھانا پتھر و کاپی کی اصلاح میں تا نویس میری من بجدامی رسم کا مضمون ہو میرا اندازہ بھی اس کے خرچ کی بابت قریب قریب وہی ہے جو آپ نے تخمینہ کیا ہے مگر دوسری جگہ اتنے خرچ میں نہ ایسا کاغذ ہوگا نہ صفائی کیونکہ چھاپنے والا اپنی اجرت بھی ضرور رکھ لے گا اور نفع بھی نفع ہوگا یہاں اس کی عمدگی میں صرف ہوگا دوسرا کام مجھ سے ناممکن ہے وہ کتاب کا بیچنا اور اشتہار وغیرہ یہ ذمہ آپ کو لینا ہوگا شاید ضروری کچھ کتابیں میں رکھ لوں ورنہ سب طرح مکمل کر کے انشاءاللہ آپ پاس بھیجی جائیں گی اور جو فرما چھپیگا ایک ایک جزو آپ پاس جائے گا ممکن ہے کہ کوئی ضروری بات رہ جائے تو تدارک ہو سکے سردست دونوں کتابوں کے لئے آپ

تین سو روپیہ تو فوراً بھیج دیجیے کہ انشاء اللہ فروری کے دوسرے ہفتہ سے کاپی شروع ہو جائے فی صفحہ ۱۹ سطروں سے کم نہ ہو گا دوسری بات ضروری یہ ہے کہ دیباچہ انگریزی میں خلاصہ درخلاصہ کتاب کے مضمون کا آپ کو خود لکھنا پڑے گا وہ ٹیپ میں چھپ کر ضمیمہ کتاب ہو گا دوسرے میں قبل ہیں کتاب کے نام کے بارہ میں تکلیف دے چکا ہوں اس وقت کئی نام ذہن میں آئے تھے آپ نے جواب نہ دیا۔

پھر میں نے آپ کو یہ بھی تکلیف دی تھی کہ دبستان اخلاق وغیرہ جو کچھ آپ پاس ہے فوراً روانہ کیجیے خدا شاہد ہے کہ آج کل اس دھن میں نماز تک مختصر کرتا ہوں کھانا بجبر کھاتا ہوں کہ وقت نقصان نہ ہو موت سامنے کھڑی تاکید کر رہی ہے کہ جلدی کر آنکھیں جواب دے رہی ہیں دو دو لیمپ میز پر رکھنا پڑتا ہے دس برس سے ہاتھ میں کیا سارے بدن میں رعشہ ہے چائے کی پیالی چھلک پڑتی ہے مگر اتنا فضل ہے کہ لکھتے وقت رعشہ مٹ جاتا ہے روپیہ بھیجے اور میری زندگی کو غنیمت سمجھئے ورنہ میں خود اور میرا باکمال استاد دونوں مٹ جائیں گے۔ لاحول ولاقوۃ اس لکھنے کی کیا ضرورت ہے مجھ سے کہیں زیادہ آپ سمجھ رہے ہیں۔ اب مجھ کو یہ سن کر کہ خداوند عالم نے مالی ترقی میں صرف آپ کی جانفشانی اور کارامی کی کافی سے بہت زور آ گیا اب روپیہ مانگنے میں مطلق شرم نہ کروں گا میں اور میرے

استاد علیہ الرحمہ دونوں بحیثیت تکمیل ایک ہیں کیا معنی کہ مسٹر سلیمان ندوی نے اپنے ریویو میں یہ چھاپا کہ بعد میر تقی کے بقول مولانا شبلی پٹنہ میں صرف یہی ایک باکمال علی محمد شاد پیدا ہوا وغیرہ وغیرہ افسوس ہے کہ جس کا ایسا نادرۂ زمانہ شاگرد ہو اس کے باکمال استاد حضرت فریاد کے حالات وکمالات سے ہم لوگ محروم ہیں کیونکہ شاگرد کے کمال سے استاد اور استاد کے کمال سے شاگرد پہچانا جاتا ہے ضرور ہے کہ حضرت فریاد یکتائے روزگار ہوں گے۔ ہاں بھائی میرے پوتے نقی احمد کو خدا نے بچالیا ۲۹ دن حالت نزع رہی نمونیا تپ محرقہ استسقا وغیرہ وغیرہ عارضے آپ کی دعا سے جاتے رہے اور اب کروٹ خود بدل لیتا ہے میری یادگار روزگار ہیں کہوں بیٹی کہوں بھاوج کہوں غرض یہ سب حیثیتیں رکھتی ہیں میری طرف سے دلی دعائیں واللہ میری پوتیاں بجدان کی قدم بوسی کی مشتاق ہیں اور آپ دونوں صاحبوں کو بندگی بجالاتی ہیں۔ حیدر آباد میں میرے لئے کچھ کیجئے ہرچند آپ غافل نہیں ہیں۔

۲۹ جنوری ۱۹۲۴ء

آپ کا دلدادہ

سید علی محمد شاد

۴۳

سرمایۂ ناز برادر گرامی قدر محترم ومکرم روحی فداکم

تسلیم با ہزاران ادعیہ وتکریم، آپ فرماتے ہوں کہ اس بڈھے کو کیا ہو گیا۔

نہ نوروپیوں کی رسید بھیجی نہ میرے طویل ضروری مضامین کا جواب لکھا، اب مجھ سے مختصر طور سے آپ سنیں۔ ۱۱ر فروری کو گرامی نامہ رجسٹری شدہ وارد ہوا، اتنی طاقت اور حالت نہ تھی کہ اٹھ کر کچھ کام کرسکوں، سبب یہ ہوا کہ پٹنہ کالج کے پرنسپل نے ایک چٹھی لکھی تھی کہ متعلق یونیورسٹی وورنی کولر کے خاص تم سے مشورہ ہے تم ضرور آؤ اور یہ لکھو کہ کب کس وقت آؤ گے، معذرت لکھ بھیجی کہ بیماری و ضعف کے سبب سے میں مجبور ہوں پھر چٹھی آئی کہ گورنمنٹ کہتی ہے کہ بغیر مشورہ علی محمد شاد کے ورنی کولر کے بارے میں کوئی بات طے شدہ نہ سمجھی جائے ایسی حالت میں ہم لوگ خود تمھارے گھر کس روز آئیں اب سخت مجبوری پیش آئی کیونکہ میرا گھر ان دنوں کچھ زیادہ مرمت طلب ہو گیا ہے خلاصہ یہ کہ ۱۰ر فروری کو سویرے موٹر پر میں خود چلا گیا اس دن یہاں اتنی سردی پڑی تھی کہ جلسے کی طرف پانی جم گیا اور میں شالی کوٹ اور شالی جبہ صرف پہنے تھا، پھر کالج کی ہیڑ پر اوپر کی منزل تک گیا اور تین گھنٹہ تک گفتگو رہی اگرچہ شیشے بند تھے مگر پیچھا ہوانے اثر کیا کمر میں درد شروع ہو گیا اور وہ درد بڑھ کر حوالی گردہ اور زانو تک پہونچا گھر آتے آتے بخار بھی آگیا آٹھویں نویں تک ہوش نہ تھا دسویں کو بخار جاتا ہوا اور اب یہ حالت ہے کہ ایک دن غذا ترک ہوئی اور ضعف بیجہ ہو جاتا ہے یہاں تین دن بے آب و دانہ گزر گئے گرامی نامہ کو یوں ہی بکس کے حوالہ کیا اور روپے اور ریوتک نیک کی کتاب ڈاک خانہ

بھیجدی یہ قصہ تمام ہوا۔ اب دوسری داستان سنئے۔ کمبرج یونیورسٹی
(انگلینڈ) سے مسٹر بروان پروفیسر کی چھٹی آئی کہ تم اپنا حال کا فوٹو لے کر جلد
بھیج دو تاکہ حسب تجویز کمیٹی بڑی بنا کر ہمارے کو کالج میں آویزاں کی جائے
اور چند سوالات متعلق میرے تھے جس کا جواب ۱۰ فروری تک روانہ
کرنے کی تاکید تھی۔ یہ دوام ہوئے تیسری حالت۔ ڈاکٹر معشوق علی سنار
ٹولی نے اب کئی سال سے ایک عمدہ بابت شہر واطراف میں پیدا کر لی ہے
اور ۱۳ رجب کو وہ جناب امیرؑ کا مولود کرتے ہیں اور سات برس سے
مجھ سے پڑھواتے ہیں ہزارہا آدمی سارے شہر اور دور دور سے آیا کرتے
ہیں اور میرا یہ قاعدہ ہے کہ ہر سال نیا مولود کم سے کم دوسو بند کا کہہ کر پڑھا
کرتا ہوں اس دفعہ میں اپنے استاد علیہ الرحمہ کی سوانح عمری میں اور اپنے دیوان
میں ایسا الجھا رہا کہ یاد ہی نہ آیا۔ دفعتہً ۱۵ رجب کو ڈاکٹر صاحب یاددہی کو
آئے اور میرے عذرات پر رونے لگے کہ میں مولود ہی اٹھا دوں گا آخر میں
اقرار کر لیا اور نیا عنوان سوچ کر کچھ بند لکھے تھے کہ شاہ حبیب صاحب
منگلس تالاب کی خانقاہ کے صاحب سجادہ باوجود خلوت نشینی میرے پاس
آئے ان کے بیٹے کی شادی ہے رقعہ تو ایک طرف ایک پوری مثنوی
حسب قاعدہ رسم دہانت سمدھیانہ کے لئے کہوانے سر پر آ کر موجود ہو گئے
اب فرمائیے کہ میری کیا حالت ہو گی خلاصہ یہ کہ بیٹھے لیٹے دو دنوں میں لکھی

اور ان کی فرمائش سے خدا نے نجات دی سوا سو شعر فارسی کے تصنیف کئے۔

اب مولود شروع کیا شب گزشتہ دو بجے رات کو مقطع لکھ کر فرصت کی نو بجے
آج دن کو پڑھنے کو گیا تو میں آپ سے کیا گزارش کروں بے مبالغہ ایک میلا تھا۔
مرتضیٰ حسین احمد علی خاں کے بہنوئی موٹر کے پاس اتارنے آئے مجھ کو مثنوی دردِ دل
یاد آئی اور احمد علی خانصاحب کو بیاہا خدا جانے کیا کیا کہلا بھیجا۔ جس شد و مد سے
میں نے آج ڈھائی گھنٹہ تک مجلس پڑھی ہے اور جیسی مجلس ہوئی ہے واللہ میر انیس
کی چوٹی کی مجلسیں بھی ویسی نہیں دیکھیں جیسا اثر طاری تھا بیان سے باہر ہے
الحمد للہ شکراً لک اللہم۔

ایک بجے خستہ و تباہ گھر آیا پھر درد کمر نمودار ہوا۔ اس وقت کہ شب کے
سات بجے ہیں آپ کو خط لکھ رہا ہوں۔ شاید گزشتہ خط میں لکھ چکا ہوں کہ میں نے
میر عنایت حسین امداد کے سالے نبا صاحب کو مسودات صاف کرنے کے لئے اس
شرط کے ساتھ دس روپے مشاہرہ پر نوکر رکھ لیا ہے کہ فی یوم چھ صفحے صاف کریں
ڈیڑھ جز سوانح عمری صاف کر کے چھپرہ چلے گئے کل آئے ہیں اول تو املا کی
غلطیاں ناقابلِ برداشت ہیں دوم طوالتِ زمانہ مگر کیا کروں اتنا بھی کوئی نہ مل
سکا۔ دو جز و پورے ہو کر آپ کی خدمت میں فوراً روانہ ہوں گے اور اس کو آپ
آخری مسودہ سمجھیں ہاں جو کچھ آپ زیادہ یا کم کریں دوسرے کاغذ پر نشان دے
دے کر لکھیں آپ نے جہاں جہاں شکوک ظاہر کئے ہیں مسودات کو جب ملاحظہ

کریں گے تو انشاء اللہ درست پائیں گے فقط آپ کی تشفی کے لئے بطور نوٹ مسودہ
کے حاشیہ پر لکھ دیں گے کاپی میں لکھا نہ جائے گا کیوں کہ معمولی بات ہے۔
بھائی میرے اتنی بات آپ ذہن نشین کریں کہ کسی بہت بڑے ذی کمال کی
سوانح عمری لکھنے میں سب سے زیادہ اہم اور بہار اُس کے کمال کے حالات
مدلل بیان کرنے ضرور ہیں ورنہ یا مصنف کا نقص ہے یا خود ہیرو کا اور دیگر
حالات ضمنی ہوتے ہیں۔ ان ضمنی و اصلی حالات میں بھی قلم کو بہت جگہ روک کر
چلنا ہوتا ہے آپ ملاحظہ کریں میرے دوست مولوی محمد حسین آزاد مرحوم نے اپنی
مشہور کتاب تذکرہ آب حیات میں اپنے استاد ذوق کی سیاہ رنگت اور چیچک
رو ہونے کو چاند اور ستارے سے نسبت دی ہے تو اس کا اثر عقلا اور
اہل قلم پر کیا ہو سکتا ہے انھوں نے ہزار کوشش کی ہے مگر مجموعۂ حالات اور اشعار
سے صاف صاف نمایاں ہے کہ میاں ذوق نہ اونچی سوسائٹی کے تھے اور نہ
ذی علم تھے۔ ہمارے مولوی حالی صاحب نے غالب کے لئے بقول انھیں کے
چار برس تک کاٹ چھانٹ کی اور لوہار والے نواب سعید احمد خاں (غالب کے
سسرالی عزیز) نے کوئی دقیقہ خرچ و کوشش کا اٹھا نہ رکھا باتیں بہت بنائیں
مگر جوے کی وجہ سے قید میں جانا اور محض بے قید ہونے کو مٹا نہ سکے نظیری
و ظہوری سے ٹکر لڑائی وغیرہ وغیرہ مگر کیا ہوتا ہے دوسرا تکلف سنئے کہ خود
غالب کا خط نقل کرتے ہیں کہ میں دیگر صحابہ کو کچھ نہیں سمجھتا ہوں میرا اعتقاد یہ ہے

کہ رسول کے بعد خلیفہ بلافصل علی ثم الحسن ثم الحسین الی آخرہ اور پھر آخر میں تفضیلی سنی بتاتے ہیں العجب۔

میں آپ سے یہی چاہتا ہوں کہ آپ برابر روک ٹوک کرتے رہئیے اور بلا شبہ میری عمر طویل ایسے نازک مرحلہ کے طے کرنے کے لائق نہیں مگر کیا کروں میرے بعد کسی ایک سے بھی تو اس کا انجام نہ ہوگا۔

اب سنئے کاپی نویس دو مقرر ہو گئے فی جز وللعہ (شرط یہ کہ غالب کی سوانح عمری سے اگر ۱۹ ہو گی تو باطل اور ہرجانہ الگ) پریس میں ۵سے کی طلب (شرط یہ کہ پانچ سو فرمے روز چھاپے شرائط بالا کے ساتھ۔ ناشتہ کھانا جائے علاوہ) کاغذ فی رم (۵سے) کا بارہ رم خرید چکا۔ پریس کے کچھ پتھر گھٹتے ہیں چار موجود ہیں۔ دونوں کتابوں کی قیمت چھ روپے سے کم نہ ہوگی اور چھپ کر انشاء اللہ دو دو سو جلدیں آخر میں اور ایک ایک جز چھپ چھپ کر جائے گی حیدر آباد میں کیا یہ دو سو جلدیں بھی نہ بکیں گی؟ میں تو کل جلدیں آپ پاس بھیج دیتا مگر بالفعل تین تین سو یہ کتابیں اس غرض سے چھپواتا ہوں ایک ایک سو اپنے پاس رکھ کر فکر بلیغ و اردو تعلیم و فارسی تعلیم کو (جو یقیناً یہاں کی یونیورسٹی میں جاری ہوگی) سرمایہ بنالوں مجھ کو یقین ہے کہ دونوں کے چھپنے میں چار سو روپیہ سے کم خرچ نہ ہوں گے اگر آپ نہ ہوتے یا اس کے فوائد سے شبلی اور دولی کے غافل ہوتے تو استغفر اللہ محال تھا کہ کوئی چیز چھپ سکتی۔ میرے لائق بھائی

آٹھ سو کی کثیر رقم تھوڑی نہیں اس پر بھی اس کا نام نہیں کریں بڑا کام کر رہا ہوں
ایں کار از تو آید و مردان چنیں کنند۔

آج بھری مجلس میں چھوٹے نواب اور نواب ولد اوعلیخان حسین آبادی اور خدا جانے کون کون بیٹھا تھا میں نے یہ سب حالات کھول دئے اگر میرا بھائی مدد نہ کرتا اور یہ فیدر روپے نہ بھیجے نہ جاتا تو نہ ہیں اوروں سے بھیک مانگتا اور نہ کسی کے پنجہ میں آتا اور نہ احسان کی ٹوکری اٹھاتا الحمدللہ کہ میں اپنے ہی بھائی کا ممنون ہوا خدا نے مجھ کو ٹینہ والوں سے بچایا۔ حساب چھپنے وغیرہ کا بھی میں بھیجوں گا فقط اس خیال سے کہ آپ دیکھیں کہ کس کس تفصیل سے میں خرچ کرتا ہوں آپ خود ملاحظہ کرتے جائیں گے کہ آیندہ مجھ کو کتنی ضرورت پڑے گی ابھی تو شاید دو مہینے تک کام چلے گا انشاءاللہ

اب کل سے مجھ کو دم لینے کی فرصت ناممکن ہے خدا میری مدد کرے۔

میری ستر تاج ہند بھاوج (خدا عمر طبعی کو پہنچائے اور اس سے کہیں زیادہ وقار و شہرت نصیب ہو حق یوں ہے کہ ہندوستان میں بہترین نسوان سے ہے میری دلی دعائیں۔

دعاگوئے عمر و اقبال

مکرر التماس ضروری

سید علی محمد شاد

یہ خط شب کو میں نے لکھا اور لفافہ میں بند کر کے رکھ چھوڑا صبح کو سوانح کا کام شروع کیا تو یہ خیال ہوا کہ جو مسودہ آپ پاس بھیجا جائے گا کم سے کم آٹھ دنوں

میں واپس آئے گا اس میں نقصانِ وقت نہ ہونے پائے لہٰذا صرف ایک ہی جزو مسودہ روانہ کرتا ہوں۔ فوراً ملاحظہ کیجئے اور جو ترمیم کرنی ہو کیجئے انشاء اللہ اس منگل تک یہ واپس آئے گا اور میں اگر مرنہ گیا تو اسی کے دو دن بعد دوسرا جزو جائے گا پھر یہی سلسلہ رہے گا۔ مسودہ کے ہر صفحہ پر التزاماً نام کتاب کا رہے گا آپ غور کرکے میرے بھیجے ہوئے ناموں پر پھر غور فرما کر نام لکھ دیجئے اگرچہ آپ نے اپنا تجویزی نام لکھا ہے مگر پھر بھی غور کر لیجئے کتاب کا نام ابتدا میں باعث شہرت ہوا کرتا ہے۔ مجھ سے غیر ممکن ہے کہ میں کل بارہ جزوں میں اتنے بڑے بزرگ کی سوانح عمری اور کلام پر اکتفا کردوں۔

کم سے کم سولہ جزو سے کسی طرح کم ہونا ممکن نہیں ہے البتہ لائف کے متعلق اختصار ہو سکتا ہے مگر مثنویوں اور قصیدوں غزلوں نثر عبارتوں کی نسبت کیونکر کرسکتا ہوں۔ میری بڑی خوشی یہ ہے کہ اس وقت کے اہل کمال دیکھیں اور تولیں اور جب تک اس قول کا رستہ نہ دبا جائے ان کی نظر کیونکر پڑسکتی ہے۔

آپ کے سب خط محفوظ ہیں کوئی بات اگر فروگزاشت کروں تو مسودہ میں الگ پرچہ پر ضمیمہ کرکے لگا دیجئے میں کاپی میں اس کی اصلاح کرتا رہوں گا۔ بھائی میری عمر کو میرے امراض کو میرے اس عمر کے تکلیفات پر نظر کیجئے شاید دنیا میں میرے لئے بجز آپ کے نہ ایسا کوئی میرا دلسوز ہے نہ واقف کار۔ دن رات بذریعہ تحریر و تقریر کے میری تعریفیں لوگ کرتے ہیں مگر جو میرے لئے آپ ہیں خود میرا لڑکا

تک ہے نہیں۔ آپ فرماتے ہوں گے کہ نہ اب تک اس نے پورا پورا جواب میرے
خطوں کا کبھی دیا نہ میرے اور مسز ناج خاتون ان کے تصانیف کے بارہ میں کچھ
لکھا اصل یوں ہے کہ اوّل تو میں ان تصانیف کو اپنی ہی تصنیف سمجھ رہا ہوں
دوسرے ذرا سر کھجانے کی فرصت ہو تو تدارک مافات کروں خدا شاہد ہے کہ
چار مہینے سے نہانے کی فرصت نہیں مل سکی کپڑے بدلنا نصیب نہیں ہوتا۔
ہاں اکثر اہل قلم آپ سے میرے خطوط اردو ضرور مانگیں گے تاکہ پرچوں میں درج
کریں مگر امید ہے کہ آپ احتیاط فرمائیں گے خدا جانے میں نے آپ کو کیا کیا لکھ
دیا کرتا ہوں اور آپ پر مجھ کو کیسا بھروسہ ہے جو غیروں پر کیا معنی عزیزوں پر بھی
نہیں ہو سکتا کل ہی خبر سنی کہ ایک مولانا صاحب جو پرچہ نکالنے والے ہیں
وہ میرے خطوط کی نقل کی خواستگاری آپ سے کرنے والے ہیں۔ مسودہ
جلد ملاحظہ فرما کر روانہ ہو والدعا
شب چہار دہم رجب ۱۳۴۲ء م ۲۰ فروری ۱۹۲۴ء

تمھارے باپ کا غلام
سید علی محمد شاد

۴۴

جناب اخوی مخلصی گرامی قدرم روحی فداکم،
تسلیم بالوف الشوق والتکریم آپ کے تار کے دو دن قبل میں مسودہ کا ایک
ایک جزو رجسٹری کر کے بھیج چکا تھا جواب دینا بیکار سمجھا کیونکہ رجسٹری پہنچنا ہی جواب

تھا۔ جن کاتب صاحب کو میں نے اپنی تن آسانی کے خیال سے دس روپیہ مہینے
پر رکھا تھا ایک جزو بھی املا سے صحیح نہ لکھ سکے ناچار موقوف کر دیا ایک اور بزرگ ذات
کو مطبع کی دیکھ بھال کے لئے رکھا تھا ان کو بھی الگ کر دیا اب میں سب زحمتیں
اپنے ہی اوپر لوں گا توکلت علی اللہ حالانکہ عمر بھر حساب کتاب کی دیکھ بھال سے
تعلق نہ رہا مگر کرنا کیا ہے۔ یہ دوسرا جزو بھی حاضر کرتا ہوں اس کے صفحہ ۱۲ میں جگہ
چھوڑ دی ہے اگر آپ کو تحقیقی طور سے حضرت شاہ غلام علی صاحب کے ننھیال
کا حال معلوم ہے تو اس جگہ کو معمور فرمائیے۔ اس کے علاوہ جہاں جہاں مسودہ
میں مجھ پیر فانی سے فروگزاشت ہوئی ہے مجدداً ملاحظہ فرماتے جائیے۔
میں صاف کر کر کے کاتب کو دیتا جاؤں گا۔ آپ نے پنسل سے اپنے مسودہ پر
کچھ نام لکھے تھے وہ مجھ سے پڑھے نہ گئے۔ حضرت ابوالفرح واسطی کے مزید
حالات اور حضرت کے خاندان کے تعلقات کو بھی جلد تحریر فرمائیے۔ چونکہ کاپیوں
کے لئے جدول کا پہلے چھپوا لینا نہایت مناسب ہوتا ہے جدول چھپ رہی ہے
مسودہ جلد عنایت فرمائیے میں کوشش کر رہا ہوں کہ مارچ کے پہلے ہفتہ پروف
چھپ کر آپ پاس پہنچ جائے اور چھپنا رکے نہیں آیندہ خدا کو علم ہے۔ اگر
آپ مناسب سمجھیں تو میں ایک اشتہار الگ چھپوا کر اس کی کاپیاں آپ پاس
بھیج دوں اس اشتہار میں نہ فقط اس سوانح عمری کی خبر ہو گی بلکہ میرے دیوان
وغیرہ کی بھی التماس میں بھی یہ خبر درج ہونی چاہیئے۔ سوانح عمری کا نام پھر بھی

تجویز کر کے جلد لکھئے ایک نام "حیات کامل" میرے ذہن میں آتا ہے آپ اپنی رائے لکھئے سرورق پر لکھنا ضرور ہے یہ بھی آپ کو معلوم رہے کہ سوانح عمری سولہ جزو سے زیادہ اور چودہ جزو سے کم نہ ہوگی اور یہی دیوان کی بھی حالت ہے دہلی، لکھنؤ، لاہور میں جو نئی کتابیں چھپتی ہیں چار آنہ جزو اس کی قیمت علی العموم ہے نام یاد نہیں آتا حضرت شاہ نظام الدین اولیا کے جانشین مولف کربلا نامہ وغیرہ کا اشتہار یہ ہے کہ میں نے لحاظ گرانی کاغذ وغیرہ کا نہیں کیا چار آنہ فی جزو اپنی کتابوں کے دام رکھے ہیں ان حسابوں میری دونوں کتابوں کے دام آٹھ روپے ہوتے ہیں ایک سو خریدار تو غالباً میری لگاوٹ میں موجود ہیں غالباً پیدا ہوجائیں آپ کے ذریعہ سے اتنے ہی اور نکل آئیں خدا کرے کتابیں جلد چھپ کر آپ کی خدمت میں پہنچ جائیں میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ کتاب فکر بلیغ و کلیات مراثی و کتاب انجیل اسلام (یہ عجیب و غریب کتاب دیکھنے سے متعلق ہے) سر سید احمد خاں صاحب نے چالیس برس اُدھر یہ چھاپا تھا کہ "اُردو انجیل کی سلیس زبان اور اثر نہایت قابل تعریف ہے" مجھ کو اسی وقت سے خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے تمام واقعات کو یہی لباس پہناؤں اور علی مرتضیٰ کے کلمات اور قرآن کے آیات کو ان حضرات کی زبان سے اسی سلاست ولب ولہجہ میں لے آؤں نصف سے زیادہ لکھ چکا ہوں مسلمانوں پر منحصر نہیں ہے قابل ہندوؤں پر بھی اتنا اثر دیکھتا ہوں کہ حیرت ہوتی ہے لیکن ادھر

سوانح عمری کے سبب سے لکھنا بند کر دیا ہے انشاء اللہ کسی خط میں تھوڑی سی نقل ملاحظہ کے لیے بھیجوں گا غرض میری زندگی میں اور آپ کی بدولت چھپ جائیں اور انشاء اللہ آپ کا کوئی نقصان نہ ہو اے خدا میری مراد پوری کر آپ نے ایسے موقع میں بلا کسی خیال کے جو اعانت کی ہے میں ہرگز اس کے شکریہ سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ ہر چند اس کی ضرورت مطلق نہ تھی مگر اس خیال سے کہ آپ برابر چھپنے کی حالت سے مطلع ہوتے رہیں خرچ کا حساب لکھتا رہوں گا اور شاید دوسرے ہفتہ میں تخمینہ جملہ خرچ آئندہ کا بھی لکھوں گا ـــــ

بالفعل حسب ذیل خرچ ہو رہا ہے۔

پریس مین ماہانہ جس سے کھانا نا شستہ میرے ذمہ دونوں کا پینتیس (۳۵)

وعدہ نوشتنیہ ہے کہ روزانہ پانچ سو فرمے عمدہ دیگا اور اگر ناقص کوئی فرمہ ہو گا تو وضع کر لیا جائیگا۔

کمر ز عرض ہے۔ (۲۰)

مسودہ جلد عنایت فرمائیے

خاکسار

۲۶ فروری ۲۴ء سید علی محمد شاد

۴۵

میرے غمخوار سرمایۂ ناز افتخار بھائی اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو ہمیشہ میرے سر پر سلامت رکھے تسلیم ہم سے قسم لیجئے کہ بار بار سلیبرز والا خط ہم کو ملا بھی ہو ہم تو رات دن اسی فکر میں

پریشان رہا کئے کہ آخر یہ دونوں حضرت کہاں رونق افروز ہوئے کربلا جاتے نواب تک کئی خط آچکنے بالفرض یورپ بھی رونق فزا ہوتے تو رسید تو آتی راتوں کی نیند حرام ہوگئی۔ ہیں آپ کے لئے آپ سے محبت نہیں کرتا اپنے خیال سے آپ کے لئے دعا گوئی کرتا ہوں میرا اب دنیا میں ایک بھی ماتم دار نہ رہا بجز آپ کے۔

بھیا عجب مصیبت میں ہوں ان دنوں چار چار کتابوں کے مسودے ہیں اور میں بوڑھا ناتواں ہوں زیادہ کیا طول دوں بلا فرق غذا میں رفتار ونشست برخواست میں قریب قریب عادات میں اپنے حضرت استاد علیہ الرحمہ کا خاک پا ہوگیا ہوں اس پر محنت سی محنت ہے خدا نا کردہ ذرا چوک ہو جائے تو سیکڑوں جوتیوں کا سامنا ہے اور عمر بھر کا ریاض مٹی۔ ایک بھی مشورہ کار ہے نہ معاون نہ کاتب بھلا یہ تو ایک طرف شہر بھر میں اس سرے سے باقی پور تک کوئی آشنا نہ رہا کہ کوئی شعر یا مضمون سنانے کو جی چاہے لطیفہ سنیئے میں اپنے پوتے کو دو شعر مقابل کے یاد کروا رہا تھا حضرت نظیری اور حضرت استاد کا نظیری ؎

نظر بظاہر و صیاد در خفا خفتہ است اجل رسیدہ چہ داند بلا کجا خفتہ است

فرمایا علیہ الرحمہ ؎

نثار رشتہ مستے کہ بر ملا خفتہ است بہ بیم آنکہ نہ بوسم کشیدہ پا خفتہ است

ایک دست فروش عجم بیٹھا ہوا تھا دوسرے شعر پر بھڑک جاتا تھا۔ بہ بہ آفرین آفرین ایک صاحب جنھوں نے فارسی میں ام اے کی ڈگری پائی ہے

فرمانے لگے کہ میں تو ان دونوں شعروں کا لطف نہ سمجھا عجم جھلا گیا منہ پھیر کر کہتا ہے
کہ اگر گاؤ خر بہ لذت حلوا رسد عجب نیست میں نے بیچ بچاؤ کر دیا۔

یہ تو حالت ہے ان دنوں بہ اعانت و مدد گورنمنٹ صوبہ بہار کی مفصل تاریخ
لکھ رہا ہوں اور کاپی شروع ہو گئی کیفیت تو یہ کہ پانچ چھ روپیہ روز اگر خرچ نہ دیدیا
کروں تو خدا شاہد ہے فاقہ ہو جائے اور ان دنوں ایک آمدنی تو فقط لعہ ذاتی
پنشن اور باقی قرض پر اوقات گزر مزاج کی یہ حالت کہ گورنمنٹ نے یہ شرط کی تھی
کہ ایک حصہ تاریخ کا چھپنے اور دیکھنے پر دو ہزار روپیہ دیں گے میں نے کہا دیکھے
اور جانچے گا کون کہا گیا کہ ڈاکٹر عظیم الدین میں نے کہا کہ اگر وہی حکیم عبد الحمید کے
نواسے عظیم الدین ہیں تو مجھ کو معاف کیجئے وہ تاریخ کو کیا جانیں آخر گفت و شنو
کر کے جانچ موقوف اور چار قسطیں پانچ پانچ سو کی کر کے پہلی قسط ہمارے
کو میرے پاس بھیج دی۔ قاضی حمید کے پوتے قاضی عبد الودود (جو بیرسٹری
پڑھنے شاید کیمبرج میں گئے ہیں) کلام شاد کے نام سے انھوں نے اپنی تجویز
اپنے خرچ اپنی صحت کی ذمہ داری پر دس جزو چھپوائے ہیں اور آپ تک بھی
پہنچ گیا۔ اس کو دیکھ کر میں خون کا آنسو رویا ہوں اسی وقت سے عہد کیا تھا
کہ اب دیوان کو تین حصہ کر کے ایک حصہ چھپوا دینا واجبات سے ہے چنانچہ
اسی ضمن میں اس کی بھی دیکھ سن غور اصلاح مسودہ کی ترتیب الگ۔ تاریخ
بہار ہی ایک ایسی مشکل چیز ہے ساتھ اس کے ہم نے اس کو اس قدر مشکل اپنے

اوپر لے لی ہے کہ بیان سے باہر ہے براہمہ ہند کا فلسفہ مذہبی اُنکی فقہ وغیرہ کا ایک ضمیمہ پندرہ جزو کا بڑھا دیا ہے۔

دیوان کا ضمیمہ نثر فلسفہ شاعری وغیرہ وغیرہ دس جزو سے کم نہیں ہے فارسی تعلیم کا میدان بیحد وسیع یہ الگ بات کرنے نہ فرصت نہ تاب اللہ ہی ہے کہ سب کام ہو اور درست ہو۔

آپ کے سرفراز نامہ کے ساتھ جناب اولڈہم صاحب کا بھی مہربانی نامہ پہنچا انشاء اللہ فرصت ہو تو جواب لکھوں انھوں نے (جیسی کہ اکثر عادت ہے) چند تاریخی سوال پوچھے ہیں۔

میں اس کے جواب میں اُن کو بتاؤں گا کہ سید ہمایون میرزا کون ہے۔ آپ میری خاطر سے بلکہ میری طرف سے ان سے ضرور ملئے اور مناسب طور سے کہئے کہ علی محمد شاد آپ کا بیحد ممنون عنایت ہے اس نے لکھا ہے کہ میرے موریل کے بارہ میں جناب اولڈہم صاحب نے جو رپورٹ گورنمنٹ کے پاس بھیجا تھا شاید ہی کسی انگریز نے کسی ہندوستانی کے لئے لکھا ہو اگرچہ گورنمنٹ نے بہت مختصر اضافہ پنشن میں کیا یعنی پچاس کے ملے کر دئے جو میرے پانچ دن کا خرچ ہے وہ بھی ذاتی ہمیشہ بری حالت اور قرض پر اوقات۔ مُلک حسن نظر سے مجھ کو دیکھ رہا ہے گورنمنٹ عالیہ نے عشر عشیر بھی اس کا خیال نہ کیا میں تو اپنی عمر کاٹ چکا دو با۔ یہ عظیم سر پر ہیں ایک ادائی قرض دوسرے ان بچوں کی

تعلیم جو باکل رہی جاتی ہے اگر انھوں نے نہ پڑھا تو پھر یہ خاندان مٹ گیا۔
آنریبل فخرالدین کی صلاح سے ایک میموریل اور دے رہا ہوں اگر وہاں بیٹھے
بیٹھے آپ نے کچھ کیا تو کیا کہنا ہمیشہ تاریخ میں یہ نقش رہ جائے گا کہ انگریز ایسے
ہوتے ہیں۔ پنجاب کے ڈاکٹر اقبال وہی ہیں کہ کیمبرج میں جب پڑھتے اور
یہاں ایم۔ اے میں فارسی کا آنر پاکر وہاں گئے تھے تو کیمبرج میں ایرانی عمائد
کے لڑکوں کی ایک سوسیٹی تھی ان کو فارسی دان سمجھ کر ممبر مقرر کیا سخت گھبرائے
چند پمفلٹ میرے پاس بھیجے بیحد اصرار کیا کہ سب پر لکچر لکھ کر بھیجدوں میں نے
کئی لکچر محض محاورات میں لکھ کر بھیج دئے پھر تو جس تعجب اور عظمت سے وہ
دیکھے گئے خود معترف ہیں حال میں بھی ان کی فارسی نظمیں جو چھپیں اور جس پر ہر قسم
کا انعام انھوں نے پایا بیحد اگر خدا نا کردہ میرے قلم سے ویسی نظم نکلتی تو اپنے
سے آپ نفرت ہو جاتی۔ ٹگور صاحب بنگالی نے جن خیالات منظوم پر دولت
کثیر اور شہرت پائی وہ بنگلہ میں سے ترجمہ ہو کر مشتہر ہوئی مگر بات یہ ہے کہ
مرزائی بیار و مرے مجھ کو تعریف کے ہزاروں خطوط آتے ہیں مگر کسی کو یہ توفیق نہ
ہوئی کہ ذرا سی کلام شاد کے چند اشعار کا انگریزی ترجمہ کر کے یورپ کی کسی علمی
سوسیٹی میں بھیج دے آیندہ تقدیر ٹگور اور اقبال نے جہاں تک تحقیق معلوم ہوا
خود تھوڑی ہی کوشش کی ان کی قوم اور احباب نے۔ بلا شبہ میرے دلی عزیز سید علی
امام سلمہ اللہ تعالے بہت کچھ کر سکتے تھے مگر یہ بات نہیں کہ عمداً چشم پوشی کی بلکہ ایسے

عدیم الفرصت لوگوں کے آگے جب تک پکی پکائی ہانڈی نہ رکھ دی جائے خود کرنا دشوار۔

آپ خود ایک ہفتہ میں لندن میں بیٹھ کر یہ کر سکتے ہیں کہ کم سے کم بیس صفحوں میں میرے چیدہ اشعار کا خود ترجمہ کیجئے مزید احتیاط کے خیال سے میرے عزیز محترم رائٹ آنربل سید امیر علی صاحب بالقابہ اتعالی کو دکھا لیجئے مختصر سی ایک میٹنگ کر کے اولڈہم صاحب کو صدر بنا کر اور مختصر سے میرے خیالات اضافہ فرما کر مع میٹنگ کے رزولیشن کے کسی سوسائیٹی میں بھیج تو دیجئے تاکہ یہ تو معلوم ہو جائے کہ اردو نے کہاں تک ترقی کی ہے آیندہ تقدیر۔

خداوند کریم دونوں میاں بی بی کو بالکل تندرست چاق چوبند کر کے وطن واپس لائے بحق محمد و آلہ الامجاد۔ استاد علیہ الرحمہ کا لائف حسب خواہ چھپ جائے۔

ہر چند اس سفر میں وافر دولت آپ صرف کر رہے ہیں میرا جی دکھتا ضرور ہے مگر نتائج پر نظر کر کے مطلق افسوس نہیں ہوتا خدا آپ دونوں کو بامراد المرام لائے اور اگر آپ میرا کچھ کام بنا لائے (جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں) تو ایک ملک فتح کر لیا اور زیادہ کیا عرض کروں۔

آج اخبار خلافت بمبئی میں ایک فارسی نظم پچاس ساٹھ شعروں کی درج کرنے کو بھیجی ہے۔ فارسی زبان حضور نظام دکن میں حاضر ہو کر اپنے حالات

بیان کرنی ہے اُردو کنیز جو فارسی کنیز کی مالک ہے وہ بھی ہمراہ ہے اس
کی بھی سفارش کرنی ہے خدا کرے حضور نظام تک پہنچ تو جائے آیندہ قسمت۔

میرے بھائی اگر واقعی وہاں کوئی مشورہ اس بارہ میں ہوا خواہ کسی جگہ
میں میری نسبت کچھ چھپوا دینے کی صلاح ٹھہری تو اتنا ضرور لکھا جائے کہ یہ شخص
اس کا ادنے شاگرد رشید ہے کہ جس نے جان مارشمین مولف تاریخ بنگالہ
و مسٹر کاکرن مولف تاریخ چین سے زبانی لکچر دے کر جمیع کتابیں جمع کروا دیں۔
اتفاق سے یہ وقت ملا ہے کہ آپ سا شخص وہاں ہے اور پھر مسٹر سید علی امام
اولڈ ہم صاحب رائٹ آنربل سید امیر علی صاحب جیسے معین جمع ہیں اگر کچھ نہ
ہو سکا تو کچھ نہ ہوا باتیں بہت ہیں وقت کم ہے خط کو تمام کئے دیتا ہوں سنا ہے
کہ کل ہی ولایت کی ڈاک روانہ ہوگی گھر میں اپنے دلی دعائیں اور سب نیچے
آداب بجالاتے ہیں جو مرحمت نامہ عزیز بہتر از جان مسٹر سید علی امام صاحب
طال عمرہ کا مارسلینز سے آیا تھا میں نے جواب بھیج دیا تھا میری تسلیم
اور دعائیں فرما دیجیے گا

۳۰ جون سنہ ۲۴ء
پٹنہ

خاکسار آپ کے باپ کا غلام

سید علی محمد شاد

میرے غمگسار محسن و روح و جان بھائی اللہ تعالیٰ مجھ کو تم پر نثار کر دے

تسلیم بالوف الدعا و منوف التکریم عذر گناہ اگر بدتر از گناہ نہ سمجھا جائے تو مفصل
گزارش کروں پہلے تو یہ سنئے کہ پہلے تو آپکے تار کے جواب میں ایک مفصل خط اور ساتھ
اس کے جواب میں ایک تار (کہ زندہ ہوں اور خط جاتا ہے) لکھ شاہ یوسف حسین
ولد شاہ حفاظت حسین مرحوم کے حوالہ کیا وہ میرے ملازم کارپرداز اور باڑہ والے
مقدمہ کم بخت میں جا رہے تھے کہ اسٹیشن سے لگاتے جائیں اس سے بڑھ کر کیا
اطمینان ہو سکتا ہے گاڑی چھوٹ رہی تھی کہ یہ اسٹیشن پہنچے اور سوار ہو کر باڑھ میں
داخل ہوئے اسی گاڑی میں مجسٹریٹ اس گاؤں کے پڑتال کرنے کو موکانوان
جا رہا تھا یہ بھی موکانوان وہاں سے موضع پر پہنچے مجسٹریٹ کو اور بھی چند
تنازع دیکھنے تھے یہ ایک ہفتہ تک اس کے انتظار میں بیٹھے رہے اور
مطلق یاد نہ آیا کہ خط یا تار لگا دیں میں اس وقت تک مطمئن کہ ضرور میرا تار اور
خط آپ کو مل گیا تب تو آپ نے کوئی خط حسب میرے لکھنے کے مجھ کو نہ لکھا
وہاں سے وہ مظفر پور میرے کام کو گئے غرضکہ کم بخت نے اس کا ذکر تک
نہ کیا کل جب رجسٹری ملی تب یہ سب حقیقت کھلی کہ نہ تار لگایا نہ خط بجز رونے
اور سر پیٹنے کے اور کیا کہتا۔ اب حقیقت سنئے کہ آٹھ مہینے ہوئے آنریبل خان بہادر مولوی فخرالدین صاحب
وزیر تعلیمات بہار و اڑیسہ میرے ملنے کو تشریف لائے کتابوں اور مسودات

کا ڈھیر دیکھکر ایک مٹھوارہ دیکھنے گئے جس میں ہندو برامہہ کے فلسفۂ اخلاق کو کسی وقت میں نے کچھ لکھا تھا مجھ سے باصرار فرمائش کی کہ یونیورسٹی کو سخت ضرورت چند کتابوں کی ہے اوّلاً مفصل جغرافیہ اور تاریخ صوبۂ بہار کی دوم ایک ایسی فارسی تعلیم کی کتاب ہو مصطلحات قدیمہ وجدیدہ دونوں کو شامل ہو تیسرے تین کتابیں انٹرنس وایف اے و بی۔ اے کورس کے لئے تم جلد لکھ کر چھپوا دو خدا جانے میں نے کس قدر انکار کیا مگر بگڑنے لگے وہ تو اصرار کرکے چلے گئے اور میں متحیر رہا کہ کیا کروں چند ہی دن میں گورنمنٹ بہار واڑیسہ کی مفصل چٹھی پہنچی کہ آنریبل وزیر تعلیمات نے اپنے رپورٹ میں لکھا ہے کہ تم ہسٹری و دیگر کتب ضروری کو تالیف کر رہے ہو منجملہ دس ہزار روپے کے جو اس کام کے لئے جمع ہے دو ہزار روپے سردست تم کو دئے جاتے ہیں اس تفصیل کے ساتھ کہ پانچ سو روپے سردست کلکٹر صاحب تم کو پہنچا دیں گے جب ایک حصہ کتاب کا چھپ جائے گا پھر پانچ سو اسی طرح دو ہزار گورنمنٹ دے گی اور آیندہ دیکھا جائے گا مجھ کمبخت نے لالچ میں آکر سمجھا جائے یا ان بیکس بچوں اور لڑکیوں کے خیال سے اپنے نزدیک بہت آسان کام سمجھ کر قبول کر لیا اور یوں سمجھ لیا کہ جب تک اخوی سید ہمایون میرزا صاحب سفر یورپ سے مراجعت فرمائیں گے یہ کام ختم ہو جائے گا سب مسودوں کا مٹھوارہ باندھ کر رکھ دیا۔ اس کے دو تین مہینے پہلے سے

ایک درد پیٹھ میں خفیف خفیف پیدا ہوا تھا وہ بڑھتا رہا اور رفتہ ساری پیٹھ اور پسلیوں کو اس نے گھیرا پہلے تو گاؤ کے سہارے برابر لکھتا پڑھتا رہا لیکن ڈاکٹروں کی تجویز یہ ہوئی کہ ممکن نہیں کہ یہ درد جائے جب تک لکھنا پڑھنا قطعاً ترک نہ کردو بھلا مجھ سے اور یہ کام ہو ناممکن ہے تاہم بجائے دس گیارہ گھنٹے کے چھ سات گھنٹہ گر کے مر کے لکھا آیا خدا خدا آنا ریخ کی منجملہ چار مجلد کے ایک جلد ۲۲ جزو کی مرتب ہو کر سولہ جزو چھپ چکے یہ پہلی جلد محض جغرافیہ ہے اور فارسی تعلیم کا بھی ایک حصہ اور کورس بھی قریب بہ انجام ہے پریس میں وغیرہ دھوکے نہ دیتے تو شاید اتنی دیر نہ ہوتی اس بیچ میں سخت سخت ضرورتیں بھی پیش آئیں میرے گھر کی اوپر کی منزل کی کڑیاں ٹوٹ گئیں اب تک جس طرح ہو سکا بارہ سو روپے ترمیم میں لگ چکا ہے اور کتابوں کے چھپنے میں چھ سو سے زیادہ مگر پہلی قسط کے بعد پھر مطالبہ نہیں کیا یہ جلد کسی طرح مرتب ہو نے تو خود گورنر صاحب کو اپنے گھر میں دعوت دے کر کتاب نذر دوں۔ کورس میں ہندستان اخلاق کا بہت بڑا حصہ اور حضرت کی لائف کے داخل کرنے کی سعادت حاصل کر چکا ہوں مختصر سا ذکر تمھارا بھی کر دیا ہے کہ صوبۂ بہار کے اہل علم پڑھیں اور فخر کریں ایک جگہ تاریخ خاتونان ہند کا بھی ذکر آگیا ہے خیر یہ تو آپ سن چکے اب سنئے میرا حال ۱۹ برس کی عمر سے بواسیر اور اختلاج و قلت غذا وغیرہ تو لازم ہی ہے مگر ادھر سب میں سخت ترقی ہے علاوہ اس کے یہ درد جانکاہ ہو گیا بعض ہفتہ میں

کروٹ بدلنا محال ہوجاتا ہے اور ہاتھ ہلانے سے برچھی لگتی ہے جب یہ درد اتر کر پھیلیوں اور تلووں میں آجاتا ہے تو خیر کچھ کام کرلیتا ہوں آپ کے اس تار کے جواب میں یہی سب حالات مفصل لکھے تھے اور یہ لکھا تھا کہ دو تین مہینے تک اور بھی تامل فرمائیے مجھ کمبخت کو کیا خبر کہ آپ پاس وہ خط ہی نہ گیا میں نے سمجھا کہ میرے بھائی نے یہی سب سمجھ کر کوئی خط نہیں لکھا ہے۔ عزیزی احمد علی خان کے بیٹے سیدو کی تین برس کی لڑکی جس سے تمام لوگ مانوس تھے تپ محرقہ میں قضا کرگئی پراگندہ خاطر ہوکر سب لوگ شیخپورہ چلے گئے۔

چجن صاحب کے دو بیٹے الطاف نواب مرحوم کی بڑی بیٹی سے ہیں عمریں سولہ سترہ کی ہیں بڑے کی شادی چھوٹے نواب کی نواسی یعنی میر مبارک علی کھجوہ والے کی بیٹی سے پیش ہے کل مہندی تھی اور چھوٹے لڑکے کی شادی لکھنؤ میں کسی خاندان میں پندرہ دنوں بعد ہونے والی ہے چجن صاحب کئی دفعہ آئے مگر جو بھر میں تکلیف کر کے گزری جاؤں اپنا مسودہ نہ دیکھوں عذرات کئے ہیں یہ ہے مختصر میرا حال۔ میری بھابی سرتاج خانونان ہند سلمہا کو دلی دعائیں اور ختم سفر وازدیاد وقار کی مبارکباد یہ خاتون مسلمہ یادگار روزگار ہوگئی۔ ایسے شوہر ایسی صالحہ زوجہ اور ایسی زوجہ کو ایسا عالی خیال شوہر شاید ہی میسر آیا ہو فالحمد للہ علی ذلک حملہ انگیز ایں جرمنی والا پینچ پڑھا آپ اس کو جامعہ ملیہ علی گڑھ اور معارف اعظم گڑھ میں ضرور بھیج دیجئے

یہ دونوں پرچے دفع ہیں نب میں ایک تحریر اپنی طرف سے علیہ علی گڑھ میں بھیجوں گا غالباً علیہ علی گڑھ یا حبل المتین کلکتہ میں ایک قطعہ میرا چھپے گا آپ کے ملاحظہ کے قابل ہے ۔

شا بھائی میں جس دن حضرت کی سوانح عمری کو ختم کر کے خاتمہ لکھونگا اسی دن تم سے بھی رخصت ہو جاؤں گا اور شاید یہ اسی سال ہونے والا ہے جب تک آنحضرت کی سوانح عمری پوری نہیں ہوتی اگر مر جاؤں تو مجھ پر لعنت ہے لیکن کسی طرح یہ کام جو سر پر ہے دو مہینے میں ختم ہو جائے آپ یہ خوف نہ کیجے کہ بڈھا مر جائے گا اور یہ کام خدا نا کردہ رہ جائے گا لاحول ولا قوۃ اس جنوری تک اگر اللہ چاہے تو یہ کل کام مع ان دو نا کدخدا بے ماں کی لڑکیاں بیاہ دی جائیں اور بس ختم ہے شامت دیکھئے کہ ادلڈہم صاحب کے خط کا جواب اب تک ایک کتاب کے بہم پہنچانے کے انتظار میں لکھ نہیں سکا ہوں ۔ بچے سب قدمبوس عرض کرتے ہیں ۔

۵ر دسمبر ۲۴ء

دعا گو تمھارا بوڑھا خادم

سید علی محمد شاد

۴۷

اخوی عزیز تراز روح رواں مواضعہ با پیراں ہر چہ گویم بہتر ازاں سلمکم اللہ المنان تسلیم وادعیہ قلبیہ مخلصانہ ؎

سفینہ جبکہ کنارہ پہ آلگا غالب   خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہئے

آپ کی دو رجسٹری یافتہ پہنچیں پڑھنے اور جواب دینے کی میں دن سے تاب کس کو تھی میرے لڑکے کو قریب قلب ایک سخت زخم نکلا اس کے اشتداد کی حالت بیان سے باہر ہے ڈاکٹروں نے مخدوش بتایا تھا آپریشن کی نوبت آئی میں تو مایوس ہو چکا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا ہر ساعت اس مدت میں ساعتِ آخر تھی زخم ابھی بھرا نہیں ہے مگر ڈاکٹر اب اطمینان بتاتے ہیں الحمد للہ علیٰ ذالک۔

آپ کو میں پہلے خبر دے چکا ہوں کہ بھائی میری قسمت یہ تقدیر کہاں کہ حق محنت تصنیف پاؤں۔ مولوی فخر الدین صاحب ایک دن دوستانہ طریقہ سے ملنے کو آئے بہت سے مسودے پیش نظر دھرے تھے ان میں کچھ اجزا ذتاریخ اور فارسی تعلیم کے تھے دیکھ کر کہا کہ چھپوا دو میں نے عذر کیا انھوں نے گورنر سے کہا کہ دو ہزار میں چھپ جائے گی وہاں سے ایک قسط صماد روپے کی آگئی۔

جلد اوّل میں اور فارسی تعلیم میں ہاتھ لگا دیا تاریخ کی پہلی جلد قریب ختم ہے تین جلدیں اور ہیں کسی قدر تعلیم اور ضمیمہ دیوان بھی چھپ چکا ہے مرتب ہو جائے تو آپ کی خدمت میں حاضر کروں میرا تو خیال یوں ہے کہ میرے پاس سے بھی روپے لگانے ہوں گے تب یہ سب کتابیں حسب خواہ چھپیں گی مجھ سے سخت غلطی یہ ہوئی کہ اپنے گھر میں چھپنے کا اہتمام کر کے کوفت مول لی اور خرچ دونا ہو رہا ہے آپ گھبرا رہے ہیں کہ حضرت علیہ الرحمہ کی سوانح عمری کیونکر

مرتب ہو گی یقین کیجئے کہ جب تک اس کی ترتیب نہ ہو گی میں نہیں مروں گا گویا مبرا پلہ تو میں جمع کر چکا ہوں صرف ترتیب و تالیف باقی ہے اگر صحت اتنی رہے تو میرا پندرہ دنوں کا کام ہے۔

میں اس سے غافل نہیں ہوں اور آپ جو یہ سمجھ رہے ہیں کہ اس کی زندگی کا اعتبار کیا میں اس سے زیادہ خود کو بار بار کاب جانتا ہوں اور یہ بھی درست ہے کہ چاہے ہمارے حضرت کی سوانح عمری کوئی آب زر سے لکھ دے مگر ان کے اصل کمال کا دکھانے والا جس پر دار و مدار ہے میرے سوا دنیا میں کوئی نہیں ہے خدا کرے یہ کام پورا ہو۔

آپ نے پوچھا ہے کہ اس کام کے لئے میں خود آنے کو طیار ہوں دل نے تو یہی چاہا کہ لکھ دوں کہ فوراً چلے آیئے مگر میں آپ کے پوزیشن و دیگر مصالح سے یہ لکھتا ہوں کہ ایک تو سید علی امام صاحب کی کوٹھی قریب پھلواری کے ہے مجھ سے بُعد رہے گا دوسرے شہر میں آپ کے لئے میرے گھر کے برابر کوئی جگہ مناسب نہیں ہے حالت یہ ہے کہ میرے گھر کی اوپر کی منزل آپ کے لئے مناسب ہے مگر اس سال چونکہ چند کڑیاں ٹوٹ گئیں اور پھر سے مرمت شروع کی ہے غالباً جنوری تک درست ہو جائے آپ فرمائیں گے کہ میرے لئے اس اہتمام کی ضرورت کیا ہے نیچے کے کسی کمرہ میں رہوں گا مگر نہیں آپ اب پٹنہ میں اگر آئیں گے تو ضرورت شدید اس کی ہے کہ ایک دفعہ یا دو دفعہ اعیان شہر کو مدعو

کر کے آپ سے ملاؤں اور یہ سفر جو آپ نے کیا ہے و دیگر حالات پر لکچر دلواؤں ذرا گھر درست ہو جائے تو میں خود اس مبارک تقریب کی خبر ہی نہیں دونگا بلکہ اصرار کروں گا۔

چند روز ہوئے جناب سید علی امام صاحب مع اپنے دو صاحبزادوں کے مجھ سے ملنے آئے میں سوتا تھا دو بجے سے چار بجے تک بیٹھے رہے افسوس ہوا کہ کسی نے اٹھا نہ دیا ایسے تپاک سے اس دفعہ ملے کہ میں ممنون ہوا بہت سی محبتانہ باتیں کرتے رہے اور یہ چاہا کہ میں ان کی کوٹھی مریم منزل میں جاکر دو تین دن قیام کروں عجب نہیں کہ دو چار دن بعد ایسا اتفاق ہو میرے دل میں آیا تھا کہ آپ کے خط کا مضمون بیان کر دوں مگر میں ڈرا کہ ایسا نہو وہ آپ کو لکھ بھیجیں کہ میرے گھر میں قیام کیجئے بات تو بیشک خوبصورت ہے کہ آپ چند روز ان کے بھی مہمان رہیئے مگر جب تک میرا گھر درست نہ ہو لے اور قابل اس پارٹی کے نہ ہولے میں ضرور رکوں گا خدا چاہے تو اوائل فروری تک سب ٹھیک ہو جائے بھائی خدا جانے میرے دل میں کیا کیا تمنائیں تھیں اور یوں بھی آٹھ دن میں گھر درست ہو سکتا تھا اور فارنیچر وغیرہ سب سے مرتب مگر روپیوں کی کمی نے ہاتھ پاؤں جکڑ دئے کیا میرا دل یہ نہیں چاہتا کہ میرا ذی عزت و ذی وجاہت استاد زادہ جب وارد ہو تو جس لائق وہ خدا کے فضل سے ہے ویسی ہی نمود اری بھی ہو اور اعیان باقی پور و شہر سب بلا کر ملائے جائیں بلکہ

ممکن ہو تو بعض یورپین حکام بھی شریک ہوں اور کالج کے لوگ تو ضرور رہوں اور آپ سے اسپیچ دلواؤں ۔ اوپر کی منزل اگرچہ مختصر ہے مگر درست ہو جائے تو شاید ہماری سرتاج بھاوج بھی رہ سکیں گو افسوس یہ ہے کہ یہاں کی جاہل مستورات سے مل کر وہ کیا خوش ہوں گی اس کے لئے ایک اور صورت سوچ رہا ہوں ۔

غالباً دسویں جنوری تک میرا دوسرا خط آپ کو ملے گا میری سرتاج بھاوج کو میری دلی دعائیں آپ نے میرے بہشت آرام گاہ استاد کے مختصر حالات پرچۂ نوید میں تحریر فرمائے ہیں اس کا شکریہ اڈیٹر صاحب خود پرچہ میرے پاس لائے تھے اس کے متعلق آئندہ لکھوں گا فقط

شب سوم جنوری ۱۹۲۵ء

خاکسار آپ لوگوں کا بوڑھا دعاگو
سید علی محمد شاد

۴۸

جناب اخوی گرامی قدر سراپا مکارم حسنات مجمع خوبی ہائے بامباہات روحی فداکم

تسلیم و دعاہائے دلی سخت افسوس ہے کہ بخدا میں نے دو خطوط طویل اپنے مفصل حالات کے لکھ کر روانہ کئے اور آپ کو نہ ملے یہ کچھ تو میری بدقسمتی اور زیادہ تر یہ کہ رجسٹری نہ کی افسوس اس میں میں نے اپنے لڑکے کی بغل میں بعد پہلے نشتر کے پھر تین دفعہ نشتر دئے جانے اور اس کے ساتھ ان کے چھوٹے لڑکے نقی احمد کے حلق میں زخم ہو کر کوّے کے سڑ جانے کا حال مضطربانہ اور شام سے

میری بینائی میں فرق بین آجانے اور قلق وغم اور کتابوں کے بارہ میں تفصیل اور یہ کہ بہت قریب حضرت کی سوانح عمری کا بستہ کھولا جائے یہ سب کچھ لکھ دیا تھا۔

حالت یہ ہے کہ ہنوز یہ دونوں بیمار لٹکے چلے جاتے ہیں پوری صحت ہو جائے تو اطمینان ہو مزید براں ایک مہینے سے باقی پور میں طاعون شروع ہو گیا تھا۔ بڑھتے بڑھتے اب میرے محلہ میں آگیا بیحد تردد ہے اسی درمیان میں میرے برادر زن سید علی میر مرحوم کے بیٹے سید تقی میر کی شادی مرشد آباد کے سلطان میرزا کی لڑکی کے ساتھ ٹھہری اور یہ شادی کلکتہ میں ہو گی موجودہ نواب مرشد آباد باصرار میری شرکت چاہتے ہیں یہ لڑکا ازبسکہ وہاں کی شادی پر مائل ہے میرے پاؤں پر آکر گر گیا کہ جس طرح ہو آپ زحمت کیجئے اور چلئے ورنہ میری شادی نہ ہو گی تیسری یا چوتھی مارچ کو روانگی ہے میں سخت متردد ہوں کہ کیا کروں یہ بھی یہاں کے معالجوں کا خیال ہے کہ ان دونوں کو کلکتہ لیجا کر بڑے ڈاکٹروں کو دکھائے ہر چند تخفیف ہے مگر ہم لوگ مطمئن نہیں ہیں یہ تو میری عمر اور اتنے بکھیڑے ہیں کہ زندگی دوبھر ہو گئی ساتھ اس کے آپکے خط سے معلوم ہوا کہ آپ کی فخر روزگار دولہن باوجود زحمت وخرچ کے پھر دور از حال انھیں عوارض میں مبتلا ہیں بخدا رونا آگیا اور اپنا غم بھول گیا اگر میں کلکتہ نہ جاسکا تو ٹیلگراف دوں گا اور درصورت جانے کے بھی خبر دوں گا بلاشبہ آپ کے رہنے سے کتاب تو ضرور جلد مرتب ہو جائے گی مجھ کو ترتیب دینا ہے اور یہی سخت کام ہے خداوند کریم آپ کے ترددات کو رفع کرے

مکرر یہ کہ

واقعی میری عقل حیران ہے کہ آخر مجھ غریب نے حضرت سر سید علی امام صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کا کیا بگاڑا تھا کہ حیدر آباد کے بارہ میں مجھ کو اس قدر دھوکھے میں رکھ کر سخت زیر بار کر دیا۔ ایک بوڑھا گوشہ نشین اس کو ایسے دھوکھے دینا اگر میں آپ پاس وہ دفتر ان کے خطوں کے بھیج دوں جس میں انھوں نے کامیابی کا یقین دلوایا ہے تو سخت حیرت ہو میں غریب کیوں پانچ چھ سو روپے لگا کر ودزرین انشعار کرا دھوتا کیوں امیرانہ سامان سفر مرتب کرتا۔ ایک صاحب حیدرآباد کے تاجر ہیں جواہرات کی تجارت کرتے ہیں وہ مجھ سے بیان کرتے تھے کہ راجہ کشن پرشاد سے کسی نے پوچھا کہ آخر علی محمد شاد کے آنے کی خبر گرم تھی کیوں نہ آئے راجہ صاحب نے کہا کہ واقعی اگر وہ آجاتے تو ہم لوگ بالضرور حضور تک پہنچا کر نگران کے لئے وہ کچھ کرا تے کہ شاباد و باید۔

ان کے ہم وطنوں نے ان کے اور ان کی اولاد کے بارہ میں خدا جانے کیوں ایسی برائی کی اور آنے سے روک دیا۔ یہ سن کر قلق تازہ ہو گیا بھائی اس ترغیب کی بدولت پندرہ سولہ سو روپے مفت ضائع گئے خسر الدنیا والآخرۃ سچ یوں ہے کہ اگر آپ کا ذریعہ نہ کیا ہوتا تو مجال میں نہ رکتا لوگوں نے مجھ سے کہا تھا کہ تم وہاں پہلے تو جاؤ اور برخلاف علی امام صاحب کے بھی اکثر لوگوں نے اپنے اپنے تجربے بیان کئے تھے مجھ سے خود عبد الرحمٰن نے (یہ صاحبزادہ شاد مبارک حسین

مرحوم کے بھتیجے اور شاہ ولال مرحوم کے بیٹے اور مولوی آل مرحوم کے نواسے اور
بی۔ لے ہیں) اپنی حالتِ زار بیان کرتے تھے کہ عمر کے زیادہ ہو جانے اور گورنمنٹ
کی نوکری سے محروم رہنے کے سبب سے جن دنوں علی امام صاحب لا ممبر ہیں چند
عمارہ وسائل سے میں گیا کہ آپ کسی راجہ والی ملک سے میری سفارش کردیجئے اور
واقعی اس امیر گھر کی حالت افسوس ناک ہو گئی ہے قسم کھاکر وعدہ کیا کہ عنقریب
میں رکھوا تا ہوں ایک برس تک ترغیب اور امید دلواتے رہے اور تین ہزار سے
زیادہ روپے شملہ کو آمدورفت وغیرہ میں خرچ کروادئے مگر سب دھوکھا تھا آپ
ان کے دھوکھے میں نہ آئیے مگر میں نے کہا کہ بھائی ایسے شخص نے مجھ کو حیدرآباد جانے
کی ممانعت میں خط لکھا ہے کہ اگر کعبہ بھی وہاں ہو تو میں نہ جاؤں گا میں نے آپ کا
خط ممانعت دکھایا پڑھ کر کہنے لگے کہ وہ خود دھوکھا کھا گئے ہیں آپ بے رکے
چلے جائیے میں نے کہا کہ اگر سید ہمایون میرزا صاحب کی جگہ کسی دوسرے کا خط
ہوتا تو میں نہ رکتا چلا جاتا مگر یہ خط ایسے کا ہے کہ اب جانا حرام ہے بھلا صلوات
برگزشتہ ادھر دو مہینے ہوئے میرے گھر تشریف لائے گھنٹوں محبت آمیز باتیں
کرکے کہا کہ پانچویں جنوری کو بالضرور مریم منزل میں تکلیف دوں گا اور پانچ چھ دن
وہیں حضور کو قیام کرنا ہوگا عریضہ اور موٹر حاضر ہوگا کیسا عریضہ اور کیسا بلانا اس جھوٹ
کا کیا فائدہ اس عمر میں اپنے اس دھوکھا کھانے پر بیحد قلق ہے زیادہ تر
یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر میں حیدرآباد جاتا تو خواہی نخواہی آپ پاس رہ جاتا۔

کل تصانیف مرتب ہوکر اب تک چھپ چکتے افسوس افسوس ہزار افسوس۔ ڈیڑھ
برس کی ابھی اور حیات باقی ہے کیونکر کیا کروں۔ خیر یفعل اللہ ما یشاء و یثبت و
عندہ ام الکتاب۔

عمرکم طویل و عدو و کم ذلیل

۲۴ فروری ۲۵ء

دلی دعاگو

علی محمد شاد

۴۹

برادر معظم آغائے محترم روحی فداکم

اس دفعہ کلکتہ غیر معمولی احباب کے ہر وقت جمع رہنے اور پارٹی اور دعوت کی وجہ سے سخت تکلیف پہنچی یہاں آنے کے ساتھ ساتھ ہی تپ آئی اور ساتھ ہی ہوش و حواس غائب ہوگئے آٹھ دس دن تک گویا عالم نزاع طاری رہا گھر میں رونا پیٹنا تھا اور کسی کو میری صحت کا گمان ہی نہیں تھا طحال اور استسقی کی ابتدائی حالت شروع ہوکر طاقت اور ہوش و حواس سب سلب ہوگئے کہاں تک طول دوں گویا مردہ ہوکر پھر روح پلٹ آئی باتیں کرنا بسبب ضعف کے نہایت دشوار ہے اگر خدا نے اپنا فضل کیا اور روز روز اسی طرح طاقت بڑھتی رہی تو غالباً ایک مہینے میں اپنے ہاتھ میں قلم کر پا سکوں اس حالت میں جو کچھ صدمہ یا خیال تھا

صرف اپنے استاد مرحوم کے سوانح عمری کا بنا مرتب اجزا کی ترتیب اگر کوئی شخص کرتا جائے تو یہ کام بہت جلد ختم ہو سکتا ہے اس شوق اور امید پر با این کہ اس علالت میں اتنے روپے خرچ ہوئے ہیں کہ اگر لکھوں تو مبالغہ معلوم ہو تو بھی فقط ترتیب دینا اور میرے حسب خواہ جس جس وقت چاہوں بیٹھ کر مرتب کرنے کے معاوضہ میں دو سو روپے سے کم پر کوئی راضی نہیں ہوا اس فضول رقم کے لئے آپ کو تکلیف دینے مجھ کو حد سے زیادہ شرم آئی ۔ جس کے لئے میں نے قرض لینے کا بندوبست کیا اور جس وقت یہ روپے میرے قبضہ میں آگئے اسی وقت سے یہ کام شروع ہو جائے گا اس کے قبل بیماری کے قبل جہاں تک مسودہ کو صاف کر چکا ہوں زندہ رہا تو دو چار ہی دن میں آپ کے ملاحظہ کے لئے روانہ کروں گا میں دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ جب تک مجھ میں طاقت نہ آلے آپ عظیم آباد تشریف لانے کا ہرگز قصد نہ کیجئے گا ورنہ آپ کی موجودگی میں مجھ سے کوئی کام نہ ہو سکے گا زیادہ کیا عرض کروں ابھی مخدومی سرفراز حسین خاں صاحب میری عیادت کو آئے تھے آپ کا ذکر دیر تک رہا خاتون معظمہ کی خدمت میں میری جانب سے بہت بہت دعائیں ۔

۲۲ راپریل ۱۹۲۵ء

جان نثار

سید علی محمد شاد

برادر جان روحی فداکم

تسلیم ۔ تمھارا دعاگو تم سے شرمندہ اس دفعہ مرکر زندہ ہوا ہے ۔
آخر شعبان میں سید علی میر مرحوم کے بیٹے کی شادی میں (نواب بہادر مرشد آباد کی کی سالی سے ہوئی ہے) کلکتہ گیا خدا جانے کس نے اسٹیٹسمن و دیگر اخبارات میں میرے ورود کی خبر دیدی تھی جانے کے ساتھ ایک ہجوم ملنے والوں کا ہوا دعوتیں پارٹیاں دس بارہ جگہ کلکتہ و ٹیابرج میں ہوئیں بوڑھا بیمار آدمی اس کشاکش کی تاب نہ لا سکا اور چند بدعنوانیاں و کشاکش بہت رہی غرض گھر آکر دو دن بعد تپ شدید آئی ہوش جاتے رہے چودہ دن عالم نزع طاری رہا ڈاکٹروں نے قطعی کہہ دیا کہ اب صحت ممکن نہیں گھر میں کہرام برپا ہو گیا ساتھ تپ کے استسقا اور چند اور عوارض نے آگھیرا مجھ کو خبر نہیں کہ رمضان اور عید کب ہوئی خدا کی قدرت تعجب خیز اصلاح ہونی گئی اس دو مہینے میں میرے بیٹے سید حسین خان نے اپنی چیزیں فروخت کر کر کے ہزار ہا روپے میرے علاج میں صرف کر دئے ۔ اب جبکہ بحمداللہ مرض زائل ہوا اور قوت آنے کو ڈاکٹروں نے بیش قیمت دوائیں اور غذائیں تجویز کیں زر و پے کی کمی سے سخت تنگی ہو گئی ورنہ بہت جلد طاقت بھی آجاتی ۔
میرا خدا شاہد ہے کہ اس بیماری میں اگر صدمہ و خیال تھا تو نہ اپنے نقصان

کا بلکہ اپنے استاد رحمۃ اللہ کا کہ افسوس میرے مرتے ہی استادِ غفران مآب کا نام گیا۔ آپ جانتے ہیں کہ میری تعداد خصوص اب بہت کم رہ گئی اس پر بیسوں ایک منشی نقل نویس کو حدیث اور کھانا ناشتہ علاوہ ملازم کر لیا سب سے پہلے دفتر مسیحات ابد کا (یہی نام استخارہ کر کے حضرت کے سوانح کا رکھا ہے) کھلوا دیکھئے دیکھو کہ ترتیب سے نقل ہو رہی ہے خاندانی حالات بغیر پورا ختم کیے آپ پاس نہ بھیجوں گا اور جو کچھ بھیجوں گا اس میں گنجائش کم و بیش نہ ہوگی۔ میں ابھی اس بیماری سے بہت ڈر گیا ہوں خدا کرے جلد قوت آجائے خاندانی حالات یا حضرت کے سوانح تو بیشک جلد ہو جائیں گے کیونکہ نہایت آسان ہے البتہ اس صاحب کمال کے کلام کو غالب تو کیا اساتذۂ عجم سے لڑانا ہے کلام کی کمی کا غم نہیں تقریب تقریب پورا کر چکا ہوں صرف محنت و قوت درکار ہے چھپنے کا اہتمام آپ اپنے اوپر لیجئے خدا چاہے تو اسی ہفتہ میں چار جزو خاندانی حالات آپ پاس پہنچ جائیں۔ بے تکلف چھاپنا شروع کر دیجئے یہ آپ نے سچ لکھا ہے کہ اگر میرے قلم سے یہ سوانح خدانخواستہ نہ لکھے گئے تو دنیا میں کوئی نہیں لکھ سکتا واقعی حضرت کے کلام کو بقدر کافی اضافہ کر کے اساتذہ سے لڑانا معجزہ و کرامت اور حضرت کا روحانی فیضان ہے خدا جلد پورا کر دے ذرا قوت آئے اور تھوڑے سے روپے فراہم ہو جائیں یہ پہلا دن ہے کہ میں خط لکھنے بیٹھا ہوں الحمد للہ علی ذالک۔

سرتاج خاتونانِ ہند کو میری دلی دعا۔ میری فخرِ روزگار رہیں۔

آپ کا خط عین میری بیماری میں پہنچا تھا میں تو ہوش میں نہ تھا مگر میرے بیٹے نے آپ کو جواب لکھ دیا تھا اب میں اس دفعہ کوئی دقیقہ محنت کا اٹھا نہ رکھوں گا ذرا قوت آ لے۔ خدا آپ دونوں کو میرے سر پر سلامت رکھے آمین۔

خادم دعاگو

سید علی محمد شاد ۵؍ مئی ۲۵ء

۵۱

بھائی جان

تسلیم۔ میری رجسٹری پہنچی ہو گی اب میں محض آپ کے ملاحظہ کو دوسرا باب صاف کر کر کے بھیجتا رہوں گا۔ فقط یہ ہے کہ ایک ذرا آپ تکلیف اٹھا کر کتابت کی غلطی جملوں کا اہمال جو میری کمزوری کے سبب سے باب مذکور میں ہے مٹا کر صاف کر کے پھر بھی ایک نظر مجھ کو دکھا دیجئے حضرت شاہ نورالحسن اور حضرت شاہ کلب علی کے چند اشعار اور لکھنے ہیں یہ جزو جو حاضر کرتا ہوں اس کے عنوان کو دیکھ کر واپس دیجئے اور جلد۔ میرے نیازنامہ کا جلد جواب دیجئے مجھ کو جلد فرصت نہیں آتی اور آئے تو کیونکر خیر شکر خدا کا آگے اپنے حال کا مرثیہ کیا لکھوں۔ حیدرآباد جانے کا وعدہ جو کر چکا تو بھائی میں کیا عرض کروں

مولوی سید امداد امام صاحب کا تقاضا سخت شروع ہوا کہ ایسا نہو میں لٹو ہو جاؤں جلد سامان کرو لوگوں نے ڈرا دیا کہ اپنی شان کے ساتھ جاؤ کپڑے اپنے اور ہمراہیوں اور نوکروں کے ایسے واپسی کے روپے ساتھ رکھو غرضکہ آخر ایک ہزار کا مجھ کو قرضدار بنا دیا روپے تو سب خرچ ہو گئے حسرت رہ گئی خیر خدا کی مرضی یہ بھی ایک ٹوٹا ہوا جس کا نتیجہ کچھ نہوا بجز وعدہ خلاف مشہور ہونے کے۔

آخر عمر من و اول بیماری دل۔

بھائی میں پھر عرض کرتا ہوں اب بہت جلدی کیجئے ایک ایک منٹ میری زندگی کا غنیمت سمجھ لیجئے اپنے گھر میں میری دلی دعا کہئے۔

۱۱ر جون ۱۹۲۵ء

سید علی محمد شاد

۵۲

تحمارۂ دنعلیہ

برادر جان قوت روح رواں فدایت شوم

تسلیم۔ آپ کہتے ہوں گے اور بجا کہتے ہوں گے کہ یہ بڈھا مخبوط الحواس کس جنس کا آدمی ہے کہ دو برس سے نا تمام و مجہول طریقہ سے کچھ اوراق سیاہ کر کے میرے پاس بھیجتا ہے جس کا اور چھور نہیں ملتا کہ آیا یہ کتاب حسب خواہ

مرتب بھی ہوگی یا نہیں یہ کل باتیں میرے ذہن میں ہیں مگر یہ اعوجاج و اختلافات
کیوں ہوئے۔ سبب اول سنئے کہ ہمارے حضرت کی بحر مثنوی دبستان اخلاق
ہمارے ہاتھ میں کوئی چیز نہیں کہ حضرت جیسے تھے ویسا حضرت کو اصناف کلام میں
دکھا سکوں یہ کہنا کہ کلام تلف ہوگیا نہایت صحیح ہے مگر اس کی طرف اعتنا کون کرتا
ہے اور اگر یہی ہم سے تدارک نہ ہوا تو ہمارے مرجانے کی بات ہے۔ آج ہندوستان
کے ہر گوشہ میں انھیں کی جوتیوں کی بدولت میری شہرت ہے اور ساتھ اس کے
یہ بھی مشہور ہے کہ حضرت فریاد رس کے استاد ہیں ایسے موقع میں اگر ہمارے حضرت
کی سوانح عمری میں یہ حصہ معمولی رہ گیا تو حیف ہے۔ ہر تصنیف جسیم کا یہ قاعدہ ہے
کہ جن باتوں کو آخر میں بیان کرنا ہوتا ہے ابتدا ہی سے مقدار مضامین ترتیب تعداد
پر نظر رکھتے ہیں تاکہ اول سے آخر تک سلسلہ یکساں رہے۔ حضرت کے اردو
و فارسی معتدبہ کلام کے معدوم ہونے نے مجھ کو اس دو برس میں مار ڈالا فارسی
والی موازنہ کی غزلیں جو میں بھیج چکا ہوں اور جن پر مجھ کو دعوا ہے کہ بلا شبہ غالب
سے تو بڑھی ہوئی ہیں اور شاید نظیری اتنے بڑے استاد ظہوری سے بہتر نہوں
تو کم بھی نہیں ہیں۔ اب اس خیال میں غلطاں پیچاں رہا اور خدا جانے کتنے کاغذ
سیاہ کئے اور کتنا خون خشک ہوگیا کہ حضرت کے باقی جتنے کلام اردو خواہ فارسی
میں درج کئے جائیں موازنہ والی غزلوں سے ہرگز ان کا پایہ کم نہو اصل تو یہ ہے
اس محنت میں پڑا ہوا تھا ان زوائدات کو دیکھیں کہ ہر کوئی مجھ سے شاید بہتر لکھ

سکتا ہے کون پوچھتا ہے میں تو اس کاہش میں مبتلا اور محض آپ کی تسکین کے خیال سے عنوان بدل بدل کر اجزا آپ پاس بھیجا کیا لیکن حالت یہ کہ اساتذہ کے دیوان کھلے ہوئے ہیں اور خون پانی ہو رہا ہے اور موازنہ کر رہا ہوں مگر ہر دفعہ دل چھوٹا جاتا ہے اور ہمت پست ہوتی ہے کہ یہ پہاڑ تم سے نہ اٹھے گا۔ میری مختصر غزلیں غلط سلط چھپوا کر ایک شخص کمال متمتع ہوا اتنا یقین سو اس نے خرچ کئے تھے گیارہ سو نفع کر چکا ہزار ہزار احباب نے دور و نزدیک سے مجھ کو لکھا کہ بہت جلد دیوان چھپواؤ دو ہزار جلدیں صرف پنجاب میں فوراً فروخت ہو جائیں گی مگر میں اس نفع سے باز رہا ہاں خدانا کردہ اگر یہ سوانح عمری یعنی آخر کا حصہ مکمل نہ نکلا تو دیکھا جائے گا۔ اس کے قبل آپ پاس دو رجسٹریاں بھیجیں رسید کے نہ آنے سے میں نے یہ بدگمان کیا تھا کہ آپ اب اس رد و بدل مسودات سے تنگ آکر مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں ایسے پریشانی کے زمانے میں متفرقات کی بھرمار آمدنی بند بوڑھا آدمی اول اپنا ہی خرچ بڑھ گیا رہا ہی بواسیر غذا کے ہضم میں فتور دانت ایک باقی نہیں دو پلیٹ بنوائے تھے دونوں ناقص پڑے ہیں ڈاکٹروں کا قول یہ کہ حسب خواہ دانت بنواؤ ورنہ صحت غیر ممکن ہے اور عمدہ پلیٹ اسی روپے سے کم کو نہیں بنتا دوسری حالت سنئے ایک سال سے آنکھوں نے جواب دیا دن کو البتہ لکھ پڑھ لیتا ہوں مگر رات کو ایک حرف نہیں سوجھتا عادت سے مجبور ہو کر دو دو لیمپ جلا کر لکھنا ضرور ہے حرف پر حرف چڑھ جاتے ہیں آپ تو ملاحظہ ہی کرتے

ہیں کہ اب میرے لکھنے کی کیا حالت ہے جو شخص اٹھارہ گھنٹے تک لکھنے کی
میز سے جدا نہ ہوا اور مسودہ اور سیدھی سطریں ایسی ہوں کہ پھر صاف کرنے کی ضرورت
نہ ہو اب اس کی تحریر کی یہ حالت ہو کہ خود اس کو پڑھنا دشوار ہو۔ ڈاکٹروں نے اگزامن
کیا تو معلوم ہوا کہ کوئی عارضہ نہیں ہے صرف پیری ہے عمدہ چشمہ لگاؤ کلکتہ گیا تھا
خود تو کسی دوکان پر نہ جا سکا گھر ہی پر منگا کر چشمے دیکھے مگر کوئی چشمہ ساٹھ ساٹھ
روپے تک کا بھی حسب خواہ نہ ملا مگر ڈاکٹر نے کہا کہ تمہارے لئے اگر ہی ہنٹ (?) کر کے
چشمہ بنوا دے سکتا ہوں کہ بخوبی رات کو بھی کام دے (ماحصلہ (?)) خرچ ہوں گے
مگر اپنی حالت آج کل ظاہر ہے۔ سب سے بڑھ کر میرے لئے آپ ہیں بخدا میں
اپنی حالت بھائی اور بیٹے پر تمام ظاہر نہیں کر سکتا الا آپ پر جا ہے کامیابی ہو نہ ہو
میرے لئے کوئی ذلت نہیں ہے میں نہیں جانتا کس شخص نے میرے داماد سید
جعفر صاحب کو لکھیم پور میں میری ان دنوں کی تکلیف کا حال لکھ بھیجا تھا انہوں نے
تین سو روپے میرے پاس بلا اظہار کسی امر کے بھیج دئے اس قدر رنج ہوا کہ
کھانا نہ کھایا گیا۔ روپے واپس کئے اور لکھا کہ آپ نے مجھ کو فقیر بے حیا سمجھا آیندہ
پھر ایسا نہ کیجئے گا۔ خلاصہ میرے لکھنے کا یہ ہے کہ ایسی حالت میں کہ فی عمرہ یہ
تکلیف نہیں اٹھائی ایسے سخت کام کا کرنا اور بڑی خوشی تو یہ ہے کہ جو اردو و جو
فارسی سب میں ویسی ہی کامیابی کا ہونا جس کا نمونہ غزلوں میں آپ ملاحظہ کر چکے
جب تک یہ اندازہ نہیں کیا تھا کہ مجموعہ کلام کی مقدار چھ سات جزو ہوئی یا نہیں تب

تک جو اس پر جانتے تھے ۔

آپ جانتے ہیں کہ راسخ عظیم آبادی اردو میں کتنا بڑا استاد ہے اور اس کے دیوان بھر میں سے پری رہی بھری رہی یا دو غزل سے ہوائے کیا دیوان کی جان ہے ۔ اس کے علاوہ پانچ چھ غزلیں اور بھی ہیں باقی ان مرحوم کا تبرک ہے مگر ہمارے حضرت جنت آرامگاہ کی غزلیں ان سے بیس حصہ بڑھی ہوئی ہیں ذبیح مرحوم حکیم صاحب مفتون عبرتی وغیرہ جو حضرت کے زمانہ میں نامور تھے اور ان کی غزلیں بلکہ پھر ناسخ آتش کی چیدہ غزلیں ان سب زمینوں میں ہمارے حضرت کی غزلیں اگرچہ کم دستیاب ہوئیں مگر یہ مقدار اس موازنہ کے لئے کافی کر دیا الحمدللہ ۔ مہلت نہیں کہ نقل لکھوں جامعہ ملیہ وغیرہ معتبر پرچوں میں آپ ملاحظہ کریں گے ہاں نواب سنئے ہیں جب ایسی مشکل اور پہاڑ سی چیز پر بطفیل روح پاک استاد علیہ الرحمہ (خدا شاہد ہے کہ اکثر اشعار وہ لکھواتے گئے اور میں لکھتا گیا) قادر ہو گیا تو اب جس قدر میں مسودے کر چکا تھا ان کو درست کرنا ضروری ہو گیا چنانچہ کلام کے حصہ کو گویا تمام کر چکنے کے بعد اب پھر باب باب کر کے اور فصل فصل کر کے ابتدا سے شروع کر دیا یہ میری بہت بڑی بھول اور خدا جانے کس عالم کی تحریر تھی کہ میں نے اس کتاب کو تین باب پر مشتمل لکھ دیا لاحول ولاقوۃ فہرست کے مرتب ہونے سے سات باب قرار پائے کسی میں آٹھ دس فصلوں سے کم مضامین نہیں ہیں ۔ ہر چند مرض گزشتہ کے علاوہ خشک خارشت نے دو مہینے

سے مار ڈالا ہے انواع و اقسام دوا استعمال ہوئی واللہ ناخن گھس گئے مگر علے حالہٖ ہے ضعف کم غذائی، غذائے ناموافق پریشانی یہ سب کچھ ہے مگر الحمد للہ کہ کلام کے حسب خواہ ہم ہو جانے سے پھر میرا قلم جوان ہو گیا بلکہ آپ خود فرق پاتے ہوں گے۔ آخر کی رجسٹری دونوں جلد بھیج دیجئے کہ ملاتا جاؤں اللہ تعالیٰ جلد اس کتاب کو مرتب کروا دے تو دم میں دم آئے۔ جب میرے مسودوں کی آپ اصلاح کر کے بھیجتے تھے تو جو جو مجھ سے بھول ہوتی گئی تھی اس کو اور جہاں بھول خدا نا کردہ املا میں بنائی گئی تھی اس کو سرسری نظر میں دیکھ کر رکھ لیا کرتا تھا اب ذرا اطمینان ہوا تو اس کو نکالا چھوٹتے نظر لفظ سلاست پر پڑی بہ معنی آسان آپ نے ثائے مثلثہ سے اس کو بنایا ہے دوسرے حراست بمعنی نگہبانی آپ نے اس کو بھی شاید ثائے مثلثہ بنا دیا ہے یہ غلط ہے حراثت ثائے مثلثہ سے بہ معنی زراعت کرنا اور اور ثلاثت کے معنی تین کی گنتی میں لانا باقی ایک لفظ کا اور بھی خیال آتا ہے اور اس میں بڑے بڑے گرفتار ہیں میں نے ازدحام ہائے حطی سے لکھا تھا آپ نے اس کو ہائے ہوز بنا دیا یہ غلط ہے۔ ادھر آٹھ برس سے میں یہ حس کرتا ہوں کہ نفس عبارت میں غلطی کرتا ہوں نہ کہ املا میں۔

خدا کے لئے اپنے مزاج کے حال سے تو جلد مطمئن فرمائیے۔ ہاں یہاں کے اعیان او رتلامذہ نے میری اسّی سال کی جوبلی منانی ہے سنگی والان سے یہ مشورہ شروع ہو کر شہر میں پھیلا تھا یہ سر سید علی امام اس جلسہ کی صدارت کریں گے

روپے بھی جمع ہوئے ہیں ۱۹ر جولائی تاریخ جلسہ ہے سکریٹری سید مظاہر علی خاں (نواب احمد علی خان صاحب کے حقیقی بھانجے) ہیں۔

ہاں خوب یاد آیا جب مجھ کو حضرت کے کلام کی طرف سے کسی قدر اطمینان میسر آیا تو یہ فکر ہوئی کہ کہیں سے ہمارے حضرت کی ایک تصویر ملتی تو نور علیٰ نور تھا مگر کہاں سے آئے اور کیا ہو۔ آپ کو یاد ہوگا کہ نواب بہادر مرحوم اور خود میری فرمائشی تصویریں شبیہ مذہب ایک مصور ساکن مغل پورہ جن کا نام مرزا نثار مہدی تھا بنایا کرتے تھے جتنے آئیل پینٹ نواب بہادر یا میرے گھر میں ہیں سب انھوں نے بنائے ہیں شبیہ کشی میں ایسا دخل تام تھا کہ مرے ہوئے لوگوں کی جن کی صورت بھی انھوں نے نہ دیکھی تھی صرف بیان پر ایسی مشابہ تصویر کھینچی کہ میں دنگ ہو گیا ان کا انتقال ہو گیا بڑا لڑکا کلکتہ میں تین سو روپیہ ماہانہ کا اسی خدمت پر نوکر ہے چھوٹا یہیں ہے میں نے اس کو بلایا تو یہ بھی بہت چالاک ذہن ہے اس سے مقصد بیان کیا اس نے قریب دو سو تصویریں میرے سامنے رکھ دیں کہ اس میں سے کسی کو منتخب کیجئے جو حضرت سے اشبہ ہو جو کسر ہوگی مٹا دیں گے غرض ایک بہت بڑے انگریز کی تصویر حضرت سے اشبہ پائی صرف چند باتوں کا فرق معلوم ہوا اول نشست اور لباس کی ترکیب نشست ہندوستانی سامنے پیچوان رکھا ہوا آنکھوں پر چشمہ ٹوپی جیسی حضرت جاڑوں میں پہنتے تھے وغیرہ وغیرہ سب سمجھایا وعدہ مستحکم کیا کہ ضرور حسب خواہ بنا دیں گے اگر حسب خواہ بن گئی تو اس کا بلاک بنوا کر چھپوا لیں گے خدا کرے یہ تمنا بھی

پوری ہو۔ بھائی میں ادھر ایک تو میری بیماری کی تعلقات سے چور ہو ہی رہا ہوں پھر تکالیفِ جسمانی نے توڑ دیا ورنہ اتنی دیر کبھی نہ ہوتی خیر اگر خدا کو منظور ہے میری امید برآئیگی اپنے گھر میں بہت بہت دعا کہیئے۔

۱۴ر جولائی ۱۹۲۵ء
خاکسار

سیّد علی محمد شاد

۵۳

یادگار اسلاف فخر اخلاف میرے مخرم بھائی

خدا آپ دونوں کو زندہ و خوش رکھے۔ تسلیم

رجسٹری پاکر دل باغ باغ ہوگیا اور جو رنج اپنی رجسٹری او رتار کے جواب نہ پانے سے تھا اور طرح طرح کے خیالات ذہن میں آنے تھے مٹ گئے بخدا اس زمانۂ ناہنجار میں آپ دونوں کی ذات ایسی ہے کہ مدت مدید تک یاد رہ جائیگی بیشک و شبہ یہ سب برکت اسی مقدس روح کی ہے جو ذوالفقار باغ کے گوشہ میں آرام فرما رہا ہے آپ نے اپنے اخراجات کی تفصیل لکھی ہے غالباً مجھ کو اپنا دلسوز و خیرخواہ سمجھ کر لکھا ہے واللہ میں اس کا ممنون ہوا مگر بھائی آپ دونوں مغتنم روزگار جو کچھ خرچ کر رہے ہیں یا اب تک خرچ کر چکے ہیں ذرا تو لئے تو کہ جو جو مراتب اور سعادت اس قلیل مقدار میں آپ نے مول لی ہے کیا اس مدارج عالی کے حاصل کرنے میں اتنے سے روپے کافی ہوتے

یوں تو میں اکثر ہندوستان کے ان لوگوں سے آگاہ ہوں جنھوں نے اپنے نام بڑھانے اور حکام رسی کے لغو خیالات میں لاکھوں لاکھ روپے مٹا ڈالے مگر مرتے ہی ایسے مٹے کہ بخدا ان کے ہمسایہ اور عزیز تک اُن نام تک سے آگاہ نہیں ہیں دور کیوں جائیے آپ اور ہم نواب سید ولایت علی خاں مرحوم کو کیا بھول گئے ہیں میرے تخمینہ میں چار لاکھ روپے صرف انھیں مہملات میں جنھوں نے لٹا ڈالے آج بخدا شاید ہی ہم چند آدمی ان کے نام سے صرف پٹنہ میں آگاہ ہیں یہ عالمگیر اور علمی زمرہ میں شہرت اور یادگار آمد شہرت کے ساتھ ایسی عزت کسی کو نصیب ہوتی ہے میں تو اپنی نظر میں اسی سفر وغیرہ میں اس سے کہیں زیادہ خرچ کا اندازہ کرتا تھا مگر سلیقہ شعاری کے سبب سے آپ نے اس قلیل میں تمام یورپ کو صرف جہلا کی طرح نہیں بلکہ حکما کی طرح دیکھا عورت اور ہندوستان کی اور اس کے یہ حکیمانہ خیالات اور عملیات ہوں حیرت انگیز ہے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ان باتوں کی قدر کرنے اور دل سے خوش ہونے والوں میں صرف آپ کے باپ کا یہ دلی خادم زندہ ہے میں تو دیکھتا ہوں کہ عظیم آباد کی خلقت ایسی لچر اور نا قدر شناس ہو گئی ہے کہ کیا بیان کروں میرے زیر تالیف اب صرف اُردو غزلوں کا موازنہ ہے راسخ کی دس چوٹی کی غزلیں موازنہ کر چکا ہوں عنقریب بھیجتا ہوں مصور صاحب پیشگی مانگ رہے ہیں خدا کرے یہ کام بھی جلد حسب خواہ ہو جائے (راسخ) بزم کاغذ پر یہ کتاب چھپے گی کم سے کم تین سو ورنہ پانچ سو

جلدیں چھپیں گی بشرطیکہ دکن میں آپ اس کی فروخت کے ذمہ دار ہوں۔ بھائی میں نے جو آپ سے روپے مانگے ہیں تو ایسی ہی سخت ضرورت کی بدولت اور یوں سمجھئے کہ میرے داماد انربل سید جعفر اودھ میں اوّل درجہ کے وکیل اور چونکہ میرے بہت ممنون ہیں دلی تمنا رکھتے ہیں کہ میرے کام آئیں مگر استغفراللہ وہ تو کیا ہیں اگر اپنا بھائی بھی ہو تو اس موقع میں اس تک سے لینا حرام جانتا ہوں۔ نواب بہادر مرحوم کے پاس میرے اٹھارہ سو روپے بطور امانت تھے سید خورشید نواب مرحوم اور میر سید علی صاحب کو علم تھا صرف ایک بار بعد ان مرحوم کے خورشید صاحب سے تقاضا کیا باوجود شناگردی کے یہاں تک انھوں نے ٹالا کہ معاش کورٹ ہو گئی اور مجھ سے ممکن نہ ہوا کہ میں کورٹ پر نالش کروں اور نواب بہادر کا دستخطی رقعہ پیش کروں چھ ہزار روپے نسکی نواب امیر حسن خاں مرحوم کے ذمہ تھے انھوں نے کلکٹر کے سامنے مجھ سے کہا کہ مجھ سے ادا نہیں ہو سکتے بخش دیجئے فوراً بخش دئے۔ خود میرے بھائی سید جعفر حسین مرحوم نے نو ہزار روپے اپنی سخت ضرورت کے وقت لئے رقعہ لکھ دیا بعد کو ان کے پاس روپے آئے مگر خراج آدمی تھے نہ دئے وہ رقعہ پڑا گوکھاتا ہے اب اولاد سے کیا تقاضا کروں۔ کچھ ایسا ہی آپ کو اب مدتوں بعد میں نے سمجھا تھا جو اس بے تکلفی کے ساتھ لکھ دیا تھا خدا غارت کرے اسامیوں کو کہ تین برس سے مجھ کو مفلس بنا دیا ہے ڈاکٹر کہتے ہیں کہ جب تک

دانت انگریزی دوکان سے نہ بنواؤ گے ہضم کی شکایت نہ جائے گی کلکتہ گیا چشمہ اپنی آنکھ کا تلاش کیا نہ ملا یہاں ایک ڈاکٹر نے بنا دینے کا وعدہ کیا ہے مگر روپے کی کمی کے سبب سے یہ سب ضروری کام نہیں کرسکتا اور راور جو جو حوائج آگئے ہیں کہاں تک ان کو لکھوں بہر حال گزری جاتی ہے حصۂ اول کو جلد واپس مرحمت فرمایئے اپنے گھر میں میری ولی دعائیں کہہ دیجئے بچے آداب عرض کرتے ہیں۔

دہم اگست ۲۵ء

تمھارا شیدائی

سید علی محمد شاد

۵۴

برادر صاحب والا دودمان یادگار اسلاف بزرگان روحی فداکم

تسلیم۔ کچھ خبر نہ ہوئی کہ پونا کے ڈاکٹر نے کیا تجویز کیا اور کس بناء پر علاج ہوا آپ نے اس اخیر خط میں تحریر فرمایا تھا کہ ایک ہفتہ بعد اس کا جواب حیدرآباد بھیج دینا خدا سے امید ہے کہ بتصدق ائمہ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین اب تک صحت تام ہوگئی ہوگی اللہ تعالیٰ اُس ذات یگانہ ملک کو صحت تام اور دل کو اطمینان بخشے بمنہ وکرمہ

بھائی صاحب میں نے عرض کیا تھا کہ بڑے درد سر سے میں اپنے حضرت کی تصویر بنوا رہا ہوں جہاں تک اس بڑھاپے میں قوت حافظہ نے

کام دیا اور دے رہی ہے کوشش کرتا ہوں کہ کچھ حضرت سے مشابہت تو ہو جائے
نہ یہ کہ میر انیس مرحوم کی تصویر کا حال لہ یحنداان کی تصویر جو شائع ہوئی ہے کسی
اعتبار سے وہ تصویر میر صاحب کی نہیں ہے میر صاحب نے آخری عمر میں دو
فوٹو یہاں ایک نواب بہادر مرحوم کو ایک مجھ کو بھیجا تھا اگلے فوٹوؤں میں ایک
کمزوری یہ تھی کہ تصویریں پائدار نہ ہوتی تھیں پندرہ سولہ برس کے بعد جب
اس تصویر کا رنگ اڑنے لگا تو میں گھبرایا شارجہدی مصور سے اس کا آئل پینٹ
بڑا بنوایا وہ ہو بہو میرے کمرہ میں ہے شیعہ کانفرنس میں جانسٹھ کے سید مظفر
علی خان صاحب یہاں آئے تھے میں نے عذر بھی کیا کہ تصویر بڑی ہے
اور بمشکل اس کا شیشہ کلکتہ سے آیا ہے نقل و حرکت دینے اور شیشہ کے نکالنے
میں خدشہ ہے مگر نہ مانا خود اتروا کر اس کا فوٹو لیا شیشہ الگ ٹوٹا اور کئی جگہ
تصویر کا کپڑا بھٹا پھر بمشکل درست کیا تکلف یہ کہ کئی عکس اور سب ناقص
میری غرض یہ ہے کہ میر انیس کی مشتہر تصویر کیسی تو ہو اب تک بہت سی اصلاحیں
ہو کر ایک ڈول مشتبہ ہو گیا ہے افسوس یہ کہ خود مصور نے نہ ان جناب کو دیکھا
تھا اور نہ اب ایک شخص بھی باقی ہے کہ جس سے مدد لوں ٹوپی کا بھی عجب معاملہ
ہے میں تصویر میں مطلق صلاحیت نہیں رکھتا کہ کلاہ کی شبیہہ کھینچ کر بتاؤں
تو بھی قلم سے نقش کر کر کے سمجھایا اب تک اس کی سمجھ میں نہیں آیا اور نہ
یہاں کسی کو صلاحیت باقی ہے کہ بنا سکے مگر اتنا جانتا ہوں کہ مجھ سے آپ

زیادہ اس کلاہ کی شبیہہ بنا سکیں گے یا ممکن ہو تو کسی اچھے درزی کو بنا کر بطور
نمونہ کے جلد بنوا کر میرے پاس بھیج دیجئے اب جو کچھ اس تصویر میں دیر ہے
وہ صرف کلاہ کی ہے یہ ہو جائے تو پہلے آپ پاس بھیجوں گا نکتہ چینی کی بات
الگ ہے اور ظاہر ہے کہ اصل نقل کا یا فوٹو اور ان تصویروں سے ہوا کرتا
ہے مگر مشابہ ہونے میں شک نہیں اب اتنی بھی بن نہ سکیگی اگر میرے حسب خواہ
ہوئی تو میں نے وعدہ کیا ہے کہ اتنا دوں گا جو ان کو کسی نے نہیں دیا ہے۔ آپ
نے باب اول کا مسودہ اب تک واپس نہ دیا خدا شاہد ہے کہ ایک دن کی
دیر ایک سال معلوم ہوتی ہے اس کتاب کے حصۂ نظم میں جو محنت شاقہ کی
ہے دنیا میں اس کی داد یا خود میرا دل مجھ کو دے رہا ہے یا پھر اگر کوئی سمجھ
کر داد دے گا تو آپ اور میں چاہتا بھی نہیں کہ داد پاؤں میں نے اپنا فرض
ادا کیا ہے۔ سر سید علی امام صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ حیدرآباد تشریف لے
گئے ہیں۔ یہ تو میں عرض نہیں کر سکتا کب تک لیکن یہ ضرور ہے کہ میرے
سوانح کے لکھنے والے میری موت کے منتظر بیٹھے ہیں میرا حال رطب و
یابس سب ضرور لکھکر مشتہر ہوگا بخدا میری اس میں تحریک نہیں ہے مگر حیدرآباد
کا یہ قصہ ممانعت وغیرہ کا تو ضرور لکھا جائے گا میں نے استخارہ کیا تھا تو
منع آیا کہ خود سر سید صاحب کو ایک خط لکھوں کہ آپ چاہیں تو ممکن ہے کہ اب
بھی سرکار حیدرآباد میں میرا منصب کروا دیجئے اور صاف صاف لکھوں کہ اگر آپ

نے ایسا نہ کیا اور بہانہ کر گئے تو یہ وہ مضمون ہے کہ ایک زمانہ دراز سمک مورد الزام رہے گا ہنوز آپ نے یہ موازنہ نہیں کیا ہے کہ میں بعد اپنے کیا ہونے والا ہوں جب یہ استخارہ منع آیا تو دوسرا استخارہ یہ واجب آیا کہ سید ہمایون میرزا صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ دوستانہ ملاقات میں صاف طرح اُن کو سمجھا کر کہیں کہ محب الحق وغیرہ تو کامیاب ہوں اور ہم لوگ موجود ہوں اور وہ منہ دیکھ کر رہ جائیں میرا دل کہتا ہے کہ بہرام الدولہ کے بلانے پر اگر میں وہاں پہنچ جاتا تو بالضرور کامیاب ہوتا افسوس ہے کہ وہاں جانے کی طیاری میں اپنے اور لڑکوں اور ملازموں کے کپڑوں اور دیگر سامان میں میرے ہزاروں روپے خرچ بھی ہو گئے اور نتیجہ رنج و خفت ہوا۔ آپ نے تو مثنوی اور مخمل زرین پردہ جس پر مہینوں کی محنت میں زردوزی اور اشعار میں موتی صرف کئے تھے کہ انریبل موصوف نے بھی اپنے خط میں اس کی داد دی ہے اور لکھا ہے کہ بادشاہ سلامت دیکھ کر پھڑک جائیں گے وہ اور مثنوی سب حضرت کے پاس سے کسی نے پھرا لی۔ کاش اسی پر نظر کرتے کہ اس بڈھے نے کیا کیا صعوبت اٹھائی ہے عزیز موصوف نے اپنی مہربانی سے وعدے اپنے سیکڑوں خطوط میں لکھے ہیں دیکھنے کے قابل ہیں۔ واللہ سیکڑوں شخصوں کے استفسار میں میں نے یہی کہا کہ ہمارے بھائی سید ہمایون میرزا صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے کچھ مصلحت ہی سمجھ کر ممانعت قطعی لکھی ورنہ میں ضرور جانا چاہے کوئی روکتا۔

آپ کو ضرور اتنا حق ہے کہ اُن پر آخر حجت تمام کر دیجئے ۔ اس نیاز نامہ کے جواب میں اول تو اپنے گھر میں کی مفصل حالت تحریر فرمائے اور بابِ اول جلد روانہ فرمائیے اہلِ عجم کا ایک مقولہ ہے جہاں وہ کسی کام کی جلدی کی ترغیب دیتے ہیں تو لکھتے ہیں تکرار مکن خربزہ آب است آپ میری زندگی کو نقش بر آب سمجھ لیجئے کسی طرح یہ کتاب تو حسب خواہ مرتب ہو جائے ۔

اپنے گھر میں میری دلی دعا اور مزاج پرسی فرمایئے میرے سب بچے آداب بجالاتے ہیں ۔

۲۹ اگست ۱۹۲۵ء

مخلص دعا گوئے حقیقی

سید علی محمد شاد

۵۵

سرمایہ سر افتخار ...... اوصاف اسلاف برادر عزیز تر از جان طال بقاءہ

تسلیم گرامی نامہ مع کتاب مقالات صغرا رجسٹری شدہ پہنچا اس نعمت غیر مترقبہ کا شکر یہ ادا کرنے کو زبان چاہیئے خدا اتنی فرصت دے تو ان جواہرات بیش بہا کو دیکھ سکوں علائق جسمانی و روحانی سے جتنی دیر مہلت ملتی ہے حیاتِ ابد (اب یہ تجویز استخارہ یہی نام سوانح عمری کا رکھا گیا) کی دھن میں گزرتا ہے خداوند کریم میری عمر تک آپ کو پہنچائے تب میری قدر ہو گی کہ اس سقیم حالت پر کیا کر رہا ہوں ہیں آپ دونوں صاحبوں کی ریاضت کا تو ضرور معترف ہوں کہ

اب اس درماندہ قوم میں ایک بھی ایسا نظر نہیں آتا شاید حیدرآباد میں جہاں خلاصہ کملائے قوم جمع ہے نکل آئیں مگر وہاں بھی اگر ہوں گے تو اہل غرض اور مشاہرہ لے لیکر کام کرنے والے نہ کہ ایسے بے غرض۔ دو تصویریں جاتی ہیں مصور روز صبح کو آکر شام تک بیٹھتا ہے حضرت کی تصویر کے ڈھانچ بنایا کرتا ہے میں پھاڑ پھاڑ دیا کرتا ہوں یہ ڈھانچ کسی قدر مشابہ ہے مگر پھر اصلاح طلب احمد علی خان اور ہنگو سلمہم دونوں کو بلا یا تھا اب تک نہ آئے اگرچہ سب سے بڑھکر آپ کا دیکھنا ہے لیکن وہ بھی دیکھ لینے لیکن اتنی دیر کی کہ اب گنجائش انتظار نہ تھی آپکا بھیجتا ہوں یہ تو معلوم ہے کہ یہ ڈھانچ کسی کام کی نہیں ہے لیکن اعتراضات اور ہدایتوں سے عجب نہیں کہ مشابہت پیدا ہو جائے میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگوں نے ویسی ویسی تصویریں مشابہ کی شائع کی ہیں جن کو اس شخص سے اتنی ہی مماثلت ہے جتنی کہ بوڑھے اور جوان یا کالے او رگورے میں لیکن فیشن تو پورا کر دیا اس سے تو یہ تصویر اگر درست ہو گئی تو ہزار درجہ بہتر ہو گی۔ میری تصویر بغرض بلوک بنوا دینے کے حاضر ہوتی ہے کسی معقول کمپنی کو بھیجکر تحریر فرما دیجئے کہ فلاں کی تصویر ہے اور نام پتا اور میعاد مقررہ طیاری و اجرت سے ازراہ عنایت مجھکو خبر دیجئے میں اجرت وغیرہ دیکر منگاؤں گا مگر بھائی دیر نہو بیں حد سے زیادہ ممنون ہوں گا اور اس ڈھانچ پر تکتہ چینی مناسب کر کے جلد ارسال فرمائیے مصور کی اجرت کو کیا بتاؤں آج اٹھارہ میں دن ہے

روز صبح کو آتا ہے اور کھانا وغیرہ سب یہیں مقرر کر دیا ہے دن میں دو تین ڈھانچ بناتا ہے بیکار ہو جاتے ہیں کوئی تو حسب خواہ ہو جائے گا روز اس کی مزدوری دیدیا کرتا ہوں خدا وہ دن کرے کہ ڈھانچا شبیہ ہو جائے تو میں تو اپنے مقدور سے زیادہ اس کو دوں گا اللہ اللہ استاد مرحوم کی تصویر ہے" اپریل میں سر سید علی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے بابت کہ خدا جانے مجھ سے کیا کیا ارشاد کیا تھا جاننے والے جانتے تھے کہ بس اب یہ شخص دولت بیقیاس کو پہونچ گیا پچاس سے زیادہ خطوط حضرت کے ہیں اور تنہا اگر وہ آپ سے ممانعت کا خط نہ لکھوا کر بھجواتے تو میں سننے والا نہ تھا وہاں پہنچکر میں اپنی سی بنا لیتا میں نے معتبر ذرائع سے اس کی حقیقت واقعی سن لی ہے جو سالار جنگ اور مہاراج کی زبانی ہے افسوس مجھ کو چند طرح کے نقصان پہونچے کیا آپ سے انھوں نے جو جو وعدہ امتناع کے وقت کئے تھے وہ بالکل لغو ہیں مگر میں تو ان کی تجویز پر عش عش کرتا ہوں کہ ممانعت کے لئے ایسے کو ڈھونڈھا کہ تیر بہدف ہو گیا اب آپ نے اتنی بابت ماشاء اللہ وہاں پیدا کی ہے اسی لئے کہ آپ کے بھتیجے بھتیجیاں میرے بعد رذالت سے بسر کریں اور چار پانچ سو کا بھی منصب نہ مل سکے کیا آپ سر سید صاحب کو ان کا وعدہ بھی یاد نہیں دلوا سکتے بھلا اب تو یہ موقع نہیں رہا جو سر سید صاحب نے کہا تھا کہ تم شاہی طریقہ سے بلائے جاؤ گے اور یوں ہو گا دوں ہو گا اتنا

بھی ممکن ہے کہ کافی منصب دلوا سکیں محب الحق کو وہاں اونے شخص نے کافی منصب دلوا دیا اور علی محمد شاد غریب کے اتنے اتنے با اثر لوگ وہاں ہوں اور کچھ نہ ہو سکے بلکہ ایک معقول ذریعہ بھی ہو تو عین وقت پر روکا جائے یہ سب قسمت ہے مسٹر سید ہمایون میرزا سا شخص بیس برس تک وہاں رہے اور ماشاءاللہ اتنی ترقی کر کے کہ اس سے بڑھ کر خدا کا نام ہے اور علی محمد اپنی عزت یوں سنبھالے کہ سر ڈھانکے تو پاؤں کھلیں اور پاؤں ڈھانکے تو سر کھلے خیر یہ بھی میری قسمت بقول میرے ؎

کوئی ماتم کرے میرے لئے کیوں ... سزا جینے کی ہے اتنا جیے کیوں

خدا اس حیاتِ ابد کو مرتب کروا دے تو ایک دن انشاءاللہ لوگوں کو بلواؤں گا اور یہ دفتر غزلیات و مراثی و تاریخ وغیرہ وغیرہ کا سب ڈھیر لگا کر جلا دوں گا یہ بھی یادگار رہے کہ ابنائے روزگار ایسے قدر شناس تھے کہ کمبخت ایک مصنف نے ۵۰ برس شب و روز محنت کر کے اتنا بڑا ذخیرہ جمع کیا اچھے اچھے سخن شناسوں نے ہندوستان بھر میں یکتائے عصر مانا مگر قدر دانی یہ کی کہ وہ غریب سب کچھ جلا ڈالنے پر مجبور ہو گیا۔ خیر مجھ کو اپنے مرحوم استاد کی وراثت ملی اس کا شکر ہے مگر ان کے قدر شناس جو تھے وہ تو سب ان ہی کے سامنے مر چکے تھے اور خدا کے فضل سے میرے تو موجود ہیں اور ان سے زیادہ با اثر ہیں۔

سوانح عمری (حیاتِ ابد) کے چھٹے باب اور قریب قریب سب فصلیں لکھی
تو جا چکیں مگر ترتیب و تنقیح اور صاف کرنا میرے لئے (ہر چند کوئی کام نہیں کرتا
سوا اس کے) پہاڑ ہو رہا ہے خدا تمام کروائے بحق الحق والنبی المطلق۔ خدا جانے
سٹی مجسٹریٹ نے ابھی کیوں ٹیلیفون دے کر مجھ کو بلایا ہے ڈاک کا وقت کم
ہے خط کو تمام کرتا ہوں واپس آکر اگر موقع ملا تو باقی ماندہ مضامین درج کر کے
روانہ کروں گا آج تو ڈاک میں نہ جا سکا۔

یہ خط لکھ کر رکھ دیا کہ کل بھیجیں گے دفتر میں غائب ہو گیا آج ملا تو اس کو
بھی ساتھ رکھ دیا یہ تو دفتر کے الجھاؤ کا حال ہے۔

یکم ستمبر ۲۵ئہ

۵۶

۵ ستمبر ۳۵ئہ

سرمایۂ عزت اخلاف و سرِ تجمل یادگاران اسلاف ابرار درعزیز از جان سلمکم اللہ تعالیٰ

تسلیم۔ ابھی آپ کی رجسٹری کتاب مقالاتِ صغرا اور اندر آپ کا خط ملا سبحان اللہ ہو اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپکی دلہن کو با این شہرت و تکمیل و عظمت و عزت جمیع مکارہ سے محفوظ اور اس مدارج علیا میں ترقی اور عمر طبعی عطا فرمائے آمین ثم آمین
شاید آپ کو میرا وہ خط نہ ملا جو میں نے ۱۲ اگست کو بلا رجسٹری بھیجا تھا آپ کو نہایت
تاکید سے لکھا تھا کہ ایک دفعہ اور زور لگائیے آخر سر سید علی امام صاحب نے

خوب تجویز کر کے آپ کے ذریعہ سے خط لکھوا کر میرے حیدرآباد آنے کو رکوا دیا بخدا اگر اور کسی نے روکا ہوتا تو میں کبھی نہ مانتا کیونکہ میں پہنچ کر اپنی جگہ آپ بنا لیتا۔

خود حیدرآباد کے معتبر لوگوں سے سنا کہ سالار جنگ و مہاراجہ کے آپس میں میرے نہ جانے پر سخت افسوس تھا اور سر سید صاحب کی ایک پالیسی تھی مگر انھوں نے جیسے جیسے وعدے فرمائے بجز نقصان کے ایک کا بھی ظہور نہ ہوا خود آپ سے کیا کیا فرمایا تھا اب بھی اگر وہ چاہیں تو چار پانچ سو کا منصب ملنا کیا دشوار ہے آپ یوں سمجھئے کہ بخدا میرے لئے آج آپ سے زیادہ کیا معنی برابر بھی کوئی نہیں ہے نہ عزیزوں میں نہ دوستوں میں اور شاید آپ کے لئے بھی مجھ سے زیادہ آپ کی ترقی پر دل سے خوش ہونے والا کوئی عزیز باقی نہیں ہے خدا کے فضل سے آپ اس رتبۂ عالی پر ہوں اور میں اس عمر میں یہ حیرانی چند پیسوں کے لئے اٹھاؤں میں تو اپنی سی کاٹ رہا ہوں مگر بچوں کے لئے اگر کچھ نہ ہوا تو حیف ہے آپ سے سر سید صاحب نے کیا وعدہ کیا تھا کیا آپ زور نہیں دے سکتے ضرور لڑ سکتے ہیں ایسے میں وہ موجود ہیں اگر چاہیں تو سب کچھ ورنہ کچھ بھی نہیں اس کے بعد اس بارہ میں پھر کچھ نہ لکھوں گا۔

حضرت کی سوانح اور مجھ سا باختہ حواس خیال کرنے کی بات ہے اس کے ساتھ یہ بھی سچ ہے کہ بجز میرے کوئی لکھ بھی نہیں سکتا ہے شب و روز اسی میں غرق ہوں اگر دس برس اُدھر ہوتا تو میرا دو مہینے کا کام تھا یہ حالت

ہے کہ دو دن کی محنت کو بعض دفعہ بیکار کر دیتا ہے باایں ہمہ ڈھانچ تو خدا خدا
کر کے قریب قریب کل ہو چکی ہے ترتیب وار درست کر کر کے خود نقل کرتے جانا
بھی بڑا سخت کام ہے۔

تصویر کا ڈھانچ مصور کو اپنے پاس رکھ کر کر وا رہا ہوں خدا جانے کتنے
ہی خاکے ہوئے ایک خاکا یہ بھی ہے فقط اس میں ایک شباہت سی البتہ ہے
باقی اصلاح طلب بہت باتیں ہیں آپ بھی بغور ملاحظہ کیجئے کیونکہ خاکا بدل نہیں
سکتا اصلاح البتہ ہر ہر عضو کا خیال کیجئے اور الگ الگ اس کی اصلاح صراحت
سے لکھئے مصور کی اجرت کو کیا پوچھتے ہیں یوں تو ان کی محنت کا روزانہ کچھ کچھ
دیتا ہوں کھانا وغیرہ سب یہیں کھاتے ہیں قریب پندرہ ڈھانچے میں نے
پھاڑ دئے ہیں ذرا بھی شباہت ہو گئی تو میں خود ایک سو روپیہ سے کم نہ دوں گا
اگرچہ کچھ طے نہیں ہوا ہے۔

میں ایک فوٹو اپنا اس استدعا سے بھیجتا ہوں کہ یہاں مجھ سے اس
کا بلوک بنوانا نہایت دشوار ہوا آپ بھی خواہ کلکتہ اس کو بھیجکر جلد بنوا دیجئے
غالباً میں نے خود دریافت کیا تھا تو دس روپے اس نے بنوائی کے کہے تھے
ممکن ہے ایک دو کا فرق ہو میں فوراً چاہتا ہوں کے درست ہو کر آ جائے
اور سبب جلدی کا یہ ہے کہ حصہ اول تاریخ بہار سب طرح طیار ہے صرف
تصویر دینی ہے میں دوسرے نیاز نامہ میں وہ تصویر اپنی حاضر کروں گا اس

میں صرف ڈھانچ حضرت کی تصویر کا بھیجتا ہوں بھائی میرے یہ ڈھانچ بالکل بیکار نہیں ہیں ایک آدھ اصلاح کے بعد مشابہہ ہمارے حضرت کے ضرور ہو جائے گی اور آپ جو چاہیں گے کہ حضرت کا فوٹو ہو تو بہت بہتر ہے مگر کسی سے کچھ اگر منگاؤں جو بھی اب میری زندگی میں ہو جائے غنیمت ہے میں ابھی سٹی مجسٹریٹ کے پاس سے آرہا ہوں آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے آپ کو خبر دی تھی کہ موجودہ گورنر میرے استاد مخلص کے مزار پر گیا تھا اور شکستگی پر افسوس کیا تھا اب سٹی مجسٹریٹ کے پاس گورنمنٹ کا استفسار آیا ہے کہ حقیقت سب لکھ کر بھیج دیں کہ اس کا مالک وغیرہ کون ہے کچھ بھی شک نہیں ہے کہ گورنمنٹ انشاء اللہ خود مرمت کروائیگی اس کی کیفیت گورنر سے مل کر گزارش کروں گا بارہ بجتے ہیں پریشان ہو رہا ہوں میں نے اوپر جو گستاخیاں کی ہیں اس کو اللہ معاف کرنا۔

خاکسار

سید علی محمد شاد

۵۷

برادر گرامی قدر راحت دل و جان سلمکم اللہ تعالیٰ

تسلیم۔ میں گھبرایا ہوا خود تھا کہ سبب کیا جو بھائی نے مجھ کو خط نہ لکھا اسی انتظار میں رجسٹری پائی آپ کی صحت مزاج پر شکر کیا لیکن پریشانیوں کو دیکھ کر کیا کہوں جو حالت ہوئی بھائی جان میں حد سے زیادہ رقیق القلب ہوں بہ تریک

منحصر رہا دنیا بھی عجب جگہ ہے ایک حال پر قرار نہیں اللہ تعالیٰ اس نوجوان مرنے والے کو بہشت بریں میں جگہ دے اور اس بیمار کو بتصدق بیمار کربلا شفا بخشے الٰہی اس کے چھوٹے چھوٹے بچوں پر رحم کر آمین آپ کو یاد ہو گا کہ سال گذشتہ اسی اکتوبر میں سید سلمہ کی بائیں بغل میں دو دو زخم نکلے کئی نشتروں کی نوبت آئی۔ ایک ہفتہ سے اب کے دفعہ پھر داہنی بغل میں اسی طرح ابھر کر پکنے کے سامان ہیں دیکھیے کیا گزرتی ہے اور نقصان سنیے کہ ایک سال سے ضمیر الحق نام ایک پریس میں میرا نوکر تھا (عسہ) تنخواہ و کھانا ناشتہ الگ جب چاہا جیسا کاغذ چھاپے ورنہ چار چار دن غائب پریس وغیرہ سب اسی کے اعتماد پر تھا میں نے الٹ کر بھی نہ دیکھا کہ چھپے ہوئے کتنے فرمے ہیں اور کتنے سادے کاغذ ہیں یہ بھی تو حساب نہ کیا کہ کئی ریم کاغذ میں کتنا چھپا کیا باقی ہے کئی دن ہوئے ایک شخص کو جس کا خط برا نہیں ہے مسودے صاف کرنے کو نوکر رکھا تھا اس سے کہا کہ تم چھپے اور سادے فرموں کو گن ڈالو یہ سن کر یہیں غائب ہو گیا جو دیکھا جاتا ہے تو کل پتھروں کو توڑ تاڑ اور کل سادے کاغذ کو جس میں مسلم ایک نہایت عمدہ کاغذ ایک ریم اور حساب سے سب سادہ کاغذ ملا کر چار ریم باقی رہتا تھا سب غائب پھر طرفہ ماجرا یہ کہ تاریخ بہاثجاری تعلیم وغیرہ کے جتنے فرمے رہ گئے کسی میں سے پچاس کسی میں ساٹھ مدارد ہیں۔ اسی دن آئی ڈاکٹر کو عینک خریدنے کے خیال سے بہ مشکل تمام موٹر

پر باقی پورچلا پچاس روپے کا نوٹ اور پانچ اور دس روپے کے نوٹ الگ فیس دینے کو جیب میں رکھے تھے رستہ میں جیب ٹٹولی تو یہ تینوں نوٹ بھی نہ تھے خدا جانے اندھے پن سے کیونکر رکھے کدھر کھسک لئے انا للہ کہہ کر رستہ سے پلٹ آیا۔ سے چلئے آن ہم رفت و این ہم رفت

حیاتِ ابد گویا طیار رہے صرف جوڑ ملا ملا دینا اور کانٹ سے صاف کر وا کے نظر ثالث کر لینا یہ بھی کب کا ختم ہو جاتا مگر آنکھوں کو کیا کروں بہرحال شکر ہے۔

امید ہے کہ بہت جلد اپنی خیر دیجیئے اور اپنے گھر میں کی۔ اللہ تعالیٰ سب کی خیر بہت سنوا ئے۔

دوازدہم اکتوبر ۲۵ء

تمھارا جان نثار

سیّد علی محمد شاد

۵۸

بھائی صاحب

تسلیم

چھٹا چھینا ہے کہ آنکھوں نے جواب دے دیا پانی آنے لگا ڈاکٹر شیرن جو سب سے اعلیٰ ڈاکٹر اور بیش قرار فیس لیتا ہے وہ کہتا ہے کہ اپریشن کے لئے آنکھیں طیار نہیں ہیں حالانکہ اب کچھ نہیں سوجھتا اگر کوئی مدد نہ کرے تو ہل نہیں سکتا اس پر غضب یہ ہوا کہ جس بڑے صندوق میں متفرق مسودے الگ

الگ نتھے بندش کے ٹوٹ جانے اور لڑکوں کی ناکردہ کاری سے اس کے اوراق منتشر اور ایک دوسرے میں کھچڑی ہو گئے استاد مغفور کے سب ابواب اسی میں ہیں ۔ یہاں ہر چند کوشش کی کوئی حسب خواہ کاتب جو فی الجملہ استعداد رکھتا ہو نہ ملا پر نہ ملا بعض رموز ایسے ہیں کہ کسی کو بجز آپ کے نہ دکھاؤں گا میں خدا کا کہاں تک شکر ادا کروں کہ کلام کافی طور سے جمع ہو گیا خدا آپ کو یہاں لائے تو مناسب طریقہ سے مرتب ہو جائے میری آنکھوں کی تو یہ حالت ہے اور کوئی دن ایسا نہیں کہ ہندوستان بھر سے اصلاح کے لئے کلام نہ آتے ہوں اہل لکھنو کا تعصب مشہور ہے مگر خدا نے یہ دن دکھایا کہ اب آپس میں جب زبان دانی کی نسبت مخالفت ہوتی ہے تو طرفین میرے فیصلہ پر دار و مدار کرتے ہیں ایک خود رائے شاگرد معین الدین قیس نے جس کے بعض حرکات سے میں ناراض ہوں اس نے بغیر میری اصلاح کے میرا لائف چھاپا ہے کتاب کا نام گلشن حیات ہے وہ آپ کے لئے مجھ کو دے گیا تھا اس کو حاضر کرتا ہوں افسوس ہے کہ اس نے واقف کاروں سے پوچھ پوچھ کر نہ لکھا جتنی باتیں ضروری تھیں سب چھوٹ گئیں ۔

علی گڈھ کالج میں ایک ذی علم ادیب بھی لکھ رہے ہیں وہ شائد ورمنٹ ہو ۔ ایشیاٹک سوسئیٹی میں رکھانے کے لئے میرا ایک فوٹو گیا تھا اس کا اہل نیٹ بڑا بنا کر لگے گا جناب سید راس مسعود صاحب جب جاپان گئے تھے وہاں

سے ایک خط میں مجھ کو لکھا کہ یہاں کی علمی سوسائٹی میں لکچر تھا لکچرار نے کہا کہ تمام ایشیا میں آج صرف اُردو کا ایک کامل شاعر پٹنہ میں علی محمد شاد ایک خاندانی شخص ہے سید صاحب نے اس پر مجھ کو مبارک لکھی ہے مگر ان باتوں کی مطلق خوشی نہیں ہاں میرے استاد کا لائف شائع ہو جائے تو زندگی کا حاصل البتہ ہو جائے۔

آپ کے یہاں تو اثر صدمات کا حال سنا کیا عرض کروں جو صدمہ ہوا۔ آپ کے ہاتھ میں پھر پاؤں میں نصیب اعدا اکثرا لگنے کا کیا سبب ہوا مفصل لکھئے حق تعالیٰ آپ کو صحیح رکھے یہ خط دھوپ میں پڑا پڑا اٹکل پر لکھ رہا ہوں گیارہ بجے سے چار بجے تک دھوپ میں کچھ لکھ لیتا ہوں باقی اندھیر اگھپ ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ میرے تصانیف پر رحم کرے۔ بھابھی صاحبہ سرتاج خاتونانِ ہند کی خدمت میں سلام شوق امیدوار دعا ہوں لڑکے بصد ادب تسلیمات بجا لاتے ہیں۔

۲۲ جنوری ۱۹۲۶ء
پٹنہ سٹی

خاکسار
سید علی محمد شاد

۵۹

بھائی جان والا دودمان عزیز گرامی قدر من جناب مولوی احمد علی خاں صاحب دام علوہ تسلیم۔ بھائی جان میری یعنی آنکھوں کی نابینائی اور بھی بڑھ گئی لیکن جس

دن سے یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اگر کتاب حیات ابد (جس کے مادہ کے بہم پہنچانے میں دو برس سے زیادہ سخت محنت کر چکا ہوں اور استاد مرحوم کی یہ آخر خدمت ہے) خدا نا کردہ رہ گئی تو دنیا و دین میں روسیاہ ہو جاؤں گا۔ برادرم سید ہمایوں میرزا صاحب کا اس دور و دراز سفر کی مشقت ہزاروں روپے کا خرچ سخت ضائع ہو جائے گا اور آخر یہی الزام ہو گا کہ جس کو میں ڈرتا ہوں کسی قدر تو آپ پر بھی میرے سبب سے الزام ہو گا غرض جب یہ سوچا تو بیماری یا ضعف سب موانعات کو دل سے دور کر دیا مگر آنکھ کو کیا کروں اس پر سخت مصیبت یہ ہوئی کہ جن صاحب کو شوال سے نوکر رکھا تھا اور انتہا سے زیادہ ان کی نازبرداری کی جس قدر انھوں نے لکھا ایسا لکھا کہ پھر دوبارہ مجھ کو صاف کرنا ضرور ہو گیا ورنہ دوسرا شخص ہرگز اس کو نہ پڑھ سکتا۔ ناچار رو دھو کر ایک دیوان ان کے حوالہ کیا چاہے جیسا صاف کریں۔ سات بجے صبح سے خدا مجھ کو کچھ روشنی دے دیتا ہے بارہ بجے تک یک قلم ایک ہی جگہ بیٹھ کر آج بیس دن سے لکھ رہا ہوں جس کی کیفیت ذیل سے معلوم ہو گی یہ حضرت کاتب آٹھ دن کے لئے گھر جاتے ہیں اگرچہ کتاب سوانح عمری کے صاف کرنے کے یہ قابل نہیں ہیں مگر یہی کیا کم ہے کہ پرچوں پرچوں پر جو میری متفرق غزلیں سڑ رہی ہیں یکجا تو ہو جائینگی اور آپ ہی کے طفیل سے ترتیب تو ہو جائینگی دوسرا کاتب اتنا بھی نہیں ملتا ان کو دو مہینے کی تنخواہ دے کر رخصت کر دیتا ہوں یعنی بیس روپے۔

اب کیفیت مسوّدہ کی سن لیجئے۔

ابواب کتاب حیات ابد حسب تحریر برادرم بیرسٹر صاحب سلمہٗ۔

باب اوّل حسب و نسب یہ باب میں صاف کر کے بھائی کو دے چکا ہوں

باب دوم عہد طفلی سے ایام شباب و جوانی تک کے حالات کچھ بھائی نے لکھا ہے باقی میں نے کسی قدر باقی ہے۔

باب سوم۔ پہلا سفر مشتمل بر دو فصل فصل اوّل مرشد آباد، وہاں کے کل حالات مع اتالیقی و عہدۂ سفارت کا ملنا فصل دوم کلکتہ کے حالات، وہاں کے دلچسپ حالات، دونوں فصلیں غالباً چھ سات جزو میں ہیں فصل اوّل تیار فصل دوم میں کچھ باقی۔

باب چہارم مراجعت بوطن تا رحلت بالکل ناطیار ہے۔

باب پنجم۔ اخلاق و عادات ہمدردی غیبت سے پرہیز وغیرہ وغیرہ مذاکرۂ علمیہ وغیرہ کا ذکر باب سوم فصل دوم میں آچکا نصف طیار۔

باب ششم فصل اوّل حضرت کے اساتذہ اس میں اکثر دلچسپ حالات حضرت اشکی وغیرہ کے فصل دوم میں تلامذہ کا ذکر۔ بھائی نے ایک مسودہ بھیجا دیا تھا میں دوبارہ لکھ رہا ہوں۔

باب ہفتم حضرت کا کلام تمہید نفس شادی اردو شاعری اردو کی غزلیں موازنہ ناسخ وغیرہ سے فارسی کی تمہید غزلیات فردیات قصائد

موازنہ باقصائدِ عرفی وغیرہ۔ مثنوی کی تمہید حضرت کی مثنوی کا بوستان سے موازنہ موجودہ مثنویوں کے کافی اشعار قطعات رباعیات فردیات خاتمہ۔

جن جن پر میں نے ٹیلیا بنایا ہے وہ مجھ سے بھائی نے لے لیا ہے مجبور ہوں کہ کتاب کو بلحاظ ترتیب نہیں دے سکتا جب تک سب پیش نظر نہ ہو۔

رسید کتاب سے زیادہ سے زیادہ اگر بصارت اس سے زیادہ نہ گھٹی تو دو مہینے کے اندر ہی فراغت ہوجائیگی۔ بڑا کام کلام کا تھا وہ آج ختم ہوگیا الحمد للہ۔

بیس روپے ضرور مرحمت کیجئے کہ ہر وقت کے تقاضے کی برداشت نہیں ہے کہ اطمینان ہو۔

اگر بھائی کو آپ خط لکھیں تو میرا یہ نیاز نامہ ملفوف فرمادیں اور لکھیں کہ میں نے مجبوری سے آپکے کوئی خط نہیں لکھا بلکہ خط لکھنے کی فرصت نہ ہوئی آپ بوڑھا اندھا سمجھ کر شاد کو غافل نہ سمجھیں اگر ان کاموں کو جو میں آج کل اس اندھے پن میں کر رہا ہوں اور پھر میرے خانگی مصائب کو دیکھیں تو شاید بہت تعجب کریں گے والسلام بالاکرام

۱۰ اگست ۲۶ء

دعاگوئے جناب شما

سید علی محمد شاد

جناب اخوی محترم و محتشم روحی فداکم،

تسلیم۔ میں تو اپنی آنکھوں و دیگر مکروہات کے سبب سے خط لکھنے سے مجبور رہا آپ نے کیوں خط بھیجنا بند کر دیا لامحالا آپ خفا ہو گئے اور آپ کا خفا ہونا مطلق بیجا بھی نہیں دو برس گزر گئے زحمت خرچ کی کوئی حد نہ رہی اور پھر ابھی تک کتاب مرتب نہ ہوئی ہیں تو آنکھوں کے سبب سے ایسا معذور ہو گیا کہ خدا شاہد ہے اس سے موت بہتر ہے۔ اس میں ذرا بھی مبالغہ نہ سمجھئے گا روزانہ ڈاک میں قریب قریب مختلف بلاد سے دو چار خط ضرور آیا کرتے ہیں کسی میں اصلاح کے لئے غزلیں وغیرہ ہوتی ہیں کسی میں تاکید شدید ہے کہ دیوان چھپوا دو دیگران اخبار جدا پریشان کرتے ہیں کہ کلام بھیجو کسی کو کسی کی حالت کیا معلوم ہو میری آنکھوں میں پہلے سے بہت زیادہ پانی آگیا صرف تین گھنٹے نو بجے دن سے بارہ بجے تک ٹٹول کر کچھ لکھ لیتا ہوں بیس گھنٹے تک مطلق اب کچھ نہیں سوجھتا جب تک کوئی دوسرا ہاتھ نہ پکڑے دو قدم بھی چلوں تو ٹھوکر کھاؤں خدا جانے تین گھنٹہ تک کیونکر لکھ لیتا ہوں صرف اتنے دنوں کی مشق ہے کہ حرف پڑھے جاتے ہیں۔

عید کے چند دن بعد عزیزی احمد علی خان صاحب تشریف لائے تھے ذکر کتاب حیات ابد کا آیا کہ کسی کاتب کو ضرور نوکر رکھ لیجئے۔ ایک مہینا قبل سے ایک طالب العلم ساکن بہار دس روپیہ مہینے اور کھانے ناشتہ کے علاوہ میں

نے نوکر رکھا تھا مگر پھر وہ پندرہ روپیہ مانگنے لگا تو چاہا کہ جواب دیدوں احمد علی خانصاحب نے اصرار کیا کہ دس روپیہ مہینا آپ مجھ سے منگوا لیا کیجئے اور حیاتِ ابد کو انہیں سے صاف کروائیے چنانچہ دس روپیہ ایک مہینے کی تنخواہ دی تھی۔ تجربہ ہونے پر معلوم ہوا کہ یہ حضرت حیات ابد کی سی کتاب کے صاف کرنے کے قابل نہیں نہایت کم سواد بداملا ہیں اور ایک دن کے کام کو دس دن میں کرتے ہیں سر پیٹ لیا کہ ان سے کیا ہوگا غرض میں نے سب متفرق پرچے دیوان کے ان کے حوالہ کئے کہ چاہے جیسا لکھیں ترتیب تو ہو جائیگی اور حیاتِ ابد کو خود لے بیٹھا باقی حالات اس کتاب کے آپ کو اس خط سے معلوم ہوں گے جو میں نے انھیں کاتب کی معرفت احمد علی خان صاحب کے پاس بھیجا تھا اور ملفوف جاتا ہے کاتب کا بیان ہے کہ میں جب خط لے کر گیا تو ڈپٹی صاحب اندر تھے اطلاع ہوئی تو دیر کے بعد وہ تشریف لائے میں نے خط پیش کرنا چاہا فرمایا کہ میں دوسری جگہ جا رہا ہوں کرایہ کی گاڑی پر کہیں چلے گئے خط واپس آیا خدا جانے میں نے اپنے وقت کا جو حیات ابد سی چیز میں صرف ہوتا ہے خون کر کے یہ خط لکھا تھا حتیٰ کہ بہ سبب کمی وقت کے اُن سے گزارش کی تھی کہ یہی خط حیدرآباد بھیج دیجئے گا خط تک نہ پڑھا۔ احمد علی خانصاحب نیک یا بیشک اچھے اور قابل شخص ہیں مگر۔

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم
گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

آپ نے دو چیزیں ایسی مجھ سے لی ہیں کہ جو کچھ اب ترتیب میں دیر ہوگی اسی کے سبب سے اہم ترین محنت اس میں غزلیات اردو فارسی و مثنویات و قصائد و قطعات و رباعیات و نثر کا نمونہ موازنہ یا کلام استاد تھا غزلیات تو آپ نے لے لئے باقی جتنے اصناف تھے وہ میں لکھ کر ترتیب دے چکا۔ غزلیات جب تک میں خود دیکھ کر خود ترتیب نہ دیدوں ناممکن ہے کہ ویسی ترتیب کوئی دے سکے آپ تک کو نہیں معلوم کہ میں نے کتنی محنت کی ہے اور کس سلیقہ کو صرف کیا ہے ترتیب کے وقت سلیقہ دوسرے میں جب ہی ہوگا جب ستر برس خود کو کھلا دیگا اگر کسی دوکان میں عمدہ ترین چیزیں بے ترتیب ڈال دی جائیں تو فطرتاً اس کی طرف سے خریدار کو بے توجہی ہوگی اور سلیقہ کے ساتھ کم قیمت چیزیں بھی قیمتی چیزیں کم رتبہ دکھائی دیتی ہیں (۹)

آپ یہ گمان نہ کریں کہ میں ڈال رکھوں گا اب یہ غیر ممکن ہے غزلیات فریاد جتنے ہیں سب بھیج دیجئے میں دو مہینے کے اندر ہی جان توڑ کر مرتب کر دونگا۔ مولوی شبلی کی کتاب سوانح رسول اللہ جس کو مولوی سلیمان ندوی نے بمدد ریاست بھوپال چھپوایا ہے میں دیکھ کر پھڑک گیا ان کو لکھا کہ اگر آپ میرے حضرت استاد مغفور کی سوانح عمری اپنے زیر اہتمام چھپوا دیں تو میں مسٹر سید ہمایوں مرزا کو لکھوں۔ جواب میں لکھا ہے کہ عنقریب جواب دیتا ہوں اگر ایسا ہوا تو میں

کمال مباحات کروں گا غزلیات وغیرہ کے بغیر قصائد و مثنوی وغیرہ کے حوالجات نا تمام ہیں باقی رہے اور ابواب وہ آپ کے ملاحظہ کے لیئے دو ہفتہ میں بھیج دوں گا صاف کروا کر میرے پاس پھر بھیجنا ہو گا اگر استخارہ آگیا تو کتا کا مشاہرہ احمد علی خانصاحب سے منگواؤں گا ورنہ میں خود دے دوں گا غزلیات کے بغیر یہ حصہ بے ترتیب رہے گا۔ اطلاعاً التماس کیا۔ سرتاج خانونِ ہند کو دلی دعا۔ فدوی سید حسین آداب بجالاتا ہے۔

۱۲ راگست ۲۶ء　　　　خاکسار

سید علی محمد شاد

(۶۱)

بھائی جان روحی لک الفدا

تسلیم عرض ہے صحیفہ گرامی کل وارد ہوا بہ مشکل دھوپ میں بیٹھ کر سب پڑھا حالت یہ ہے کہ اب اور بھی بینائی گھٹ گئی مگر اس سے فائدہ یہ ہوا کہ جتنے مشکل کام تھے اور دوسرا ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا سب ٹٹول ٹٹول کر جس محنت سے لکھ ڈالے میں ہی جانتا ہوں یا میرا خدا یا میرے استاد علیہ الرحمہ کی روح پر فتوح اب صرف دغدغہ یہ ہے کہ آپ نے اردو فارسی غزلیں و فردیات و موازنہ جات مجھ سے تو لے لئے اور عزیزی احمد علی خانصاحب کے سپرد کر دیا میں سچ عرض کرتا ہوں کہ ان

سب کی ترتیب دینے والا بجز میرے اور کوئی نہیں ہے جہاں جہاں
کمی و بیشی ہو گی کون ہے کہ اس کو درست کرے گا آپ گھبرائیں نہیں دو دفعہ
آپ کا پمفلٹ مجھ کو ملا ہے مگر بخدا میں ادھر دو مہینے تک قصائد مثنویات
قطعات رباعی وغیرہ میں ایسا الجھا رہا کہ ہوش نہ تھے یہ اس لئے کہ بھلا اور
چیزوں کو تو ماشاء اللہ آپ درست کریں گے مگر یہ چیزیں کون درست کریگا
اب جب اس سے فارغ ہو گیا تو اس کو دیکھا جو آپ نے حضرت کے کلام
کی تمہید میں میر سے تو توں سے اخذ کر کے لکھا ہے ماشاء اللہ خوب لکھا ہے
البتہ جا بجا کم و بیش کی ضرورت ہے دوسرے حضرت کے تلامذہ کی بحث
بھی بہت صراحت سے لکھی ہے اب تیسری چیز حضرت کے اساتذہ چنانچہ
حضرت اخگی کے حالات سے میں نے شروع کر دیا ہے آپ کو اگرا اور اور
اساتذہ کا حال معلوم ہو تو اسی کاغذ پر اضافہ کر کے جلد بھیج دیجئے سفر اول
میں لکھ چکا کلکتہ کے حالات میں ہی لکھوں گا اب رہے ایام طفلی سے لے
کر جوانی تک کے حالات اور حضرت کے اخلاق آخر عمر تک اس کو بطور
نوٹ کے آپ جلد لکھ دیجئے تاکہ میں آٹھ دنوں میں لکھ کر فارغ ہو جاؤں
اب بات یہ ہے کہ غزلیات اور باب اول صاف شدہ میرے پاس
جلد آجائے اور جن نوٹوں کو میں نے اوپر بیان کیا ہے وہ بھی۔ ڈاکٹروں
نے تو حکم لگا دیا تھا کہ اس اندھے پن اور قلبی مرض میں جب تک یہ کتاب

تصنیف ہو گی ممکن نہیں یہ زندہ رہیں دوستوں نے عزیزوں نے سب نے
بہت روکا مگر خدا کی عنایت سے گویا فارغ بھی ہو گیا اور رات تک اللہ کے
فضل سے اتنی ہی محنت اور دماغی فکر کرنے کو موجود ہوں الحمد اللہ علےٰ احسانہٖ
احمد علی خان صاحب کا معاملہ یہ ہے کہ میں نے جو ایک کاتب کو اس
لئے رکھا تھا کہ دن کو میرے مسودات یعنی حیات ابد کو صاف کرے
اور رات کو میں بکتا جاؤں وہ لکھتا جائے دونوں کام اس سے نہ ہو سکے
نہایت جاہل اور کام چور نکلا کبھی میری محنت آٹھ گھنٹہ دس گھنٹہ بھی ہوتی میں ٹٹول ٹٹول
کر کتابوں کو دیکھ دیکھ کر کہتا وہ جوان دو گھنٹے بھی محنت نہیں کر سکا اب استاد
مرحوم کے طفیل میں یہ چاہا کہ پرچے میری غزلوں کے جو متفرق پڑے ہیں
ان کو صاف کرے اور ترتیب کو اگر میں شعر کہوں تو ان کو ٹانک لیا کرے
اس موذی نے یہ کیا کہ مسودوں میں جو جو اشعار میں نے بڑھوا بڑھوا دے
تھے ان کو اور متفرق غزلیں جو اس سے راتوں کو لکھوائی گیا تھا سب کو
غائب کر کر دیا اب مجھ کو مطلق یاد نہیں کہ کتنی غزلیں طیار نا طیار اس سے لکھوانا
گیا ہوں وہ کہتا ہے کہ اسی میں تو سب رکھتا گیا تھا لیکن چونکہ موزوں طبع
بھی ہے اس نے چرا لیا تین مہینے تک یہ رہا تھا ایک مہینے کی تنخواہ
احمد علی صاحب نے دیدی تھی ڈھائی مہینے کی تنخواہ چاہئے تھی پھر
میں نے ان کو لکھا کہ دو مہینے کی تنخواہ آپ دیدیجئے یا پانچ روپیہ میں

دیگران کو برخواست کردوں انھوں نے صرف دس روپے دئیے اور میرے ہی خط کے گوشہ پر بعنوان قبلہ اور میرے ہی لفافہ پر اپنا نام کاٹ کر میرا نام لکھ دیا بھائی میں پرانا آدمی ہوں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا رشید شاگرد ہوں جسکی منش اور رکھ رکھاؤ نے بڑے بڑوں کے سر جھکا دئے یہ برتاؤ مجھ کو اور بھی ناگوار ہوا حالانکہ وہ دیکھ چکے ہوں گے کہ اسی دفعہ جو آپ نے مجھ کو ان کے گھر سے خط بھیجے ہیں تو کس طریقہ سے کہ جی خوش ہو گیا میں اس استاد کا شاگرد ہوں جس نے اس فن کی آبرو بڑھا دی انشاء اللہ اسی نقش قدم پر رہوں گا آج آپ کا خط پا کر انھوں نے جو خط لکھا ہے وہ جاتا ہے میں نے جواباً لکھ دیا ہے کہ پہلی دفعہ جو آپ نے خط نہ پڑھا اور یہ کہہ کر چلے گئے کہ میں باہر جاتا ہوں وہ کہتا ہے کہ خط میرے ہاتھ میں تھا خیر اس کا تو چنداں خیال نہیں مگر دوبارہ جو صراحت مذکورہ کے ساتھ میں نے بیس روپے اس کو دلوائے آپ نے صرف دس روپے دئے اور بے عنوانی سے میرے ہی گوشہ خط پر جواب اور لفافہ پر اپنا نام کاٹ کر میرا نام لکھ دیا اس کا ضرور خیال ہوا کہ جب میں اس کو جواب دے رہا ہوں تو بجائے بیس روپیہ کے دس روپے دینا اور پھر اس عنوان سے جواب لکھنا البتہ گراں ہوا مگر پھر یہ سوچ کر تسکین ہو گئی کہ اب نہ تمہارا وہ زمانہ ہے نہ ویسے لوگ۔ ایاز حدِ خود بشناس ۵

ناز بر آن کن کہ خریدار تست

سب لوگ سید ہمایون میرزا نہیں ہو سکتے۔

ہاں بھائی اشکی صاحب کا حال پڑھ کر اگر اساتذہ میں سے کسی کا نام یاد آئے تو الگ لکھ کر دونوں کاغذ بھیج دیجئے اب میں کلکتہ کے حالات لکھ رہا ہوں آپ کے گھر میں دو دراز حال جو علالت ہوئی اس کی خبر بزبانی احمد علی خانصاحب کل معلوم ہوئی خدا نے فضل کیا اور رحم و آئندہ کریگا الحمدللہ کہ وہ سب خیال میرے دل سے مٹ گیا میں یہاں تک لکھ چکا تھا کہ سہ پہر کو عزیزی احمد علی خاں نے آکر جو حق عذرات کا تھا اس سے زیادہ ادا کیا برسوں سے میرے دل میں جو خلش تھی آپ کی بدولت آج مٹ گئی بھائی جان آج جو کاغذ آپ نے معرفت احمد علی خانصاحب کے بھیجا ہے سچ یوں ہے کہ کمال کیا اب میرا دل ایسا بالیدہ ہے کہ بیان سے باہر یادگار غالب سے اللہ تعالیٰ نے بتصدق آئمہ ہدیٰ و بطفیل روح حضرت مجھ کو سرخ رو بنایا میری محنت تمہاری بدولت جو تہائی رہ گئی حضرت کے اساتذہ میں سے حضرت جمالی و حضرت اشکی کے حالات گویا تمام ہوئے کچھ تھوڑا سا جو باقی ہے آپ کو اضافہ کرنا ہو تو اسی پر اضافہ کر کے جلد واپس کیجئے مدیحہ کا مضمون بھی دیکھنے کو جاتا ہے یہ سب سے دلچسپ ہوگا ملاحظہ کر کے واپس کیجئے کلام و الا مسودہ میں جس طرح ہوگا صاف کر دوں گا مسودہ تیار ہے آپ پڑھ سکیں تو سب بھیج دوں

کتاب کے دلچسپ بنانے میں میرے نزدیک اب کوئی کسر نہ رہی بعض سخن فہموں نے اس کے اکثر مقام سن کر ہاتھ جوڑے کہ جلد چھپوائیے اول سے آخر تک ترتیب وصاف کے بعد آٹھ دن میرے زیر نظر رہے گی تو انشاء اللہ پھر کتاب ہوگی کل احمد علی خاں صاحب پر تاکید کی ہے کہ جب چھپنا شروع ہو کاپی پروف میں دیکھ لوں ایک نوکر اس کام کے لئے رکھ لیجئے پھر بھائی کے پاس بھیجئے تب چھپیے خدا کرے اول درجہ کی چھپائی ہو ورنہ محنت برباد گناہ لازم چار پیسے زیادہ لگیں مگر چھپائی کاغذ اول درجہ کا ہو میرے انداز میں یہ کتاب حیات ابد سولہ سے زیادہ اور بیس جزو سے کم نہیں ہے حجم معقول ہے جدید دستور کے مطابق خلاصہ مضمون اور جابجا نوٹ بڑھانے ضرور ہیں ۔

خدا جانے اور کیا کیا لکھنے کو تھا مگر ضعف اور وقت کی کمی نے مجبور کر دیا ۔

اللہ تعالیٰ وہ دن کرے کہ انشاء اللہ پھر سرتاج خاتونان ہند سلمہا حاملہ ہوں اور میرے استاد مغفور کا یادگار پیدا ہو بحق محمد و آلہ الامجاد ۔

میری مالی حالت مقدمہ بازی نے اور سقیم کر دی ہے ڈاکٹر صاحب بہت قیمتی دوا و غذا بتاتے ہیں شرم سے کچھ کہہ نہیں سکتا تین روپیہ روز فقط توانات کا خرچ دینے پر جیسا کھانا ملتا ہے بھائی جان اگر عمر بھر میں کھایا ہو

تو لعنت دال اگر کھائی ہوتی تو مزہ جانتا مگر یہ سب ناداری کے سبب
سے ہوتا تو صبر آجاتا سبب یہ ہوا کہ سید سلمہ نے بعد مرنے بی بی کے میر عنایت
حسین کے گھر جانا شروع کیا ان کی ساس سالیاں میاں علی حیدر شیدا
وغیرہ ابتدا ہی سے عنایت حسین کے گھر میں پالے گئے یہاں تک کہ ان کے
باپ یعنی میرے معلم قدیم میر فرحت حسین مرحوم نے نواب بہادر کے گھر
سے جو کچھ کمایا تھا سب یہ لوگ کھا گئے سید غریب پر ڈورا ڈالا کہ شیدا کی
بہن سے عقد کر لو اس قدر روغن قاض ملا کہ بے وقوف راضی ہو گیا میں
نے سنکر سر پیٹ لیا دو برس تک انواع تدبیر سے روکے رہا آخر مجبور کر دیا
گیا اور تماشا یہ ہے کہ ایک تو گنوارنی جاہل محض دوسرے کے ٹکڑے
پر ماں باپ بھائی بہن عمر بھر بھیجا بسر کر لیا کئے اس پر سل و دق کا عارضہ
منحنی دائم المرض بعد عقد کے عنایت حسین الگ ہو گئے وہ سب کے
سب اس گھر میں نازل ہیں شیدا کو کئی جگہ نوکر بھی رکھوایا مگر بھیک کی عادت
نوکری ہو ہی نہ سکی چاہتا ہوں کہ کسی تدبیر سے ایک خانساماں دس بارہ
روپے مہینے کا رکھ لوں تب شاید جان بچے۔ بہر حال اب سنئے خدا
شاہد ہے جب سے احمد علی خاں صاحب معذرت کو آئے ہیں اور بعد
کو ڈاکٹر معشوق علی وغیرہ خاص کر نواب وحید الدین صاحب سے اُن
کی نقلیں خبط دماغی کی سنیں تو پہلا پچھلا سب رنج دفع ہو کر سخت افسوس

ہوا۔ بھائی آپ نے جتنے اجزا حیات ابد کے بھیجے سب ادھر آکر میں نے پڑھوا کر سنے اب جاکر میری خاطر جمع ہوئی خداوند کریم آپ کو اس کا صلہ دے بڑی محنت کی اور مجھ اندھے کا ہاتھ بٹایا۔ صرف ایک باب یعنی باب ششم جس میں آخر عمر کے حالات کل حضرت کے خصائل پسندیدہ وغیرہ اسلام سے محبت، مذہب وغیرہ تا رحلت باقی ہے اس کا ایک ڈھانچا بطور یادداشت ضرور اور جلد تر لکھ ڈالئے میں دیکھ لوں گا۔ اس کے ہمراہ دو کاغذ ناتمام جاتے ہیں ایک میں حضرت اسحٰق کے حالات ہیں دیکھنا کیسا لکھا ہے خدا شاہد ہے کہ یہاں جس نے سنا پھڑک گیا حالانکہ کسی نے سنا ہی کیا ہے واللہ میری عمر میں تم نے مجھ پر احسان دائم کیا کہ حضرت کے ساتھ مجھ کو بھی باپ کے طفیل میں حیات ابد بخشی تعریف سے باہر باتیں کر گزرے اور کر رہے ہو خدا تمھارے مقاصد دلی بر لائے آخر کس باپ کے بیٹے کس خاندان کی یادگار ہو۔ یاد ہو گا مولوی غلام قادر وکیل جو ابتدا میں اسکول کے ماسٹر اور پھر کامیاب وکیل رہے ان کا لائق بیٹا محمد حفیظ اب نہایت کامیاب وکیل اور علینا بر زا دس ہزار روپے دیکر ایک اردو اخبار پیغام نام نکالا ہے اچھا اخبار ہے کل جب میں حیات ابد کا مسودہ لئے بیٹھا تھا وہ اور محمود تبریزی۔ اے بی ال میر محبوب شبیر کا پوتا مجھ سے ملنے آیا وہ جزو جو آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اٹھا کر دیکھا خوش ہو کر تمام حالات سنے نہایت متعجب

وخوش ہوکر اپنے اخبار میں اس کتاب کے جمع ہونے کا مژدہ چاہا کہ درج کیا جائے چنانچہ میں نے کتاب کے ساتوں ابواب کی کیفیت وغیرہ کل ہی چار صفحے میں لکھ دی جس پرچہ میں چھپے گا آپ پاس جائے گا دیکھئے کیسے دریا کو کوزہ میں بھرا ہے۔

کام بہت ہیں خط کو چاہتا ہوں جلد تمام کروں ایک نہ ایک بات پھر ذہن میں آتی ہے ہاں خوب یاد آیا اگر آپ نے اس کتاب کی چھپائی وغیرہ احمد علی خاں کے سپرد کی تو غارت گئی اگر میرے سپرد کی تو بھی ستیاناس اور غارت ہوئی ہاتھ جوڑ کر کہتا ہوں کہ ایسی نایاب روزگار کتاب میں اگر دس پیسے زیادہ خرچ ہوں تو کیا حقیقت ہے جبکہ آپ نے جمع ہونے میں روپیوں کا منہ نہ دیکھا سب سے اعلیٰ تر ین چھپوائیے تو اعظم گڑھ مولانا مستر سید سلیمان ندوی شاگرد رشید شبلی کے دارالتصنیف میں چھپوائیے کتاب النبی صلعم اور زمانہ حال کے املا و تہذیب کے ساتھ چھپے گی میں ایک دستورالعمل اور اسکیم بھیجدوں گا وہ نہایت قابل مستند اہل قلم ہیں ایک میگزین بنام معارف نکالتے ہیں بھوپال وغیرہ کی سرکاروں میں خاص اہتمام سے جو کتابیں ریاست کی چھپتی ہیں وہیں چھپتی ہیں بہرحال انھوں نے اپنے پرچہ میں یہ عبارت لکھی تھی کہ سید علی محمد شاد بیٹھے کیا کرتے ہیں کیا اپنے باکمال استاد کے احسانات بھول گئے جن کی بدولت آج وہ منفرد و شہرہ آفاق ہیں حضرت فریاد کی

سوانح عمری کے اہلِ علم جو لکھے ہیں وہ کیوں بھولے بیٹھے ہیں دغیرہ وغیرہ۔
میں ابھی اُن سے سب باتیں پوچھنے کو ایک خط جواب طلب لکھتا ہوں
جواب آپ پاس بھیجدوں گا۔

اب سنئے آپ نے ہمارے احمد علی خانصاحب کے سپرد چھپوائی کی تھی۔
وہ تو ایک ٹھکوئے ہوئے شخص ٹھہرے آپ نے ایک جزو آغا محمد جان کے سپرد کیا
کہ چھاپ دیں (آپ کو یاد ہوگا ایک شخص سیاہ فام میر خارشتی مشہور آپ کے
والد ماجد کے پاس آتے تھے ساکن گلزار باغ جن کے بیٹے میر فرحت حسین
تھے داماد تھے میرا میر جان مختار لطف علی خاں کے یہ ان میر فرحت حسین
کے نواسے اور دھوہ کی رسی بٹنے والے اور حاضر باش امام باندی بیگم
کے جانشینوں کے پاس صرف ایک کاٹھ کی کل پھنسانے کو رکھے ہوئے ہیں
پتھر تک نہیں مجھ کو بھی دھوکھا دیا تھا میرے اٹھارہ روپے بھی کھا گئے
حضرت نے دھوکھا کھا کر وہ جزو ان کے حوالہ کیا اور پھر یہ بھی نہیں کہ
کتاب کیسی چھپے گی کیسے حرف ہوں گے اور کچھ روپے بھی دیدئے
انھوں نے وہ مسودہ احمد حسن کے پاس لودی کٹرہ میں دیا کہ اپنے پریس
میں چھاپ دو اور گویا مسوّدہ دس روپے میں گرو رکھا جب وعدہ ٹل
گیا اور محمد جان نے کوئی نمونہ نہ دکھایا احمد علیخاں نے تقاضا کیا ابو صاحب
مرحوم کے بیٹے نے دباؤ ڈالا محمد جان احمد حسن کے پاس بہت دوڑے

بڑی بڑی نظم کم نصیحت سے کسی کو ضامن دے کر مسودہ ملا احمد علیخاں نے پھر ادھر ایک محلہ مغل پورہ کے زردوز کے حوالہ کیا ہے اس نے فی الحال ایک کل اور چند پتھر لیکر چھاپہ خانہ شروع کیا ہے اگر یہ کتاب اسی اہتمام سے چھپی (خدا ناکردہ) تو عمر بھر کا داغ لگے گا گویا ایک شریف مرد آدمی کے سب لباس اتار کر ننگا تشہیر کرنا ہوگا محنت برباد گناہ لازم اس سے کہیں بہتر ہے کہ آپ حیدرآباد میں اپنے پیش نظر چھپوائیے کاپی پروف خود دیکھئے اور میری مانئے تو خدا کے لئے اعظم گڑھ میں چھپوائیے سستا و عمدہ ہوگا حسب قرار داد صحیح و مہذب کتاب ملے گی اور جہاں تک معلوم ہے کچھ ایسا زیادہ خرچ بھی نہ ہوگا۔ بھر دست بستہ غرض ہے کہ احمد علیخان صاحب کے سپرد نہ کیجئے آخر میں مجھ کو اور آپ کو رونا ہوگا وہ سب طرح آدمی ٹھیک سہی مگر بدحواس شخص ہیں بہت سی باتیں اور نقلیں پیش نظر ہیں اپنے گھر میں دعا فرمائیے سیدا ور بچے سب تسلیم بجالاتے ہیں جلد جواب لکھئے اور دونوں مرسلہ مضمون واپس کیجئے بدیہیات میں اور اضافہ کرنا ہے اور دوسرے مضمون کو بھی بڑھانا ہے والسلام والدعا بالتماس الدعا۔

۲۴ اگست سنہ ۱۹۲۶ء

خادم

سید علی محمد شاد

برادر صاحب عزیز محترم روحی فداہ۔

تسلیم باہزاران تکریم۔

واقعی آپ نے سمجھ لیا کہ ارشاد مرگیا ضرورت ساقط ہوگئی ؎

مازیاران چشم یاری داشتیم

حقیقت میں ضرورت انسان کو خفیف و ذلیل کرتی ہے اگر معاملہ آنکھ کا ہونا اور یقین صحت پر نہ ہوتا تو کبھی تکلیف نہ دیتا ۲۶ ڈسمبر کو اگر روپے کا بندوبست ہوگیا تو اپریشن ہوگا ورنہ مشکل معلوم ہوتی ہے دہنی آنکھ طیار ہے ابھی کا اپریشن ہوگا شاید بقول ڈاکٹر کے کہ جملہ کام سرانجام کرنے کے لائق ہوجائیگی آیندہ دیکھا جائے گا۔

آپ نے کاغذات مرسلہ کی رسید بھی نہیں تحریر فرمائی۔ ایشیاٹک سوسائیٹی کلکتہ میں میرے استاد کے کچھ کلام یہ شکل دریافت ہوئے ہیں میں نے یہ نیت کی ہے کہ سب سے پہلے علاج کے بعد کلکتہ جاؤں اور کھوج لگا کر نکالوں بغیر میرے پتہ چلے .... کہیں سے نہ ہوسکا تو موقوف رہے گا اب جب خدا سامان کردے زیادہ تمنائے ہوا دید سرتاج خاتونان افتخار بانوان ملک کی خدمت میں بصد شوق سلام و دعا۔

ٹٹول پر لکھ رہا ہوں حرف سجھائی نہیں دیتے معاف ہو۔

خاکسار

سید علی محمد شاد

۱۸ دسمبر ۲۶ء

۶۳

میرے محسن و محترم بھائی

اللہ تعالیٰ آپ کے مقاصد دلی بر لائے۔

آج جناب کی ایک رجسٹری مفصل پہنچی کیا کہوں اس کو پڑھ کر سننے سے کیا دھارس ہوئی مگر سوچا کہ جس خاندان کے آپ ہیں اور جس کامل و صاف باپ کے آپ بیٹے ہیں اگر یہ ہمدردی اور یہ لحاظ اور یہ محبت آپ میں نہ ہوتی تو اس پر تعجب ہوتا جناب ڈاکٹر حیدر علی صاحب کے اوصاف میں نے سنے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ میرے نام سے آگاہ ہیں یہاں مشہور یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف اور گورنمنٹ سے یہ معاہدہ ہے کہ جب تک وہ گورنمنٹ کے ملازم ہیں کسی کا علاج نہ کریں گے یہ بھی سنا ہے کہ بمشکل تمام کسی کسی کے علاج کو وہ گئے بھی ہیں اگر آپ نے ان کو جس طرح پر بھی میرے پاس بھیج دیا اور اپنی مہربانی سے دوا تجویز کر دی اور آنکھوں کو دیکھ کر کامل مشورہ دیا تو اس سے بڑھ کر میرے لئے کون سی نیکی ہے جیسے جیسے احسان آپ کر رہے ہیں اس کے مقابلہ میں آپ جو کچھ سمجھئے مگر میں حقیقت نہیں سمجھتا جو بات کہ میری گردن پر فرض ہے ابھی تک تو اس کا دسواں حصہ بھی ادا نہ ہوا ہاں ایک امید موہوم یہ

سے ہے کہ اگر آنکھ درست ہوگئی تو جو بات دل میں ہے وہ کر کے کسی قدر قرض
سے ادا ہوں گا بھائی میری بیماری کا حال سنئے ابتدائے جوانی سے
اختلاج قلب اور بواسیر خونی اور ریاحی دونوں میں مبتلا رہا ۱۹ برس کی عمر میں
آج تک میں نے یہ نہ جانا کہ صحت کس کو کہتے ہیں بہر حال اب مدتوں سے
خون بواسیر تو نہیں آتا مگر دورہ ریاحی اور اسہال کا کم و زیادہ برابر ہوا
کیا جب سے آنکھوں کی یہ شکل ہوئی اس عارضہ میں بہت ترقی ہوئی تب سے
دودورے اس وقت تک بہت سخت ہو چکے ہیں مزید براں یہ ہے کہ کان
کا بہرا ہو گیا غرض کچھ کرتے بنتی نہیں ہے اور مالی نقصان تو ایسے اٹھائے
اور اٹھا رہا ہوں کہ دوسرا شخص ہوتا اور آپ کی ذات نہ ہوتی تو خدا جانے کیا
نوبت پہنچتی میں ایسے بزرگ کا شاگرد ہوں جس نے اتفاق سے دنیا کی بڑی
بڑی سختیاں اٹھائیں مگر عزت و حرمت خاندان اور کمال میں داغ لگنے نہ
دیا میں تو ان کی جوتی کی خاک بھی نہیں ہو سکتا شاید اگر آپ سا سرپرست بھائی
نہ ہوتا تو قدم ڈگ جاتے بہر حال ادھر آپ نے جو کچھ میرے علاج کے
مصارف بھیجے تھے کیا کہوں اس نے کیسی مدد پہونچائی دوا اور دیا ضروری
اخراجات کا باقی الحمد للہ سب ادا ہو گیا اتنی ہی رقم غالباً میری دوا اور غذا
میں صرف ہو گی ۔ جس کا مضطربانہ انتظار ہے اب دوسری بات سنئے کہ
جناب سید علی حیدر صاحب طباطبائی جو حیدر آباد میں معزز عہدے پر تھے اور

اب وظیفہ پانے میں ایک مدت دراز ہوئی جب ٹیابرج کے مشاعروں میں اکثر شریک رہا جناب ممدوح کے عزیزوں اور احباب کے ذریعہ سے ان کے حالات پر بھی اطلاع رہی پھر جب وہ حیدرآباد تشریف لے گئے تب سے مجھ کو بھولے نہیں ہیں اور مجھ کو ہر موقع پر یاد رکھا ہے کچھ عرصہ ہوا کہ شیروانی صاحب کے مشورہ سے اور ڈاکٹر محمود صاحب بیرسٹر کے لکھنے سے ایک خاص ایجاد کر کے زبان اردو اور زبان فارسی کی طرف سے ایک فارسی اور ایک اردو میں تصنیف کئے ہر اسنداع کے ہر دو عورتوں کی تصویریں اپنے اپنے لباس میں مصور سے نہایت عمدہ بنائیں اور یہ دونوں اپنی اپنی نظم میں حضور سرکار بادشاہ سے میری سفارش اچھے طریقہ سے کر رہی ہیں سب کے آخر میں نظم و نثر میں اپنی طرف سے بھی عرض حال کیا ہے محنت اور خرچ تو بہت کچھ ہوا مگر افسوس یہ ہے کہ شیروانی صاحب نے ایسے کاغذ پر سر علی امام صاحب کی سفارش اگر درج ہو تو کامیابی کی پوری امید لیے اس کے بعد اب شریک مجھ سے ممکن نہیں اس لئے وہ خبریں ادھوری سدھوری پڑی ہوئی تھیں اور یہ حال جناب سید علی حیدر صاحب طباطبائی کو پہلے ہی سے معلوم تھا اسی ڈسمبر کے شروع میں سید صاحب موصوف نے مجھ کو لکھا کہ اب اتفاق سے اس کے پیش کرنے کا موقع میرے ہاتھ میں آ گیا ہے جلد وہ سب چیزیں میرے پاس بھیج دیجئے چنانچہ اس کے دوسرے ہی دن ۱۱ ڈسمبر کو وہ سب کاغذات جو موجود تھے ساتھ اس کے دو کتابیں ایک نثر فارسی

تعلیم اور دوسری نظم حقیقت نفس چھپی ہوئی اُن کی خدمت میں بذریعہ رجسٹری روانہ کردی آج تک کہ ۲۱ دسمبر کی ہے نہ رسید آئی ہے نہ خبر معلوم ہوئی ہے اس کی جلد خبر لیجئے اور ساتھ اس کے میرے معروضات صدر کا بالضرور جلد خیال کیجئے جاڑے گزرے جاتے ہیں اور میری خاتون سرتاج خاتونانِ ہند کو تہ دل سے سلام و دعائے دلی پہونچا دیجئے بچے سب آداب عرض کرتے ہیں انشاء اللہ یہ دونوں کتابیں آپ کی خدمت میں بھی حاضر ہوں گی۔ مگر عرض یہ ہے کہ دو پارسل جناب سید صاحب کی خدمت میں بھیجے گئے ہیں۔ ایک دونوں کتابوں کا اور ایک قصائد کا الگ ٹین کے چونگے ہیں اطلاعاً عرض کیا والسلام۔

تمھارا دعاگو

سید علی محمد شاد

۶۴

روحی فداکم

تسلیم بصد تکریم۔ بحالتِ انتظار ابھی گرامی نامہ پہونچا منت گزار کیا۔ میں نے اپنے خیال میں کتاب حیات اب گویا ختم کردیا یعنی قصائد و مثنوی پر کچھ لکھنا تھا لکھ چکا تصنیف تو ختم ہوگئی مگر بڑی چیز ترتیب و تالیف باقی ہے میری حالت یہ ہے کہ میں جب تالیف کرتا ہوں تو اس وقت کتاب کی بابت

بسم اللہ سے لے کر تائے تمت تک میرے پیش نظر ہونا چاہیے ورنہ نہ
تو دل لگتا ہے نہ ٹھیک کام ہوتا ہے۔ آپ نے اردو و فارسی وغیرہ کی ضمنی
غزلیں یا متفرق اشعار تھے وہ تو مجھ سے لے لئے اس کے علاوہ باب اول
کل اور متفرق ابواب کے مضامین بھی مجھ سے لے لئے ورنہ اب تک ترتیب
بھی ہو جاتی اور جہاں جہاں ضرورت گھٹانے بڑھانے کی تھی یہ بھی ختم ہو جاتا
اگر یہ سب میرے پیش نظر ہو تو صرف ایک مہینے میں کاپی کے قابل کتاب
ہو جا سکتی ہے عزیزی احمد علی خانصاحب بھی میری طرح بیماریوں کے
دورہ میں پریشان ہیں دوسرے سچ یوں ہے کہ وہ اس کام کے آدمی
اور قابل بھی مگر اس بارہ اور خصوص کتاب ہذا کو میرے حسب خواہ
شاید وہ ترتیب نہ دے سکیں گے وہ کاتب جس کو میں نے نقل کے لئے
دس روپے ماہانہ علاوہ ناشتہ اور دونوں وقت کھانے کے مقرر
کر لیا تھا پرسوں بہار سے آگئے اور میرے لکھے ہوئے مسودہ کو صاف
کر رہے ہیں قصیدہ و مثنوی وغیرہ شاید پندرہ بیس دنوں میں لکھ دیگے
دو میں روانہ خدمت کر دوں گا کیا اچھا ہوتا کہ آپ عزیزی احمد علی خانصاحب
کو لکھتے کہ آٹھ دس دن تک وہ کل صاف و ناصاف مضامین و غزلیات
وغیرہ میرے حوالہ کر دیں آپ شاید یہ سوچے ہوں کہ بڈھا ہے ڈال
ہی رکھے گا اب ہرگز ایسا نہ ہو گا خود مجھ کو جلدی پڑی ہوئی ہے الخ

ٹائٹل سے لے کر خاتمہ تک میں جلد ترتیب دیدوں چاہے جہاں اور جب چھپے یہ تو معلوم ہوا کہ تصویر آپ لے گئے اور دس روپے اجرت بھی دے دی مگر مجھ کو کیوں نہ دکھا لیا اور اب اسی کا بلاک بنے گا یا کیا۔

بھائی صاحب آپ نے جن کا اصلی نام عبدالرحمن خان شیروانی لکھا ہے بہت ٹھیک ہے انھوں ہی نے ڈاکٹر محمود صاحب کو خط لکھا ہے جس کی بعینہ عبارت یہ ہے "آپ نے جناب حضرت شاد مدظلہ، کے زندگی کا حال جو لکھا ہے میرا دل بہت دکھا صحیح رائے یہ ہے کہ جناب ممدوح ابھی طیاری کا ایک قصیدہ حضور کی شان میں لکھیں اگر اس کے ساتھ سر علی امام یا حسن امام کی تحریر بھی ہو تو کامیابی میں کوئی شک نہیں ہے ضرور کامیابی ہو گی۔"

میں نے معمولی طور سے قصیدہ لکھنا لغو محض سمجھا بلکہ صورت یہ کی کہ خود زبان فارسی حاضر دربار ہو کر نظم میں یہ عرض کرتی ہے کہ یہ پیر زال آپ کے بزرگوار کے ہمراہ وطن سے آئی میری عظمت و عزت یوں ہوئی اور ووں ہوئی کو رسوا دان ہند نے اگرچہ میری ہڈی پسلی خوب توڑی مگر جو لوگ حاذق تھے انھوں نے میری تیمارداری ایسی ایسی کی کہ اب تک میں سلامت رہ گئی۔ میں نے ایک متبنٰے اُردو نام کو گود یوں میں پال کر جوان کیا اور ہر حیثیت سے وہ میری نیابت کے قابل ہو گئی چنانچہ سرکار عالی

نے بھی اس کو نہ لگایا اس کے نئے محل طیار کر دیا یہ زال بہت کچھ اس کا شکریہ ادا کرتی ہے مگر حالت یہ ہے کہ ابھی تک اکثر وہ محتاج میری تعلیم کی ہے۔ اس کے بعد خود اردو کھڑی ہو کر شکرگزاری کرتی ہے اور دونوں یہ سفارش کرتی ہیں کہ علی محمد شاد نے ۵۶ برس تک ہم دونوں کی بڑی خدمت جی توڑ کر کی ہے ہم دونوں نے اس سے یوں اور دوں صلہ کا وعدہ کیا تھا مگر کیسہ خالی سے کیا ہو سکتا ہے اس کو ہمراہ لائی ہے اور اس کی سفارش کرتی ہے یہ دونوں نظمیں ایک سو شعر کے قریب اور نہایت صحیح تعریفوں سے سرکار عالی کی مزین ہیں میرا ارادہ یہ ہے کہ میں فارسی و اردو نظمیں عمدہ طور سے لکھوا کر اور ذیل میں مصور سے دو تصویریں ایک فارسی خاتون دوسری اردو بیگم کی بنواؤں اور اُن کے پیچھے خود اپنی تصویر قلمی اور اپنے دونوں پوتوں کی سامنے بنواؤں میرا ہاتھ دونوں کے سروں پر ہو اور دونوں فارسی و اردو انگلی سے میری طرف اشارا کرتی ہوں چنانچہ اپنا یہ خیال ڈاکٹر محمود کو لکھ بھیجا انھوں نے پسند کیا اور لکھا کہ بنوائیے باقی رہا سر علی امام صاحب سے سفارش کے لیئے اب میں خود تو نہ کہوں گا ہاں آپ کا یا خود ڈاکٹر محمود کا ذریعہ ہو تو عذر نہیں ہے۔

آپ مذکورۂ بالا باتوں پر غور کیجئے ڈاکٹر محمود نے لکھا ہے کہ دو مہینے میں شیروانی صاحب سفر حج سے واپس آجائیں گے مجھ کو ضرور یہ خبر دیجئے

۲۸۱

کہ وہ کیسے آدمی اور کس پوزیشن کے ہیں اور کہاں تک ان کی پہونچ ہے اس نظم وغیرہ کی طیاری میں میرا خیال ہے کہ ایک سو روپے سے زیادہ میرے خرچ ہوں گے عبدالشکور تمہارا کو بلا کر آپ کا خط سنا دوں گا جو جواب دیں گے ع گزارش کروں گا بدقسمتی ملاحظہ ہو کہ میرے ٹھیکہ دار پر قریب چار ہزار روپے کے باقی تھے گزشتہ مہینے میں دعوے کی تمادی ہوگئی اور میں یونہیں تصانیف میں مشغول رہا اور مطلق اس کا خیال بھی نہ ہوا افسوس میرے بچوں کے حال پہ آپ کے نقصانات کا حال پڑھ کر دلی صدمہ ہوا حق تعالیٰ اس کا معاوضہ کرے ۔

بیری مشہور آغا خان سنز تاج ہند مہاراج سلمہا کو میری دلی دعائیں ۔
بیگم سلمہ آداب بجالاتی ہیں اور حد سے زیادہ آپ کے بھاٹ ہو گئے ہیں

۹۵

درۃ التاج خواتین ہند ستارۂ صدرنشین بزم بانوان ہند ختم بالشان روحی فداکم

دلی دعاؤں اور مخلصانہ سلام کے بعد مدعا نگار ہوں ۔ اس ہنر بن عطیہ کی شکر گزاری کے لئے نہ تو الفاظ ملتے ہیں اور نہ زبان یاری دیتی ہے بخدا اگر ایک لاکھ روپیہ بھی کوئی دیتا تو میرا دل نہ ایسا بالیدہ ہوتا نہ ایسی خوشی ہوتی یہ من میں بعینہ سارے ہندستان کے عظم دوستوں کو دیکھ رہا ہوں کہ میری تعریفوں

کے دفتر کے دفتر تو لکھتے ہیں مگر کسی نے اتنا نہ کیا کہ کسی کتاب کے چھپنے کے لئے چار پیسے بھی جیب سے نکالے ہوتے۔ حال ہی میں مسٹر راس مسعود صاحب نے جاپان کے ایک ادبی جلسہ میں میرا نام سنکر اور متاثر ہوکر خط میں مجھ کو لکھا کہ آج تم پر نہ فقط ہندستان فخر کر رہا ہے بلکہ سرزمین ایشیا کو افتخار ہے۔ فرمایئے اس سے مجھ کو کیا حاصل ہوا تعریف تو جب سند ہی تھی کہ کسی کتاب کے چھپوانے کی تدبیر کرتے یا مدد پہنچاتے۔ میرا یقین یہ ہے کہ آخر کار یہ ناچیز کتابیں چھپیں گی اور سر دفتر اعانت کنندگان علم دوست میں طلائی حرفوں میں بجز آپ کے نام نامی کے کسی صاحب کا نام نظر نہ آئے گا۔ میری عمر ۸۰ سال کی ہے دنیا کے سب طرح کے لوگ نظر سے گزرے تاریخوں میں بہت سی عالمہ ادیبہ شاعرہ خواتین کے حالات پڑھے لیکن جہاں تک میری سمجھ ہے یہ عاقلانہ اشاعت علم و ادب و اخلاق کی کسی ایک نے بھی نہ کی تھی خدا نے اپنے کرم و تفضل سے جوڑا ہی ایسا ملایا کہ میاں بی بی دونوں ہی یادگار اسلاف و فخر اخلاف ہیں۔ بیٹی! آپ سے زیادہ کون اس کو سمجھ سکتا ہے کہ یہ جوہر بے بہا اور دائمی فیض کی کنجی جو خدا نے محض تفضل سے آپ کو مرحمت کر دیا ہے ہزار در ہزار اولاد اس پر صدقے ہے چاہے کیسے ہی کیوں نہ ہوں مگر دوسری ہی پشت میں کوئی نہیں جانتا کہ یہ اس کے کون ہیں لائقوں کا یہ حال ہے

نالائقوں کو کون پوچھتا ہے۔ جس وقت آپ کی یہ پہلی قسط پہونچی اتفاق سے خان بہادر مولوی سید خیرات احمد وکیل اور ماسٹر شیخ علی جان (جن کو ہمارے بھائی جانتے ہیں) بیٹھے تھے آپ کے تفصیلی حالات سن کر حیرت میں آگئے اور سخت متاثر ہوئے آپ کی لاجواب تحریروں اور نصیحت والی کتاب اور ترتیب انجمن وغیرہ کو دیکھ کر اپنی علم دوستی اور تعلیم نسواں میں جو کوشش بے قاعدہ کرتے رہے ہیں سب بھول گئے ۱۲ر جنوری کو مسٹر سید سلطان احمد ان کے صاحب زادہ نے نئی کوٹھی شہر نو میں بنوائی ہے اور بیحد اصرار کر کے بلایا ہے انشاء اللہ اس مجمع میں آپ کے محاسن اوصاف اور علم دوستی اور فیاضی کا ڈنکا بجاؤں گا۔

ایمانا کہتا ہوں کہ یہ امور خیر جو میں دیکھ رہا ہوں واللہ میرے قبلہ و کعبۂ دارین افتخار روزگار استاد علیہ الرحمہ کی خوش نیتی اور کرامت کا صدقہ ہے آپ یقین کریں شاہنشاہ تغلق کے زمانہ میں ولایت سے آپ کا بے مثل خانوادہ ہندوستان میں آیا۔ ان میں تغلق سے لیکر شاہ عالم تک جیسے جیسے بادشاہ نسبت امراء فقرائے اہل باطن صوفیان صافی طینت فلسفیانِ افلاطون نسبت یکے بعد دیگرے ہوتے آئے تا اینکہ میرے حضرت کا زمانہ آیا فقر و تصوف میں جو پایہ تھا وہ تو اظہر من الشمس ہے ظاہری دولت اور شان و شکوہ میں بادشاہوں سے کم نہ تھے غرض اس کا بیان اپنی جگہ ہوگا۔

نہ فقط میرے بھائی سید ہمایون میرزا سلمہ کے لئے آپ کی سی خاتون بلند خیال سے شادی کا ہونا باعث مبارکی خود آپ کے لئے سبب نازش ہے باطنی مبارکی تو یہ ہے کہ آپ کسی بہو کہاں جو خاص کر کے بحیثیت خاندان لاثانی تھا اور ظاہرا یہ کہ اگر خدا نا کردہ یہ جوڑا خدا نہ ملاتا تو آپ کے سارے عمدہ خیالات جکر کھا کے مضمحل و معدوم ہو جاتے۔ اول یہ وسیع النظری یہ سوچ کب آنے پاتا۔ یوں تو آپ کے شوہر ہمیشہ سے ذکی ہوشیار طالب علم و کمال تھے ہی مگر روز بروز آبائی خوبیاں کثرت سے آ رہی ہیں یہ نہیں ہے الّا اسی کی روح پاک کا صدقہ ہے جو اپنے جد کے ذوالفقار باغ میں سو رہا ہے۔ مجھ کو مطلق فرصت نہیں رہی مگر جب النساء آتا ہے اور آپ کی تحریر پر نظر پڑتی ہے بالضرور دو دفعہ اس کو پڑھ کر خدا کا شکر کرتا ہوں تو گو برابر پرچوں کو دست بدست لے لے جاتے ہیں حمیدہ بیگم سلمہا آپ ہی کی کتاب پڑھ رہی ہے اور دوسروں کو بٹھا بٹھا کر سناتی ہے۔ خداوند کریم کوئی صورت ایسی کرے کہ اپنی زندگی میں آپ دونوں صاحبوں کو دیکھ لوں اے میرے سب سے بڑے مہربان خدا ان دونوں یادگار زمانہ اور علم دوست فرزانہ کو عمر طبیعی تک پہنچا دے اور دلی مطالب بر لا اللہم آمین بحرمتہ آل یٰسین۔ میری پہلی بی بی کو آٹھ بچے پیدا ہوئے سات لڑکے ایک ایک برس کے اندر مر گئے بچوں کے زندہ رہنے کے دنیا ڈھائی

قریب قریب ایک لاکھ روپے کے خرچ کیا کچھ نہ ہوا بیاہ کے انیسویں برس
حمل اُس پر استسقاد کا عارضہ آٹھویں مہینے یہ صاحب زادہ پیدا ہوئے
آدمی کا بچہ نہ معلوم ہوتا تھا رات کو لڑکا ہوا صبح کو تپ آئی شام کو خود رخصت
سول سرجن تک نے اس لڑکے کے بارہ میں کہا تھا کہ ہرگز نہ جئے گا۔ آج
ماشاء اللہ قریب ۴۰ سال کے عمر ہوئی دو بی بیاں امیر کبیر گھر کی مر چکی ہیں
دونوں آپس میں بہنیں تھیں پہلی کے بطن سے ایک لڑکی ملکہ بیگم نام دو سال
ہوئے شادی ہوگئی ہے دوسری سے پہلے ایک لڑکی ہوئی رقیہ بیگم
اب گیارہ برس کی ہوئی دوسری لڑکی حمیدہ بیگم یہ نو برس کی ہے اس کے
بعد لڑکا سلطان احمد یہ ساڑھے سات برس کا دوسرا انفی احمد چھ برس کا
ان پہلی بی بی کے مرنے کے چھ برس بعد کلکتہ میں شادی کی وہ دو برس کی
لڑکی آمنہ بیگم نام چھوڑ کر مریں یہ سید جعفر بی۔ اے متوطن متھرا سے بیاہی
گئیں مولوی سید مرتضیٰ مرحوم مشہور فلسفی سید جعفر موصوف کے حقیقی بہنوی
تھے سید جعفر میرے داماد لکھیم پور کھیری ضلع اودھ میں اوّل درجہ کے
وکیل ہیں آمنہ بیگم کے تین بچے ہیں دو بیٹے ایک دس برس کی بیٹی ——
انشاء اللہ میں اس کو پوری کیفیت لکھتا ہوں اس کا عریضہ پہونچے گا۔
لائق بہت ہے۔ میری حقیقی ایک بہن جیتی ہے میرے حقیقی چچا زاد بھائی
سے اس کے تین بچے اب ہیں بڑے سید نصیر حسین خاں دوسرے سید

صادق حسین (نواب ناظم مرشد آباد کی پوتی سے شادی ہوئی تھی اب بالکل ناموافقت ہے) لڑکی ہے پوربیا ہی گئی پندرہ برس ہوئے لڑکا نہیں ہوا۔ ایک چچازاد بہن زوجہ سید وزیر نواب مرحوم بیوہ ہے صرف دو پوتے دو پوتیاں اُس کو ہیں۔

دلی دعاگو

سید علی محمد شاد

۶۶

(نوٹ یہ عبارت کسی خط کا تکملہ معلوم ہوتی ہے۔ مرتب)

آپ احمد علیخاں پر مثنوی دردِ دل کا تقاضا کرنے کو فرماتے ہیں کیا میں نے مجمع عام میں کوئی بات اٹھا رکھی ہے اصل یہ ہے کہ وہ خود ایک کھوئے ہوئے شخص ہیں خدا جانے کس کوڑے میں پھینک دیا کہاں ڈال دیا تقاضا ہوا تو بات بنا دی اور یہ جو آپ کو خدشہ ہے کہ اپنے نام سے شائع نہ کر دے استغفراللہ ناممکن ہے احمد علیخاں تو شاید اس کو سمجھیں گے بھی نہیں بہرکیف ایک زور اور بھی کرتا ہوں آپ خود بھی (معاف کیجئے) الزام سے خالی نہیں ہیں آپنے کیوں چھین نہ لی کیا وہ آپ سے زیادہ اُس کی قدر پہچانتے ہیں لاحول ولا قوۃ باپ کا مال تھا آپ کو پورا حق تھا۔ اُس دن جو میں نے ان سے گفتگو کی اور کہا کہ آپ نے غارت کر دی ممکن نہیں کہ ہم سے ہمایون میرزا سلمہٗ غلط کہیں تو کہنے لگے کہ آپ نے مجھ کو جھوٹھا اور ان کو سچا سمجھا میں نے کہا کہ ہادی علیخاں مرحوم ہوتے تو میں جواب دیتا

اور آپ کا کیا جواب دوں یہاں تک بے لطفی بڑھی پھر میں نے کہا کہ آپ ہوں خواہ لاٹ صاحب ہوں میں تو ضرور اس مثنوی کے ضائع ہونے کا تفصیل سے واقعہ لکھ دوں گا اور ماتم کروں گا ـــ جب میں برابر عرض کرتا آتا ہوں کہ جو کچھ میرے استادِ مرحوم کا پرچہ خواہ کلام ہو بلا استفسار فوراً عنایت فرمائیے پھر آپ کا مال خدا مبارک کرے ایک نظر دیکھ کر واپس کر دوں گا تو آپ پھر کیوں میرے پوچھنے اور جواب کا انتظار فرمانے میں وقت ضائع ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو صحتِ کامل دے اور ڈطھن سلمہا بھی تندرست ڈیں ہ

۶۷

عظیم آباد۔ ۸ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

(نوٹ۔ یہ خط بعد میں ملا اس لئے اپنی جگہ پر نہ آسکا)

اخی و بہجۃ فوادی روحی فداکم،

دو ہفتے ہوئے آپ کا مسرت نامہ باعثِ مزید مسرت و امتنان ہوا تھا۔ میں برابر منتظر رہا کہ جس پرچہ کی نسبت آپ نے مجھ کو تحریر کیا ہے وہ پہونچ جائے تو میں جواب لکھوں اب تک نہ آیا میں اس کی نسبت آپ سے کیا گزارش کروں آپ خود جانتے ہیں کہ جب کسی حد تک شاعری میں مشق ہو جاتی ہے تو دوسری چیزوں کے لکھنے کی طرف یا تو میلان خاطر نہیں ہوتا یا اس پر قادر نہیں ہوتا۔ میں غزلیں بھی کہوں اور جتنے اصنافِ نظم ہیں سب منظوم کروں پھر شہر میں جب کوئی شادی

اور تقریب ہو جتنے مارواڑیوں کے گھر ہیں تو مختلف طرز مختلف زبانوں میں پذیرائی کا رقعہ بھی نظم کروں قطعات تاریخ نبروں پرکندہ کرنے کو الگ نظم کرنا پڑے۔ فارسی میں کوئی معرکتہ الآرا چیز لکھوانی ہو تو میں پکڑا جاؤں۔ پھر یہ طرز جلد بدم مرثیے اور مولود ہی کیا کم ہیں غرض ایک جان اور لاکھ سودا ہوا اور ۴۶ برس اسی میں گزر جائیں۔ عزت جان مال سب اس پر سے صدقے کروں تاکہ تکمیل ہو جائے اس پر ہندوستان بھر میں جو پرچہ جاری ہو مضمون نگاری کے لئے میں با صرار و منت تمام گرفتار کیا جاؤں۔ اور تقدر کا یہ حال ہو کہ لکھنؤ وغیرہ کے جہلا جو کولھو کے بیل ہوں آرزو و منت کے ساتھ پوچھے اور بلائے جائیں جن کو نہ فن شاعری سے بحث ہو نہ تاریخ جانیں نہ فلسفہ مذہب۔ انصاف سے فرمائیے کہ اس کا دل کیا کہے گا۔ دہلی لکھنؤ والے جن کا کمال مجھ کو خوب معلوم ہے منصب دار بنیں گھر بیٹھے چین کریں اور میں اس بڑھاپے اور ضعف اور دوام مرض کے ساتھ رات دن ہڈیاں گھسوں اور کوئی نفع بجز اپنے نقصان کے نہ ہو۔ تعریف کرنے والوں کی چال یہ ہو کہ خطوں میں تو خدا جانے کتنے لمبے چوڑے مدائح لکھیں پیغمبر اور امام تک بنا دیں مگر کسی عام پرچہ میں دو سطریں بھی لکھتے شرمائیں۔ ۴۶ برس کی شب و روز کی مشق نے نظم و نثر کے ڈھیر کے ڈھیر جمع کر دئے ہیں برسوں میں بھی صاف ہونا محال ہے پھر جدید تصنیف کر کے کیا سر جلاؤں اب بخدا یہ حالت ہو چلی ہے کہ جب کوئی نیا مرثیہ کہنے بیٹھتا ہوں تو فوراً "برائے چہ" کہہ کر قلم رکھ دیتا

ہوں اور مضمون ضبط ہو جاتے ہیں۔ پٹنہ میں نہ دولت رہی نہ علم نہ ولولہ اب یہ حالت ہے کہ کوئی ایک بھی میرا مخالف نہیں ہے بلکہ جدھر جائیے میرا ہی ذکر اور تعریف پائیے گا مگر یہاں والے ہم وطن کو بڑھانا اور اس کے کام آنا جانتے ہی نہیں ہیں۔ فرض کیجئے اگر میں لکھنوٗ کا ہوتا اور آپ بھی لکھنوٗ کے ہوتے تو کیا ممکن تھا کہ آج تک میں یوں عظیم آباد میں پڑا کڑھتا۔ لکھنؤ کی خلقت کا ایک جگہ پہنچ جمانا شرط ہے پھر کیا ممکن ہے کہ اپنے ہموطن کو وہ بھولیں میر انیس اب میر انیس ہیں۔ چالیس برس اُدھر لکھنؤ سے ان کا نام باہر نہ نکلا تھا۔ ایک ان کے ہموطن میر سید محمد مرحوم نے سید قاسم علی خان و سید ولایت علی خان مرحوم سے ذکر کرتے کرتے آخر میر انیس کو پٹنہ بلوا چھوڑا یہ اسی عظیم آباد کی برکت تھی کہ شہرت ہوگئی اور حیدر آباد میں بلائے گئے۔ پٹنہ کے پہلے نہ میر انیس کہیں پوچھے گئے نہ مرزا دبیر میں مرثیوں میں اپنے کمال کو کسی طرح میر انیس سے کم نہیں جانتا اور دوسرے اصناف نظم اور نثر میں تو میر انیس مرحوم کو دخل بھی نہ تھا۔

مر جاؤں گا (انشاء اللہ وہ وقت بھی بہت قریب ہے) مگر بغیر بلائے اور بلانا بھی قدر کے ساتھ ہو کہیں نہ جاؤں گا۔ اب تو کوئی پرانا انگریز حاکم اعلا میرا دوست موجود نہیں ہے کہ میں اس سے سفارش چاہوں جب ایسے انگریز موجود تھے (مسٹر بورڈلن صاحب سابق کمشنر پٹنہ جو لفٹنٹ گورنر اور بعد کو رزیڈنٹ میسور ہوئے) ان کی صلاح سے میں نے حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ

کی پذیرائی و مقدم کے اشعار نظم کر کے مخملی ملبے کپڑے پر اُن اشعار کو زر کار اور جواہرات اور موتی کے حرفوں میں (جیسا کہ دوسری جوبلی میں حضور ملکۂ معظمہ کے لئے بنوا کر بھیجا تھا) بنوایا تا کہ کلکتہ میں حضور نظام کی خدمت میں پیش کروں جناب بورڈلن صاحب نے تین سفارشی چٹھیاں ایسی لکھ دیں کہ شاید کسی ہندوستانی کو انگریز نے لکھی ہوں یہ سب کچھ ہوا مگر مجھ کو اتنا توقف ہو گیا کہ جس دن میں سب سامان لئے کلکتہ پہونچا تو دوسرے دن حضور نظام حیدرآباد جانے کو تھے فارن آفس کے سکرٹری نے اپنی مجبوری ظاہر کی پھر جو میں خاموش ہو گیا تو آج تک خاموش ہوں۔ فرض کیجئے کہ مجھ کو کوئی چٹھی بھی سفارشی مل جائے تو ممکن نہیں ہے کہ یوں بلا وسیلہ دوڑ آؤں اور (توبہ کر کے کہتا ہوں) بھیک منگوں کی طرح گو کہ غریب و مفلس ہو گیا ہوں دریوزہ گری ہوں کیا اگلے اہلِ کمال (میر انیس وغیرہ) یوں ہی سفارشی خط لیکر بغیر طلب کہیں گئے تھے بھیا خدا آپ کو زندہ رکھے آپ تو میرے لئے ایسا پسند نہ کیجئے بلکہ یہ دعا کیجئے کہ اب جلد پیوند زمین ہو جاؤں اور چاہے زمانہ کیسی ہی سختی سے گزرے مگر بغیر طلب گھر سے قدم نہ نکالوں اور بزرگان اہلِ کمال خاندانی کی سنت پر کاربند رہوں کہ جب تک کوئی نہ پوچھے فاقہ کروں اور اس کے دروازہ

... (اسی تصنیف کی بدولت) خاطر خواہ کر

پچاس ہزار روپیہ کا غبن کر کے خود ڈوب کر مر گیا اور مجھ کو ڈبا گیا ایسا زیربار ہوں کہ ببر کے خیال سے بھی گھر سے نہیں نکل سکتا۔ کم سے کم میرے سفر میں کلکتہ جاتا ہوں تو پانچ سو روپے صرف ہوتے ہیں اور حیدرآباد کے لئے تو ایک ہزار سے کم میں سفر ناممکن ہے اس لئے اب سفر سے بھی (باوجودیکہ میرے لئے اس کی سخت ضرورت ہے) دست بردار ہوں۔ مجھ کو افسوس ہے تو یہی ہے کہ بکری جان سے گئی مگر کھانے والوں کو مزا نہ ملا۔ قدرشناس اگر ملک میں ہوتے تو آپس میں دس آدمی مل کر چندہ کر کے مجھ کو بلواتے بلکہ یہ بلوانا جو کمیٹی کی طرف سے ہوتا نہایت باوقعت ہوتا مگر نہ ولولہ ہے نہ مسلمانوں کو جوش ہے محرم میں دو مجلسیں بھی میں حیدرآباد میں پڑھ آتا تو اہل علم اور مذہب کے عاقل دوست غالباً بے نہایت خوش ہوتے اور میری مرثیہ گوئی میں بھی زور آ جاتا اور سننے والوں کو معلوم ہوتا کہ اب مرثیہ میں کن باتوں کا مدنظر رکھنا ضرور ہے مگر خیر معاف کیجئے گا بہت سمع خراشی کی اب سے انشاءاللہ اتنی طوالت خطوں میں نہ کروں گا۔ حضرت لسان القوم کا ایک کارڈ مدتوں بعد میرے پاس آیا تھا میرے جواب لکھنے پر پھر انھوں نے جواب نہ لکھا تعجب ہے۔ ان دنوں ۲۵ جزو کی ایک کتاب نواب سید ولایت علی خاں مرحوم کی لائف میں نے لکھی ہے دیکھنے ہی کے قابل ہے جیسے جیسے ریمارک کئے ہیں سید خورشید نواب صاحب تو گھر کو لٹا چکے اور تین چار لاکھ

قرض ہونے پر بھی الہٰہ جلائی رنڈی مسلط ہو رہی ہے لائف کیونکر چھپے۔ ایک سال سے مجھ سے ملاقات تک چھوڑ دی تہے۔ سرفراز حسین خاں صاحب کا بھی یہی حال ہے اِنّ للہ وانا الیہ راجعون۔

عمرکم طویل و عددکم ذلیل۔

اپنے گھر میں اور صاحبزادی کو میری طرف سے دعا اور سیّد حسین خاں تسلیم بجالاتے ہیں۔

منتظر جواب خاکسار دعاگوئے شما

سیّد علی محمد شاد

۶۸

میرے غمگسار بھائی

میں بہ برکت روح پرفتوح حضرت فریاد علیہ الرحمۃ چیلنج دیتا ہوں کہ مذکورۂ بالا فارسی میں دس شعر بھی کوئی صاحب آج ہندوستان میں ایسے ہی کہہ دیں تو میں پھر فارسی میں ایک شعر بھی نظم کروں تو گنہگار خدا اور رسول کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ یہ تصدق اسی کی بوسیدہ ہڈیوں کا ہے جو ذوالفقار باغ میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس نظم کا باقی حصہ جس میں بہ تقریب آپ کا اور سرتاج خاتونانِ ہند سلمہا کا ذکر ہے بھیجوں گا۔

یہ ضرور فرمائیے کہ آپ نے اس نظم کو پسند کیا یا معمولی سمجھا۔

اخوی مکرم

اگر نعوذ باللہ آپ میرے عذر پر نہ محمول کریں تو سچ عرض کرتا ہوں کہ چالیس برس اُدھر جبکہ میں نے اپنی غزلوں کا رنگ الگ کیا تو جناب مفتی صاحب مغفور اعلی اللہ مقامہ سن کر بہت روئے اور فرمایا کہ تم نے اُردو میں ایسی روح پھونکی کہ نہ عربی میں (بجز ائمہ اہل بیت کے) کسی نے اور نہ اس افراط سے فارسی میں کسی استاد نے کہا ہے اور اپنے شاگرد رشید اور میرے مخدوم مرحوم مغفور مولانا سید جواد صاحب سے میری غزلوں کی شرح لکھنے کی تاکید کی مولوی صاحب نے بہت کوشش سے چند شعر کی شرح لکھی مگر ناتمام رہی اور ظاہر میں اُردو ایسی ہے کہ ایک جاہل بھی سمجھ لے۔ تکلیف یہ ہے کہ ایسی جگہ یہ ریاضت کی اور کر رہا ہوں کہ جہاں ایک بھی ان مضامین کا سمجھنے والا نہیں ہے ہیہات ہیہات خدا کے لئے ان شعروں کو پہلے صاف کر لیجئے ممکن ہے کہ پڑھنے میں تردد ہو۔

باسمہ سبحانہ

این قطعہ ایست کہ بتاریخ دہم دسمبر ۱۹۲۱ء تصنیف کردہ در طرح مشاعرہ در بخانہ اخوی مرحوم نواب سید جعفر حسین خاں بہ خیال نثر کتم منعقد کردہ بودند خواندم حیف کہ چوں قحط الرجال بود کما ینبغی بر مضامینش پے

نہ بروند و محض بر حسن ظاہری تحسین و شورا حسنت بلند کردند ہمت
استاد زادہ محترم بلند نام سخن شناس برتر مقام اخوی و نور فوادی
مسٹر سید ہمایون میرزا صاحب روحی فداہ ابلاغ کردم ؎
گر قبول افتد زہے عز و شرف

خاک نشین وطن
علی محمد شاد

قطعہ

نہ کر یہ دھیان کہ معدوم محض تو ہوگا — برنگ سبزۂ نوخیز پھر نمو ہوگا
زمیں سے اگتے ہیں جیسے نبات مٹ مٹ کر — ترا ظہور یوں ہی اے خجستہ خو ہوگا
وہ جزو لا یتجزا ہے جو تخم ہے تیرا — وہ تخم بڑھ کے یہی جسم ہو بہو ہوگا
ملے گا جیبت تجھے اور یہ ہوگا اس کا فیض — مقام جس کا قریب رگ گلو ہوگا
یہ جیبت ہے جو حقیقت میں عکس روح الروح — یہ ہو کے ہم میں ہم آیا تو تجھ میں تو ہوگا
وہ روح شمع بھی خورشید بھی سمندر بھی — اسی کی لو ہو ضیا ہو کہ موج تو ہوگا
غرض کہ پھول سا یہ جسم جب ہوا طیار — عیاں یہ جیبت بھی مانند رنگ و بو ہوگا
حریم قدس میں اس وقت ہوگا تو داخل — ترا بھی مسکن و ماوا مقام ہو ہو ہوگا
اسی کی ذات میں ہو جائے گا فنا پھر تو — ترا معاملہ تب جا کے ایک سو ہوگا

نہ پوچھ جبکہ تجھے ہوگا وصل یار نصیب — مرقع دو جہاں تیرے روبرو ہوگا
سرور محض و بقائے دوام و علم لدن — صفات و ذات میں پیدا بصد غلو ہوگا
وہ جا ملے گی تجھے جس پہ ہو بہشت نثار — کہیں بہشت پہ فوق اے خجستہ خو ہوگا
ابھی یہ ناز ہے زاہد بہشت میں ہے کیا — یہی کہ مجمع حوران ماہ رو ہوگا
خیال دل سے ہٹا ایسی مادیت کا — دگر نہ مورد الزام عقل تو ہوگا
خدانکردہ رہا گر کثیف جامۂ تن — لباس نفس بھی محتاج شست و شو ہوگا
تعصب و حسد و کینہ و دل آزاری — اسی قبیل کا عصیاں ترا عدو ہوگا
بچا نہ تو اگر اس قسم کے گناہوں سے — تو یاد رکھ کہ معذب ضرور تو ہوگا
یہی گناہ مرض بن کے پھر ستائیں گے — نہ وقت عذر نہ یارائے گفتگو ہوگا
یہ وہ گناہ ہیں دل کو کثیف جو کردیں — یہی بڑھے تو بشر مر کے زرد رو ہوگا
یہی بنیں گے ترے حق میں افعی و عقرب — خود اپنی آگ میں خاک اے کمینہ خو ہوگا
فرشتے یعنی قوا جو ممد ہیں تیرے — کبھی نہ ان کو ترا پاس آبرو ہوگا
گماں یہی ہے کہ مدت طویل کے بعد — جو تو رہا بھی بصد شوق و آرزو ہوگا
انہیں نجوم میں ہیں بے شمار دنیائیں — پہونچ کے تو وہیں آوارہ کو بکو ہوگا
یہ اس لئے ہے کہ باقی کثافتیں ہیں بہت جاں میں — بغیر اس کے نہ انساں فرشتہ خو ہوگا
عجب نہیں ہے جو تبدیلیاں [illegible] بھی ہوں — پس از زمانۂ بسیار پاک تو ہوگا
سمجھ نہ اس کو تناسخ یہ وہ مسائل ہیں — کھلیں گے اس پہ جو عرفاں کا راز جو ہوگا

معاف کردے تجھے پہلے ہی یہ ممکن کہ آخر اس کا کرم بھی تو حیلہ جو ہو گا
کہے پکار کے یوں آ گناہ گار مرے کروں جو عدل تو رسوائے خلق تو ہو گا
کرم مرا ہے وسیع اس لئے ترے حق میں معین یا ور امید و آرزو ہو گا
نہ کانپ خوف سے رہ مطمئن مرے پیارے ترا مقام بھی اب سے مقام ہو ہو گا
یہ سن کے اپنی خوشی کا ذرا کر اندازہ کہ اپنے جامۂ تن میں نہ میں نہ تو ہو گا
جب اس بہشت میں آ دوست ہو گا تو داخل سرور محض کا مرکز جو مو بمو ہو گا
بلند ہوں گے کہیں نغمہ ہائے خیل طیور کہیں ہجوم حسینان خوش گلو ہو گا
غرضکہ جتنے لذائذ ترے خیال میں ہیں ہر ایک حاضر موجود و پیش رو ہو گا
یہ استغنا ہیں سب تاکہ تو سمجھ لے جلد کہ جھکا مناثر ضرور تو ہو گا
غرض بہشت کی کیا خوبیاں بیان کروں علے الخصوص کہیں جس مکاں میں تو ہو گا
جو اپنے شاد کو ڈھونڈھے گا تو تو دہ بھی وہیں غزل سرا کسی گوشہ میں قبلہ رو ہو گا
ٹھہر ٹھہر کے بصد درد وحسن میں بیلو کی غزل یہ وردلب اور پاک باوضو ہو گا

غزل

ہزار مجمع خوبان ماہ رو ہو گا نگاہ جس پہ ٹھہر جائیگی وہ تو ہو گا
خوشا وہ وقت کہ عالم میں تو ہی تو ہو گا جدھر نگاہ اٹھاؤ مقام ہو ہو گا
ہر ایک قطرہ گو گن گن کے خاک رکھیگی نہ اس گلی میں ہرا انگاں لہو ہو گا

پکارتا ہے یہ پیری میں اپنا جامۂ تن ہزار ٹکڑے ہوں جس کے وہ کیا رفو ہوگا

کسے لحاظ ہے تحت الحنک کا فاضل کی رگوں میں دیر سے کھولا ہوا لہو ہوگا

بغیر مے کے ملائے لیں اپنا منہ دھو کر کبھی درست نہ زاہد ترا وضو ہوگا

خزاں کے دور کا ہر لونگ آخدا کی پناہ جو سرخ رو ہے وہی پہلے زرد رو ہوگا

شکستہ جام پڑا ہوگا بعد ساقی کے کہیں زمیں پہ لنڈھکتا ہوا سبو ہوگا

محیط عشق کو ہم دیکھکر یہ سمجھے تھے بہت بہت ہوا گہرا تو تا گلو ہوگا

محبت مے و میخانہ حد سے جب بڑھ جائے تو نام اس کا تعصب نہیں غلو ہوگا

جو ہیں تلاش میں تیری سنا دیں یہ ان کو جہاں پہ بند ہو رستہ وہیں پہ تو ہوگا

واجب الالتماس پچاس برس سے بلا فرق میری عادت ہے کہ کم سے کم دو بجے رات سے اٹھ کر کچھ فرائض ادا کر لینا اور خاص کر کے فلسفہ مذاہب مختلفہ کی کتابیں یا کتب تاریخ سب کے بعد نہج البلاغت کی شرحیں وغیرہ وغیرہ ضرور دیکھا کرتا ہوں نماز صبح کے بعد جیسا موقع ہوا دو چار غزلیں یا مرثیہ یا اور کوئی تصنیف ضرور کرتا ہوں اس پر بھی کم سے کم ایک غزل بھی ضرور کہتا ہوں چنانچہ آج جو غزل کہی ہے وہ آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں ہنوز مسودہ ہے ؎

کٹھن ہے خوف و رجا کی منزل اسی کا رہرو کو سامنا ہے

یہیں لٹے ہیں بہت مسافر یہی دو راہہ تو بد بلا ہے

یہاں کے سارے جمال والے ابھی ہیں امرت ابھی ہلاہل
ہر ایک پیاسا ہے خون کا تو بھی ہر ایک محبوب دل ربا ہے
فسانہ گو نیند کیونکر آئے یہ سوچ رہ رہ کے ہے کہ تو نے
عجب کہانی کہی کہ جس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا ہے
خوشی سے کٹوائے اپنی گردن ذرا بھی میلی کرے نہ تیوں
بجز شہید رضائے قاتل بتاؤ کس کا یہ حوصلا ہے
لقب ہے فریاد جس ولی کا وطن ہیں جو لعل لے بہا تھا
اسی کا میں بھی ہوں نام لیوا وہی بزرگ اپنا پیشوا ہے
ہزار فرقت کی شب ستائے وصال کی اور سحر نہ آئے
اگر کا ہے حرف شرط مہمل کہو نہ وُوں یوں کہو خدا ہے
کھلی ہوئی بھی ہیں جن کی آنکھیں ٹٹولتے ہیں وہ جام و خم کو
یہاں کا ہر رند ہے نرالا کہ جاگنے پر بھی سو رہا ہے
گلہ جو روتے ہیں یار کا سب تو کیوں تبسم کریں نہ عاشق
یہی بتا دے کوئی کہ دیکھو یہ رحم اس کا ہے یہ جفا ہے
جدا کرے کون کس کی طاقت نہ وہ قوا ہیں نہ وہ بصارت
یہاں فنا میں بقا ہے داخل بقا میں لپٹی ہوئی فنا ہے

شراب بٹتی ہے توڑ کر صف جو تھے مقدم ہوئے موخر
یہاں کا آئین ہے نرالا یہ میکدہ خوفناک جا ہے

یہاں کا پیر مغاں ہے ساکت نہ پوچھ اس میکدہ کی حالت
وہ رند جو ہے خموں کا مالک سبو بھی اوروں کے تک رہا ہے

چہک لے ثناخواں یہ گل کی بلبل درخت جی بھر کے پھول پھل لیں
بہار کی گلشن جہاں میں بندھی ہوئی جب تلک ہوا ہے

مجھے تپتہ ہو یا تسلی اسی سے کامل ہے اے شب غم
کہ ایسا ہی جرم سخت تھا وہ کہ جس کی یہ سخت تر سزا ہے

غریب عنبر کی کیا خطا ہے کسی کا صندل نے کیا بگاڑا
یہ رگڑے کیوں کھا رہا ہے اے دل وہ جل کے کیوں خاک ہو رہا ہے

ملاؤ چہرہ مزاج جانچو ذرا کو دیکھو نہ کھاؤ دھوکھا
وہ شاد جو تھا وہ دوسرا تھا یہ شاد جو اب ہے دوسرا ہے

ادارہ ادبیات اردو

دوسری مطبوعات

روح غالب ۔ اردو فارسی کے مشہور شاعر و ادیب مرزا اسد اللہ خاں غالب کی حیات اور کارناموں کی ایک مجمل سرگذشت اور ان کے اردو خطوط کے دلچسپ ادبی حصوں کا انتخاب جس کو جناب ڈاکٹر سید محی الدین صاحب قادری زورؔ نے نہایت محنت اور جانفشانی سے مرتب کیا ہے۔ اس کتاب کا پیش لفظ نواب مہدی یار جنگ بہادر ایم اے (کیمبرج) صدر المہام تعلیمات و معین امیر جامعہ عثمانیہ نے تحریر فرمایا ہے۔

اس کتاب میں سب سے پہلی دفعہ غالب کے خاندان و اعزہ اور ان کے سسرالی اعزہ و اقارب کے دو تفصیلی شجرے بھی شائع کئے گئے ہیں۔

غالب کے حالات زندگی جس خوبی اور اجمال کے ساتھ اس میں درج ہیں آج تک کسی سوانح غالب میں نہیں شائع ہوئے۔

غالب کی فارسی اور اردو تصنیفات کی تفصیل، ان کی نوعیت، زمانہ تصنیف ان کی اشاعت کی تاریخیں غرض ہر ضروری معلومات اس میں شامل ہیں۔ تاریخ ادب کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے یہ کتاب بہت مفید ثابت ہوگی۔

اس میں غالب کے خطوط کے ادبی حصوں کا نہایت نفیس انتخاب کیا گیا ہے

تاکہ جو لوگ علمی بحثوں میں الجھنا نہیں چاہتے اور غالب کے شگفتہ اور پاکیزہ اسلوب سے لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں وہ بے تکلف ان ادب پاروں سے محظوظ ہو سکیں۔ صفحات (۱۷۶) تعداد تصویر (۳) کتابت و طباعت نفیس کاغذ اعلیٰ قسم قیمت ۸؎

شمس العلماء محمد حسین آزاد ۔ از محترمہ جہاں بانو بیگم صاحبہ ایم۔ اے اس کتاب میں آزاد مرحوم کے حالات زندگی اور تصنیفات پر مبسوط مکمل معلومات یکجا کر دی گئی ہیں۔ یہ نہایت اعلےٰ پایہ تحقیقی و تنقیدی کتاب ہے جس پر مصنفہ کو جامعہ عثمانیہ سے ایم۔ اے ڈگری حاصل ہوئی ہے۔ صفحات قیمت عہ

سر سید احمد خاں ۔ از مولوی ظہیر الدین صاحب ایم۔ اے۔ ایچ سی ایس بچوں اور عوام کیلئے یہ دلچسپ با تصویر کتاب خاص طور پر لکھی گئی ہے قیمت صرف ۲

اقبال نمبر اس نمبر میں شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم کی حیات اور کلام کے مختلف پہلوؤں کو واضح کیا گیا ہے اقبال کی شاعری اور فلسفہ کو مختلف اہل قلم نے نہایت تحقیق اور محنت سے واضح کیا ہے ہندوستان کے بڑے بڑے شاعروں کی نظمیں اقبال سے متعلق شائع کی گئی ہیں بین الاقوامی شہرت رکھنے والے حضرات کے پیامات بھی شامل ہیں۔ حیدرآباد میں یوم اقبال کے مضامین کا اقتباس بھی دیا گیا ہے وفات کے بعد سارے ہندوستان میں جو کچھ ہوا اس کی تفصیل بھی شریک ہے۔ غرض یہ نمبر تمام ہندوستان میں مقبول ہوا اور اب تک اس کی مانگ ہو رہی ہے۔ ملا بھور کی بزم اقبال نے اس نمبر کو اس قدر پسند کیا کہ اڈیٹر سب رس کو بزم کے ممبر ہونے کی عزت دی۔ اقبال کے بعض اشعار کو مصور بھی کیا گیا ہے۔ خان بہادر عبد الرحمٰن چغتائی نے اقبال کی ایک رباعی کو اپنے مخصوص انداز حسن کاری میں مصور کیا ہے خاص کر اقبال کی ایک نایاب تصویر

شائع کی گئی ہے جس میں اقبال اپنے اصلی رنگ میں جلوہ گر ہیں۔ اس تصویر کی سارے ہندوستان میں دھوم مچ گئی۔ اکثر رسائل نے سب رس سے مستعار لے کر اس کو شائع کیا ہے۔ کتابت طباعت وغیرہ نہایت نفیس اور علامہ اقبال کے شایانِ شان۔ (تعداد صفحات ۱۶۸) تعداد تصاویر (۶) قیمت ۱۲؍

ورڈزورتھ اور اس کی شاعری ۔ اس کتاب میں مولوی میر حسن صاحب ایم اے نے ورڈزورتھ کے حالاتِ زندگی کے ساتھ ساتھ اس کے تجربات حیات نے جس جس طرح سے اس کے شعری رجحانات کی تعمیر و تشکیل کی ہے ان کو واضح کیا ہے۔ بہت سی نظموں کا اُردو ترجمہ بھی دیا گیا ہے ورڈزورتھ کا پایہ انگریزی شاعری میں بہ حیثیت فطرت نگار بہت بلند ہے اور جدید اُردو شاعری اس سے خاص کر متاثر ہوئی ہے۔ اُردو دانوں کے لئے اس کے حالات اور کلام کا مطالعہ افادے سے خالی نہیں۔

۱۔ سوانح نگاری کا یہ طرز عام روش سے علحدہ ہے اور چونکہ فطری اصول کے مطابق ہے اس لئے نہایت پسندیدہ ہے۔ ہمارے جدید مطبوعات میں یہ ایک مفید اور دلچسپ اضافہ ہے" رسالہ ہندوستانی آلہ آباد جولائی ۱۹۳۲ء

۲۔ "مولف نے یہ ایک اچھا طریق سوانح نگاری اختیار کیا ہے اگر اسی رنگ پر وہ دوسرے باکمال شعرائے یورپ کو روشناس کرنے میں کامیاب ہو جائیں جیسا کہ ان کا مقصد ہے تو اردو کی ایک مفید خدمت انجام دیں گے" مولانا سلیمان ندوی رسالہ معارف اعظم گڈھ

۳۔ "قابل مصنف نے نہایت محنت اور دماغ سوزی سے کام لے کر یہ کتاب مرتب کی ہے اُردو داں پبلک خصوصاً شعرا حضرات کو اس کی قدر کرنی چاہئے" رسالہ زمانہ کانپور

۴۔ "وہ لوگ جو خاص ادبی ذوق رکھتے ہیں اور مشرق و مغرب دونوں جگہ کی شاعری پر تقابلی نگاہ ڈالنا چاہتے ہیں

ان کے لئے یہ کتاب خصوصیت کے ساتھ قابل قدر ہے" مولانا نیاز فتحپوری "نگار" لکھنؤ

۵ ۔ "میر حسن صاحب نے یہ بہت قابل قدر کام کیا ہے ۔ ان کی محنت قابل شکر اور لائق قدر ہے اور اردو شعرا کو یہ کتاب ضروری پڑھنی چاہئے ۔" مولانا عبدالحق رسالہ اردو نئی دہلی

۶ ۔ "یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کا مطالعہ میں نے بڑی دلچسپی سے کیا اور میں ذاتی طور پر واقف ہوں کہ اس کی تیاری میں مسٹر میر حسن نے بڑی محنت اور جانکاہی سے کام لیا ۔" پروفیسر ای ای سپیٹ

تعداد صفحات (۱۶۴) مع تصویر شاعر قیمت مجلد (عہ ۴ ر)

ٹیگور اور ان کی شاعری ۔ ٹیگور کی شاعرانہ عظمت سے کون واقف نہیں ان کی شاعری نے بین قومی مقبولیت حاصل ہے ۔ یہ شاعر مشرق پر سب سے پہلی مستقل کتاب ہے جس میں مولوی مخدوم محی الدین صاحب ام ۔ اے نے ٹیگور کی شخصیت، ان کی ادبی زندگی کے گوناگوں پہلوؤں اور ان کے فلسفۂ زندگی پر روشنی ڈالی ہے ٹیگور کا پیام گاندھی اور شانتی نکیتن پر علیحدہ ابواب میں تفصیلی بحث کی ہے اس کتاب کے لئے خود شاعر نے ایک اپنی ایک نفیس تصویر بھیجی تھی جو اس میں شائع کی گئی ہے ۔ "پیش نظر کتاب میں ٹیگور کی شخصیت ان کی ادبی زندگی کے گوناگوں پہلوؤں اور ان کے فلسفۂ زندگی پر اجمالی نظر ڈالی گئی ہے" مولوی عبدالحق صاحب رسالہ اردو اکتوبر ۱۹۳۵ء

تعداد صفحات (۱۲۸) مع تصویر شاعر قیمت عہ ۴

مدراس میں اردو (مجلد) اس کتاب میں مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی منشی فاضل نے مدراس میں اردو کے نشو و نما اور اس کے ارتقاء کی تاریخ پیش کی ہے ۔ کتاب کو ۹ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے ہر دور کے شاعروں اور نثر نگاروں کے سوانح حیات اور نمونہ کلام کو پیش کیا ہے ۔ تاریخ ادب اردو سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے اس کا مطالعہ بے حد ضروری ہے ۔ سنہ ۱۹۳۵ء

تعداد صفحات (۲۰۰) قیمت مجلد عہ

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ لیا جائیگا۔

کتب خانۂ
جامعۂ عثمانیہ

۱۔ اراکین مجلس اعلیٰ، مجلس تعلیمات، مجلس انتظامی ایک وقت میں ایک ماہ کے لئے زیادہ سے زیادہ دس کتابیں رکھ سکیں گے۔
صدور شعبہ جات و نصاب پانچ کتابیں ایک ماہ کے لئے اور عہدہ داران جامعہ پاس رکھ سکیں گے۔
۲۔ اساتذہ جامعۂ عثمانیہ و کلیہ جات متعلقہ ایک وقت میں ایک ماہ کے لئے تین کتابیں پاس رکھ سکیں گے اور اتنی ہی مدت کے لئے
اور اراکین دارالترجمہ ترجمہ شدہ دو کتابیں بی اے اور ایم اے جماعتوں کے
۳۔ طلباء ایم اے، ایم ایس سی و ال ال بی اپنے پاس رکھ سکیں گے
کے طلبہ تین کتابیں ایک ہفتہ کے لئے اپنے پاس رکھ سکیں گے اور طلبہ بحساب
طلبہ پانچ کتابیں ایک ہفتہ کے لئے رکھ سکیں گے مگر اس غرض
۴۔ مدت مقررہ پر کتابیں واپس نہ کی جائیں تو
ایک آنہ یومیہ فی کتاب جرمانہ لیا جائے گا۔
۵۔ بشرط موجودگی کتابیں مکرر جاری کی جا سکیں گی مگر اس غرض
کے لئے کتاب کا لانا لازم ہے۔
۶۔ کتابیں گم یا خراب ہو جائیں تو تشخیص کردہ ذمہ داری
پر کتب خانہ
عائد ہوگی۔
۷۔ کتابوں پر کسی قسم کا نشان یا حاشیہ نہیں
لگایا جائے۔
۸۔ قلمی نسخے اور حوالے کی کتابیں
جاری نہ کی جا سکیں گی۔ فقط
۱۵